انارکلی کا لسانی تجزیہ اور فرہنگ

محقق
عشرت بانو
رجسٹریشن نمبر:54-FLL-MSURDU/SO9

نگران
ڈاکٹر سہیل عباس

International Islamic University
CENTRAL LIBRARY
Islamabad

شعبۂ اُردو
کلیۂ زبان وادب
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Acc # TH-21152

MS
891.43926
ا ش ع

اردو ادب ۔ ڈرامہ

تاج، امتیاز علی ۔ ۱۹۰۰ - ۱۹۷۰ ۔ انارکلی
اردو ادب ۔ ڈرامہ ۔ تنقید و تشریح

ACCEPTANCE BY THE VIVA VOCE COMMITTEE

Name of the Student: **ISHRAT BANO**

Title of the Thesis: امارزنگی کا لسانی تجزیہ اور [illegible]

Registration No: 54-FLL /MSURDU/SO9

Accepted by the Department of Urdu, Faculty of Languages & Literature, International Islamic University, Islamabad, in partial fulfillment of the requirements for the Master of Philosophy degree in Urdu.

VIVA VOCE COMMITTEE

External Examiner:
Dr.Abdul Aziz Sahir`
Head Deptt.of Urdu AIOU
Islamabad

Internal Examiner:
Dr.Aziz Ibnul Hassan

Assistant Professor
Depaartment of Urdu, IIUI

Supervisor:
Dr. Sohail Abbas
Ex-Assistant Professor
Urdu Department IIUI

****

Chairperson
Department of Urdu

Dean

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

شعبۂ اردو

صداقت نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ **عشرت بانو** (رجسٹریشن نمبر54-FLL/MSURD/S09) نے اپنا تحقیقی مقالہ بعنوان **"انارکلی کا لسانی تجزیہ اور فرہنگ"** برائے ایم ایس اردو، میری نگرانی میں مکمل کیا ہے۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس موضوع پر کہیں اور اس طرح کا کام نہیں ہوا اور یہ سرقے سے پاک ہے۔

ڈاکٹر سہیل عباس

اسسٹنٹ پروفیسر

فہرست

پیش لفظ	۳
باب اوّل	۵
باب دوم	۱۸
باب سوم	۳۸
حاصل مطالعہ	۱۶۵
کتابیات	۱۶۸
لغات	۱۶۹

پیش لفظ

اردو ڈرامے سے میری دلچسپی کئی سالوں پر محیط ہے۔ کبھی ٹی وی ڈراما کی صورت میں کبھی ادبی ڈراما پڑھنے کی صورت میں پروان چڑھتی رہی۔ جب مجھے ایم اے میں امتیاز علی تاج کا اردو ڈراما پڑھنے کا موقع ملا تو اس کے کرداروں اور زبان نے بہت متاثر کیا۔ اور دل میں کام کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ایم اے میں اس خواہش کی تکمیل چند خواہشات کی بنا پر نہ ہو سکی اور ویسے بھی انار کلی اور اس کا لسانی تجزیہ M.Phil کے مقالے کا ہی موضوع بنتا تھا۔

اس مقالے کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب ڈراما کی تاریخ پر مبنی ہے۔ اردو ڈراما کی روایت اور اس میں انار کلی کے مقام کا تعین کیا گیا ہے۔ اردو ڈراما میں عہد بہ عہد ہونے والی تبدیلیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اہم ڈراموں کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں ''سید امتیاز علی تاج'' کی شخصیت اور فن پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ ان کے ادبی کارنامے نیز تمام تخلیقات اور متراجم کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ امتیاز علی تاج کا اردو ڈراما میں جو حصہ ہے اس کی تفصیل بھی بتائی گئی ہے۔ امتیاز علی تاج بلاشرکت غیرے اردو کے بہت بڑے ڈراما نگار ہیں اور ان کی ڈراما نگاری کا دوسرا باب میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ اور اس میں فنی وفکری تربیت میں اثر انداز ہونے والے عوامل کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

مقالے کا اہم ترین باب ''انار کلی کا لسانی تجزیہ، تنقیدی جائزہ اور فرہنگ'' پر مشتمل ہے۔ اس میں انار کلی کا لسانی تجزیہ کیا گیا ہے۔ کسی بھی بڑے ادیب کی زبان کا مطالعہ اس کے عہد کے لسانی رجحانات کا عکاس ہوتا ہے۔ کیونکہ زبان ایک ارتقا پذیر تہذیبی عمل کا نام ہے نئے الفاظ قدیم الفاظ کی جگہ لیتے ہیں اور تخلیق کار بعض اوقات پرانے الفاظ کو نئے معانی عطا کرتا ہے۔

کسی بھی متن کا لسانی تجزیہ کرنے کیلئے اس مت میں مقامی زبانوں کے اثرات، اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ اور اس عہد میں ہونے والی لسانی تبدیلیوں کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح فرہنگ نگاری کا مقصد بھی کسی بھی متن کو سمجھنے اور تخلیق کار کے لفظی شعور کو سمجھنے میں معاون ہوتا ہے۔

فرہنگ میں معانی کے تعین میں کئی مشکلات کا سامنا ہوا جن میں سے کچھ الفاظ کے متن کے سیاق وسباق کے لحاظ سے قیاسی معانی دیئے گئے ہیں جبکہ بیشتر الفاظ کے معانی بھی قیاسی دیئے گئے ہیں اس مقالہ کی تیاری میں ڈراما انار کلی کے متن (''انارکلی''، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۲۰۰۳ء) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اس مقالہ کی تیاری میں جن اساتذہ کا شکریہ مجھ پر واجب ہے ان میں سے سب سے پہلے میرے مقالے کے

نگران ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ ہیں۔ پروفیسر سلیم تقی شاہ جنہوں نے اس مقالے کی تکمیل میں خصوصی معاونت کی۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے اردو ڈیپارٹمنٹ کے تمام اساتذہ کی خصوصی مشکور ہوں۔ اپنے والدین، بہن بھائیوں اور بیٹے کے تعاون کے بغیر بھی یہ مقالہ ناممکن تھا۔

عشرت بانو

بابِ اوّل

ڈراما کی تاریخ

ڈراما کی تاریخ

''ڈراما''یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی''کر کے دکھانا'' کے ہیں چنانچہ ڈراما کا اطلاق اس اعتبار سے اس عمل پر ہوسکتا ہے جو کر کے دکھایا جاسکے۔یعنی کہ انسان کے اعمال ڈراما بن جاتے ہیں اور زندگی خود ایک ڈراما نظر آتی ہے جس میں دُنیا ایک سٹیج اور انسان کردار ہیں۔ جو باری آنے پر اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

انسانی تاریخ میں ڈراما ابتدا میں مذہبی رسومات کو ڈراما کا درجہ دیا گیا مگر آہستہ آہستہ اس نے ترقی کر لی اور ڈراما نے مستقل حیثیت حاصل کر لی مگر یہ بات اپنی جگہ اہم ہے۔ڈراما کی مختلف اوقات میں مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے چند ایک ماہرین کی بیان کی گئی تعریفیں درج ذیل ہیں:

پرسی ول وائلڈ کے مطابق:

''ڈراما زندگی کی منظم ترجمانی ہے جو تماشائیوں میں جذبات کو بیدار کر دیتی ہے۔''(۱)

انگریزی تنقید کے باوا آدم ڈرائیڈن کے مطابق:

''فطرتِ انسانی کی صحیح اور جاندار تصویر جو جذبات ورجحانات نیز تبدیلی قسمت کی عکاسی اس طرح کرتی ہے کہ انسان اس سے مسرت اور ہدایات حاصل کرے۔''

سب سے اہم تعریف اس سلسلے میں ارسطو کی بیان کردہ ہے:

''انسانی اعمال کی نقالی کو ڈراما کہا جاتا ہے۔''

ڈراما کا قدیم ترین نمونہ مصر کے آثارِ قدیم میں ایک تختی پر کندہ ہے یہ نمونہ برلن کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔اس کا زمانہ تصنیف ۲۰۰۰ قبل مسیح خیال کیا جاتا ہے۔اس تحریر میں ایک ایسی مذہبی رسم کا ذکر ملتا ہے جس کا تعلق مصر کے دیوتا اوسی رس سے ہے۔اس تحریر میں ایک ایسی مذہبی رسم کا ذکر ہے جس کا تعلق مصر کے دیوتا اوسی رس سے ہے۔اوسی رس ایک بادشاہ تھا مگر اس کے بھائی نے سازش کر کے اس کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا اور اس کی لاش کے ٹکڑے کر کے ان کو ملک کے مختلف حصوں میں پھینک دیا مگر اوسی رس کے بیٹے نے اسے شکست دے کر دوبارہ تخت پر قبضہ کر لیا۔اس نے اپنے باپ کے جسم کے حصوں کو جمع کر کے ایک جگہ محفوظ کر دیا اور انھیں مقدس قرار دے کر ان کی پوجا کا حکم دے دیا۔

اس طرح کی مذہبی رسومات کا ذِکر مصر کے بعد یونان اور برصغیر پاک وہند میں ملتا ہے۔ یورپی محققین کے مطابق یونان میں دیونی سس کی عبادت کا جشن ہر سال منایا جاتا تھا۔اس کی پجارنیں بھجن گاتی اور رقص کرتیں تھیں۔ وہ بکری کی

کھال زیب تن کرتی تھیں اور بکری کی قربانی پیش کرتی تھیں۔اس رسم کو طائفہ گوسفندی کہا جاتا ہے۔

یونان میں ۵۳۴ ق م میں دیوتاؤں کے حضور پیش کرنے والوں میں اچھے ڈراما اُردو ادب میں کب آیا اور کس کے زیرِ اثر آیا اس کا بیان بہ نظرِ غائر ضروری ہے۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں ڈراما زمانہ قدیم سے موجود ہے۔تقریباً چوتھی صدی قبل مسیح سے اس کے آثار ملتے ہیں۔سنسکرت صرف ونحو کے موجد پانِنی کے زمانے میں ڈرامائی آرٹ موجود تھا لیکن بعض محققین اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے اس کے استعمال کردہ لفظ ''نٹ'' سے خاموش ایکٹر مراد لی جاسکتی ہے۔

پاتانجلی کی مشہور تصنیف ''مہابھاس'' میں اصولِ ادار کاری کا ذِکر ملتا ہے۔

متعدد فنون کی طرح ہندوستانی علمائے کرام نے ڈراما کو بھی دیوتاؤں سے منسوب کیا ہے۔چنانچہ کہا گیا کہ ایک بار سارے دیوتا اور اندرمل کر برہما کے پاس گئے اور ان سے گزارش کی کہ ہمیں ایک ایسا آرٹ دیجیے جس سے سن اور دیکھ کر محظوظ ہوسکیں۔چنانچہ برہما نے رگ وید سے پاٹھ (الفا)

سامن وید سے سنگیت (موسیقی)

یجروید سے ابھینیے (اداکاری)

اور

اتھروید سے رس (جذبات)

لے کر نائیہ کلا کی تخلیق کی اور اسے بھرت منی کو دیا۔اس طرح ڈراما عالم وجود میں آیا۔

اس روایت کے برعکس دُنیا کی بہت سی اقوام اور ملکوں کے ادب کو مذہب نے جنم دیا اور اس میں مذہب کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔اس لیے باقی اصنافِ ادب کی طرح ڈراما نے بھی مذہب کا سہارا لیا۔یونان، یورپ اور ہندوستان ہر جگہ ڈرامے کو مذہبی تبلیغ کا ذریعہ بنایا گیا۔ڈراما کا آغاز ان مذاہب میں پہلے ہوا جہاں پر بت پرستی اور ان جیسی متعدد رسومات کا عام رواج تھا۔ان کی نسبت مسلم معاشرہ میں ڈراما بہت دیر سے ہوا کیونکہ مسلم معاشرہ میں تبلیغ کا ذریعہ محفلِ سماع، نعت، حمد اور شاعری وغیرہ تھا۔بت پرستی کا رواج ان میں نہ تھا اس لیے یہاں پر ڈراما شاہی زوال کے سبب تاخیر سے ہوا۔

سنسکرت ڈرامے کا آغاز، اعظم کالی داس کے عہد سے پہلے ہی ہوچکا تھا۔اپنے پیش رووں میں وہ بھاس، رسیلا اور کوی پتر کے نام بیان کرتا ہے جب کہ اشیوگھوش کا ذِکر اس کے ہاں نہیں ملتا۔ڈاکٹر وزیر آغا کے مطابق:

''اشوگھوش پہلی صدی عیسوی کا ڈراما نقاد ہے۔اس نے تین ڈرامے ''مہاتمابدھ''

کے فلسفے سے متعلق لکھے۔آ واز گھوش کو سنسکرت ڈراما کا باوا آدم بھی کہا جاتا ہے۔''

اس کے بعد ''بھاس'' کا نام اہم ہے۔ یہ بھی متعدد ڈراموں کا تخلیق کار ہے۔ اس کے بعد ''شودرک'' کا ڈراما ''مرچھ کٹک'' ہے۔ یہ ڈراما ہندوستان کے عہدِ وسطیٰ کے سماج کی تصویر یہ۔کشی کرتا ہے۔ اسے پیرس، نیویارک، آسلو، یورپ اور نیویارک میں سٹیج کیا گیا اور اس ڈراما کا جرمن، انگریزی، ہندی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

بعدازاں سنسکرت ڈراما عروج پر رہا۔ اسی دور میں ہندوستان میں اصنافِ ادب عروج پر تھیں لیکن مذہبی تبلیغ کے لیے ڈراما کا سہارا لیا گیا اس لیے حکمرانوں کی سرپرستی میں ڈرامانے دِن دُگنی رات چوگنی ترقی کی۔ اس کی مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ تین بادشاہ ڈراما نگار ہوگزرے ہیں۔ ان میں شودرک، ہرش اور وساکھدت ہیں۔

سنسکرت ڈرامے کی خصوصیات درج ذیل تھیں۔ ڈرامے کا آغاز ''حمد'' سے ہوتا ہے جو دیوتا کی شان میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مہتمم اپنی بیوی کے ساتھ سٹیج پر آتا ہے اور ڈرامے کی کہانی اور واقعات سے ناظرین کو آگاہ کرتا ہے۔ اس کے بعد ڈرامے کا باقاعدہ آغاز کیا جاتا ہے۔ سنسکرت ڈرامے زیادہ تر طربیہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ اذیت ناک اور تکلیف دہ واقعات ڈرامے میں رُونما ہوتے ہیں لیکن اس کا انجام ہمیشہ پُرمسرت ہوتا ہے۔ ڈراما متعدد ایکٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر ایکٹ میں ہیرو سٹیج پر آتا ہے لیکن جب ایکٹ ختم ہوتا ہے تو تمام کردار سٹیج پر آتے ہیں لیکن وحدتِ زماں کا تعلق ایک ایکٹ تک ہی محدود رہتا ہے۔ سنسکرت ڈرامے میں تمام کردار اپنے اوصاف میں یکساں رہتے ہیں۔ اچھے کردار اچھے اور بُرے کردعار ہمیشہ ہی بُرے رہتے ہیں۔ اس ڈرامے میں تاثرات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ محبت، جنگ، نفرت اور حسد کے جذبات کو سٹیج پر ادا کیا جاتا ہے۔ ہیروئن اور ہیرو کو ڈرامے میں قابلِ تحسین قرار دیا جاتا ہے۔

سنسکرت ڈراما نثر و نظم کا حسین امتزاج ہے۔ کچھ کرداروں کو پیش کرنے کے لیے شاعری کا سہارا لیا جاتا ہے۔

سنسکرت ڈرامے میں عام طور پر ایک سے زیادہ زبانوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

سنسکرت ڈراما پر یونانی تہذیب کے اثرات موجود ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہندوستان پر سکندرِ اعظم کے حملے سے یونانی تہذیب کے براہِ راست اثرات ہندوستانی تہذیب وتمدن پر مرتب ہوئے۔ چند محققین اس بات سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ اس سے ایک صدی قبل مسیح ہندوستان میں ڈرامے کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان محققین میں ایس سی بھٹ، کیتھ، بلونت گارگی اور ہورونز شامل ہیں۔

ان محققین کے مطابق ہندوستان میں ڈراما بذاتِ خود اپنا موجد ہے اور اس پر کسی تہذیب کا اثر نہیں ہے۔ اس کے آغاز میں ڈراما صرف پنڈت ڈراما نگاری کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور صرف برہمن ہی ڈراما دیکھتے تھے۔ عوام الناس کو ڈراما دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔

لیکن سنسکرت ڈراما جب عام لوگوں میں پیش نہیں کیا گیا تو سنسکرت زبان صرف خواص تک محدود رہی اور ڈراما صرف خواص تک محدود رہالیکن اس کا زوال اس وقت مزید ہوا جب ہندوستان پر بارہویں تیرہویں صدی میں مسلمانوں نے حملے کیے۔ ان حملوں کی وجہ سے حکمران، مسلم حملہ آوروں کے مدِمقابل آ گئے اور اس طرح ڈراما حکمران طبقے کے ہاتھوں سے نکل کر عوام الناس میں مقبول ہونے لگا۔ اس وجہ سے بعض محققین کا خیال ہے کہ ہندومت نے تبلیغ کے لیے ڈراما کا سہارالیا۔ ڈراما میں موسیقی کا سہارالیا جاتا جس سے عام لوگ خوش ہوتے اور ڈراما ذوق وشوق سے دیکھتے۔ اب ڈراما سڑک، بازاروں پر کیے جاتے تھے۔

اُردو ادب میں ڈراما ہندوستان میں ۱۹ویں صدی کے وسط میں ہوتا ہے جب کہ مختلف ادوار میں ڈراما پہلے ہی یہاں عروج وزوال کا شکار ہوتا رہا۔ اس سلسلے میں سیّد عبداللطیف کا کہنا یہ ہے کہ:

> ''موسیقی کی طرح ڈرامے کو بھی راسخ الاعتقاد مسلم فرقے نے ہمیشہ 'برا سمجھا' کیوں کہ مذہبی علماء نے بحیثیت فن دونوں کی مذمت کی۔ اس وجہ سے عربی اور فارسی شعرا نے اس موضوع کو کبھی نہ چھوا۔ موسیقی کو تو پھر بھی ایک مقام حاصل تھا کیونکہ صوفیوں کا ایک طبقہ سماع کی اجازت دیتا ہے۔ اورنگ زیب کے علاوہ سب مسلم حکمران فنونِ لطیفہ کے دِلدادہ تھے اور ان کی سرپرستی کی مگر ڈرامے سے تغافل برتا۔ دراصل ڈرامے کو مسلمانوں کی سماجی زندگی میں کوئی حیثیت حاصل نہیں ہوئی۔
>
> مسلم حکمران ہندوستان میں آسانی سے موسیقی کے فروغ کے ساتھ ڈرامے کو بھی فروغ دے سکتے تھے کیونکہ ہندوستان میں صدیوں سے ڈرامے کی روایت چلی آ رہی تھی مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا اور ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ مذہبی علماء اس کے خلاف تھے۔''

لیکن چند محققین کا یہ کہنا بھی ہے کہ جس طرح مسلم حکمرانوں نے ہندوستان میں متعدد فنونِ لطیفہ کی ترویج وترقی کے لیے اہم کردار ادا کیا تو اگر ڈراما Confuse بھی اس وقت سٹیج پر ہوتا تو اس کی ترقی کے لیے بھی کام کرتے۔ لیکن یہ سنسکرت زبان کے انحطاط کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔

دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اُردو زبان پر براہِ راست اثر زیادہ تر عربی، فارسی کا ہے اسلام میں تمثیل نگاری اور نقالی ممنوع ہے۔ اس لیے یہاں پر ڈراما کا عروج نہیں ہوا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں سنسکرت ڈرامے کا زوال ہو

چکا تھا جس کی وجہ سے یہاں پر ڈراما مزید نہیں لکھا گیا تھا۔لیکن یہاں پر ڈراما کی ابتدائی شکل میں موجود تھا۔اس کی مثال سرابی میلاؤں ہیں جو مذہبی تہواروں پر پیش کی جاتی تھیں لیکن ان میں اداکاروں کے رُوپ میں بھانڈ پن اور نقالی دیکھنے کو ملتی تھی۔

اُردو ڈراما میں ابتدائی کردار بھانڈوں کا ہے یہ نقالی عشقیہ لوک کھیل، اسلامی جنگ ناموں اور رزمیہ نظموں کا نام لینا بھی ضروری ہے۔اس سلسلے میں اُردو ڈراما پر شعری صنف مثنوی کا اثر ہے کیونکہ اس میں بھی ڈرامائیت پائی جاتی ہے۔

امانت کی ''اندرسبھا'' کی تقلید میں جو سبھائیں لکھی گئی ہیں وہ سب مثنوی کی طرز پر ہیں۔اُردو ڈراما کی ترقی و ترویج میں سوانگ، نوٹنکی، تھیٹر نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

نوٹنکی چونکہ ڈراما کی ترویج و ترقی کی ایک اہم صورت تھی۔اس لیے اِبتدائی نوٹنکی ہندی میں تھی۔اس لیے جو ڈرامے آسان ہندی میں تھے جو بعد ازاں اُردو زبان میں ترجمہ کر کے سٹیج کیے گئے۔ان میں سے چند ڈراموں کے نام درج ذیل ہیں:

''مہابھارت، ہریش چندر، خدادوست، لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، سلطان ڈاکو اور عالم آرا وغیرہ۔''

اُردو ڈراما کا آغاز باقاعدہ کب ہوا اور کس نے کیا یعنی اوّلین ڈراما نگار کون تھا اس سلسلے میں مختلف ماہرین کی مختلف رائے پائی جاتی ہیں۔بعض کے مطابق:

''واجد علی شاہ اُردو کا پہلا ڈراما نگار ہے اور اس کے رہس لیلا ''رادھا کنہیا کا قصہ'' پہلا اُردو ڈراما بتاتے ہیں۔''

جب کہ بعض محققین امانت کی ''اندرسبھا'' کو ڈرامے کا نقطۂ آغاز قرار دیتے ہیں۔تاہم ان دونوں میں ڈراما کی ادبی لطافت مفقود ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ اُردو ڈراما کی ابتدائی صورت تھی۔

اُردو ڈراما کی نشو و نما اور ترویج و ترقی کے لیے سلطان واجد علی شاہ کا زمانہ بہت کارگر ثابت ہوا۔سلطان واجد علی شاہ فن موسیقی کا دلدادہ تھا اور فنونِ لطیفہ، شعر و نغمہ، رقص و موسیقی کی سرپرستی خود کرتا تھا۔خود شاعر تھا اس لیے یہ دلیل مناسب معلوم ہوتی ہے کہ رہس اس کے دور میں وجود میں آئے اور ابتدائی ڈراما نگاری بھی اس نے کی۔واجد علی شاہ چونکہ خود حکمران تھا اس لیے اپنے محل میں اس نے ڈراما خواص تک ہی محدود رکھا۔موسیقی کا دلدادہ تھا اور رقص ے لیے جو طوائفیں تھیں ان کی تربیت بھی شاہی امور کے مطابق کی جاتی۔اسی زمانے میں ''امانت'' کی اندرسبھا بھی عوامی سٹیج پر منظر عام پر آئی۔اندرسبھا کی تصنیف کی وجہ امانت نے خود بھی بیان کی ہے۔

''زبان کی وابستگی سے گھر میں بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا تھا۔ ایک روز کا ذِکر ہے کہ حاجی۔ مرزا عابد علی بیگانہ ازلی توفیق، شفیق منس، غم خوار، قدیمی جاں نثار، شاگرد اول، موزوں طبیعت، تخلص عبادت، عاشق کلام، امانت، انھوں نے ازراہِ محبت کہا کہ بے کار بیٹھے بیٹھے گھبرانا عبث ہے۔ ایسا کوئی جلسہ رہس کے طور پر طبع زاد نظم کیا جائے کہ دو چار گھڑی دِل لگی کی صورت ہوئے اور خلق میں شہرت پائے۔ آخرالامر موافق ان کی فرمائش کے بندہ اس کہنے پر آمادہ ہوا۔''

اس دور میں امانت نے اندر سبھا تصنیف کیا اور گلی گلی، کوچہ کوچہ اس کی شہرت ہوگئی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ اُردو کا پہلا ڈراما نہ سہی لیکن پہلا عوامی ڈراما ضرور تھا۔ اس کی کامیابی اس طرح اُمر ہے کہ یہ متعدد زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ سٹیج بھی کہا گیا۔ گجراتی، جرمن، ناگری اور مرہٹی زبان میں اس کا ترجمہ کیا گیا۔ بعد ازاں اندر سنبھا کی شہرت سے متاثر ہوکر فرخ سبھا، راحت سبھا، جشن پرستان، ہوائی مجلس دید، ناٹک جہاں گیر، اندر سبھا (ماری لال) لکھی گئی۔

اودھ کے بعد اُردو ڈرامانے بنگال میں ترقی کی۔ ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کے بعد زیادہ تر کمپنیاں بنگال میں سرمایہ کاری کر رہی تھیں اس لیے یہاں پر بھی ڈراما کافی مشہور رہا۔

بنگال میں ڈراما انگریزی زبان سے بنگالی میں ترجمہ کیا گیا۔ یہ ڈراما ۱۷۹۵ء میں سٹیج پر پیش کیا گیا۔ بنگالی ڈراما کی کامیابی دیکھ کر ''فیض بخش کانپوری'' نے نوابان ڈھاکہ کے مشورے سے اُردو سٹیج کا آغاز کیا۔ اندر سنبھا کی کامیابی کے باعث نئے ڈرامے لکھے جانے لگے۔ اسی کی تقلید میں ''شیخ پیر بخش کانپوری'' نے ''ناٹک سبھا'' لکھا۔ بنگال میں بہت سی کمپنیاں ڈراما سٹیج کرنے کے لیے کھولی گئیں۔ ان میں ''فرحت افزا تھیٹریکل کمپنی''، ''حسن افزا کمپنی''، ''لائن تھیٹر'' تھیں۔ ان کمپنیوں نے بہت سے کامیاب ڈرامے سٹیج کیے۔

بنگال کے بعد بمبئی میں اُردو ڈرامانے ترقی کی جو اُردو ڈراما کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''بلونت گارگی'' کے مطابق:

''۱۸۴۶ء میں جگناتھ شنکر سیٹھ نے ایک پرائیویٹ تھیٹر تعمیر کرایا جس میں انگریزی اور ہندوستانی کھیل دکھائے جاتے تھے۔''

اس تھیٹر میں گجراتی، مرہٹی اور اُردو ڈرامے دکھائے جاتے تھے۔

مؤرخین کے مطابق بمبئی میں ڈراما کا آغاز ''راجہ گوپی چند اور جالندھر'' سے ہوتا ہے جو ''ڈاکٹر بھاؤ داجی لاڈ'' نے

لکھا اور ہندو ڈرامیٹک کور کے مرہٹہ اداکاروں نے سٹیج کیا۔ اس ڈرامے کو پیش کرنے کا زمانہ ۲۶ نومبر ۱۸۵۳ء سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد ڈرامائی سرگرمیوں میں آغاز ہوتا ہی گیا۔ اسی لیے یہاں پر بھی بنگال کی طرح مختلف کمپنیاں قائم ہوتی چلی گئیں۔ ان میں درج ذیل شامل تھیں:

۱۔ امیچور ڈرامیٹک کلب

۲۔ الفنسٹن۔ ڈرامیٹک کلب

۳۔ اوریجنل وکٹوریہ کلب

۴۔ الفنسٹن۔ امیچورس

۵۔ پرشیسن ناٹک منڈلی

۶۔ پرشین زوراسٹرین ناٹک منڈلی

۷۔ پارسی ناٹک منڈلی

۸۔ زوراسٹرین ناٹک منڈلی

۹۔ شیکسپیئرس ناٹک منڈلی

۱۰۔ وکٹوریہ ناٹک منڈلی

۱۱۔ ہندی ناٹک منڈلی

یہ تمام کمپنیاں انگریزی، اُردو، گجراتی اور مرہٹی ڈرامے دکھاتی تھیں۔ بمبئی میں ڈراما کی ترقی کافی حد تک پارسیوں کی مرہونِ منت رہی۔

بلونت رائے کا اس کا متعلق بیان ہے کہ:

> ''پارسی اربابِ ذوق پہلی پیشہ ور کمپنی کے بانی تھے جس میں ہندوستانی زبان ڈرامے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ ہر پارسی کمپنی کے اپنے ڈراما نگار ڈائریکٹر اور کام کرنے والے ہوتے تھے۔ زیادہ تر ڈراموں کا موضوع وفاداری، سچائی اور شرافت ہوتا تھا اور ان کے قصے دیومالا، قرونِ وسطیٰ کی داستانوں اور شیکسپیئر کے ڈراموں پر مبنی ہوتے تھے۔''

بمبئی میں ڈرامانے اتنی ترقی کی کہ تجارتی فوائد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کمپنیوں نے ہندوستان کے دوسرے شہروں کا رُخ کیا۔ ان میں پہلا پڑاؤ دکن میں ہوا۔ یہاں پر ۱۸۷۲ء میں جب کمپنی پہنچی تو سر سالارِ جنگ نے یہاں پر کمپنی

میں کام کرنے والوں کی میزبانی کی یہاں اس سے پہلے ڈراما مفقود تھا۔ اس لیے یہاں کے لوگ یہ تماشے دیکھ کر خوش ہوئے اور بعد میں کمپنی واپس بمبئی چلی گئی۔ اس کمپنی کا دوسرا پڑاؤ دہلی میں تھا۔

۱۸۷۶ء میں ''دی اوریجنل وکٹوریہ کلب'' کمپنی بنائی گئی اور جشن شاہی میں شرکت کرنے کے لیے دہلی گئی۔

پٹیل کمپنی تجارتی اغراض و مقاصد کے لیے لکھنؤ پہنچی یہاں پر ڈراما کا اثر رنگین ماحول کی وجہ سے پہلے ہی موجود تھا اس لیے کمپنی کو یہاں پر بھی کامیابی ملی۔

پٹیل کمپنی ۱۸۷۷ء میں پہلی بار کلکتہ گئی اور یہاں پر ''امانت'' کا ''اندر سبھا'' سٹیج کیا گیا۔ جسے بے پناہ شہرت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد کمپنی پونا، بنارس، جے پور گئی جہاں پر اس کو بے پناہ شہرت نصیب ہوئی اس کے بعد لندن گئی تو وہاں پر سخت ناکامی ہوئی۔

ڈراما نگاروں کو انعام دیا جانے لگا۔ پہلا انعام حاصل کرنے والا ڈراما نگار تھیپسس تھا۔ انعام نوازنے کی وجہ سے ڈرامانے بہت ترقی کی۔ اس کے ۱۰ سال پہلے اسکائی لس کا ذکر ملتا ہے۔ اس نے ۹۰ ڈرامے تحریر کیے۔ اس کے بعد یونان کا تیسرا ڈراما نگار یوری پی ڈیز ہے اس نے بھی تقریباً ۹۰ ڈرامے لکھے۔ اسے فلسفی تھیٹر بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے چوتھی صدی قبل مسیح میں یونان میں ڈراما زوال کا شکار ہو گیا۔

یونانی ڈرامے کے اثرات رومن ڈرامے پر بہت زیادہ ہیں۔ ایک لمبے عرصے تک رومن ڈرامے یونانی ڈرامے کی تقلید میں لکھے جاتے رہے لیکن اس میں رومن سماج کی عکاسی کی جاتی رہی۔

۲۰۰ قبل مسیح میں ہر سال پانچ سے گیارہ دن تک ڈرامے سٹیج کیے جاتے رہے جو سرکاری سرپرستی میں ہوتے تھے۔ آگسٹس کے عہد میں ہر سال ۴۰ دن تک ڈراما کھیلا جاتا تھا۔ ڈراما لکھنے والوں کو معاوضہ ادا کیا جاتا تھا لیکن ڈرامابینوں سے کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں روم میں ڈراما زوال پذیر ہو گیا لیکن ختم نہیں ہوا بعد ازاں ڈراما نے مزید ترقی کی۔

ہندوستان میں ہندو اپنی عبادات ڈرامائی انداز میں پیش کرتے تھے جو کہ ہندو مذہب کی تبلیغ کا بھی ایک ذریعہ تھا۔ اس لیے رام لیلا میں ڈرامائی انداز میں ملتے ہیں۔ ہندو مذہب میں ۴ ویدوں کا پڑھنا عوام الناس کے لیے موزوں تھا۔ اس لیے برہما نے بھرت منی سے کہا کہ وہ کرشن اور گوپی کے ناچ کو عوام الناس میں پھیلا دیں۔ سو اس کی تکمیل کے نتیجے میں رادھا کنہیا کا رہس وجود میں آیا۔ محققین اس سلسلے میں تضاد رائے رکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں ''تاجور سامری'' کی رائے یہ ہے کہ ناٹیہ اور شاستر قدیم ترین تصنیف ہے وہ کہتے ہیں کہ:

''جس زمانے میں دوسرے ممالک کی موجودگی کا بھی علم نہ تھا اس وقت مہامنی

بھرت نے برہما جی کے حکم سے دیوتاؤں کے لیے ڈراما ایجاد کیا۔‘‘

اسی طرح دوسرے محقق ڈاکٹر صفدر آہ کا نظریہ یہ ہے کہ

’’ناٹیہ شاستر کو 1200 قبل مسیح کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔‘‘

کیونکہ ان کے نزدیک مہابھارت اور رامائن کے بنیادی کرداروں رام اور کرشن کا کردار مفقود ہے۔ چونکہ مہابھارت کا زمانہ ۶۰۰ قبل مسیح ہے۔ لہٰذا ناٹیہ شاستر اس سے پہلے کی تصنیف ہے مگر وہ اس پر بھی اصرار کرتے ہیں کہ ناٹیہ شاستر میں بعدازاں اضافہ ہوتا رہا ہے۔

اُردو ادب پر براہِ راست انگریزی زبان کا اثر ہوا اور متعدد اصنافِ ادب اُردو انگریزی ادب سے مستعار لی گئیں۔ اسی طرح اُردو ڈراما پر بھی انگریزی ڈراما کا اثر ہے۔ اُردو ڈراما کے آغاز میں ہی انگریزوں کی حکومت ہندوستان میں شروع ہوئی اپنے ساتھ لائی ہوئی اصنافِ ادب میں ترقی یافتہ شکل میں صرف ڈراما تھا۔ اس لیے اس کا زیادہ اثر اُردو ڈراما پر ہوا۔ شیکسپیئر اور اس کے ہم عہد ڈراما نگاروں کے بہت سے ڈرامے اُردو میں ترجمہ کیے گئے۔ کسی ملک کی زبان و تہذیب کو اپنی زبان میں پیش کرنا اگرچہ ایک دُشوار گزار عمل ہے مغربی تہذیب و معاشرت کو ہندوستان میں ڈراما کی صورت میں سٹیج پر پیش کرنا، ناممکن ہے لیکن اسے اُردو زبان میں ترجمہ کر کے اس صورت میں پیش کیا اس کو کامیابی حاصل ہوئی۔

مغربی ڈراموں کے نام ذیل میں دیئے گئے ہیں۔ جو انگریزی زبان سے اُردو زبان میں ترجمہ کیے گئے۔ ان کی تفصیل یوں ہے:

ہیملٹ کے ڈراما کا پلاٹ منشی مہدی حسن نے مستعار لیا اور اس کا ترجمہ ’’خونِ ناحق‘‘ کے نام سے کیا۔ اس کے علاوہ امراؤ علی لکھنوی نے ’’جہاں گیری‘‘ کے نام سے بھی ترجمہ کیا۔

میکبتھ انگریزی زبان کا ڈراما نگار ہے۔ اس کے ڈراما کی طرز پر آغا حشر نے ’’خوابِ ہستی‘‘ تحریر کیا۔ اس کے علاوہ عنایت اللہ دہلوی نے میکبتھ کے عنوان سے اس کا ترجمہ کیا۔ شیکسپیئر کے اوتھیلو کو ہندوستان میں بے پناہ مقبولیت ہوئی اور اس کے تراجم بھی مختلف لوگوں نے کیے۔

منشی مہدی حسن نے ’’شہیدِ وفا‘‘ کے نام سے ترجمہ کیا۔ نظر دہلوی نے ’’شیر دِل‘‘ کے نام سے ترجمہ کیا۔ احمد حسین خان نے ’’جعفر‘‘ کے نام سے ترجمہ کیا۔ سجاد حسین جوہر بنارسی نے ’’اوتھیلو‘‘ کے نام سے ترجمہ کیا۔

شیکسپیئر کا ڈراما رومیو اینڈ جیولٹ بھی اُردو زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

مہر حسن نے ’’بزمِ فانی‘‘ کے نام سے ترجمہ کیا۔

محمد شاہ نے بھی ’’بزمِ فانی‘‘ کے نام سے ترجمہ کیا۔

مہدی حسن خان ''گلنار فیروز'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

جی ایل سیٹھ نے ''گل سازی فیروز'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

جوالا پرشاد برق نے ''معشوقہ فرنگ'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

غنی بدایونی نے ''بزمِ فانی عرف دھوکہ دھڑی'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

ٹائٹس اینڈرونیکس کا ترجمہ بھی اُردو زبان میں کیا گیا۔

اے۔بی۔لطیف شاد نے ''جنونِ وفا'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

دی کامیڈی آف ایررز شیکسپیئر کا یہ ڈراما دو لوگوں نے ترجمہ کیا جب کہ ایک نے ماخوذ کیا۔ فیروز شاہ خان نے ''بھول بھلیاں'' کے نام سے ترجمہ کیا۔ جب کہ عبدالکریم نے بھی ''بھول بھلیاں'' کے نام سے ہی ترجمہ کیا۔ نارائن بے تاب نے اس کے پلاٹ پر ''گورکھ دھندا'' لکھا۔

مرچنٹ آف وینس کے تراجم عاشق حسین نے ''وینس کے سوداگر''، احسن لکھنوی نے ''دِل فروش''، نذر محمد فتح علی نے ''تاجر وینس''، افسون شاہ جہاں پوری نے ''دِل فروش'' کے نام سے ترجمے کیے۔

''ایز یو لائک اٹ'' کے ترجمے چرن داس نے اس کا ترجمہ ''دلپذیر'' کے نام سے کیا۔ پنڈت بیتاب دہلوی نے ''جو آپ پسند کریں'' کے نام سے کیا۔ ولایت حسین نے ''پسند خاطر'' کے نام سے ترجمہ کیا۔ راجہ رشید احمد نے ''عالم محبت'' کے نام سے ترجمہ کیا۔ سعید الحق عاشق دہلوی نے ''من کی چاہ'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

سیمبلائن اُردو سٹیج پر کامیابی حاصل کر سکا۔

ایمپریس تھیٹریکل کمپنی نے بمبئی نے اس کا ترجمہ ''ظلم ناروا'' کے نام سے پیش کیا۔

منشی مصطفیٰ سیّد علی نے اس کا ترجمہ ''میٹھا زہر'' کے نام سے کیا۔ عبدالعزیز ''سمبلین'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

منشی کریم الدین نے ''خداداد'' پیری کلس کے پلاٹ پر لکھا۔

آغا حشر نے اس کے پلاٹ پر ''شہید ناز'' کے نام سے ڈراما لکھا۔

''دی ونیٹرس ٹیل'' "The winters Tale" غنی بدایونی نے ''زہری ناگن عرف داغ جگر'' کا پلاٹ اس سے اخذ کیا۔ آغا حشر نے اس کے پلاٹ پر ''مرید شک'' لکھا۔

اے مڈسمر نائٹ ڈریم (A midsummer night dream) محمد اظہر نے ''جامِ اُلفت'' کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ امیر احمد علوی نے ''خواب پریشاں'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

ٹویلوتھ نائٹ (Twetfeth Night) منشی مہدی حسن نے ''بھول بھلیاں'' کے نام سے ترجمہ کیا۔ غنی بدایونی

نے بھی ''بھول بھلیاں'' کے نام سے ترجمہ کیا۔ سعید الحق عاشق دسنولی نے ''خوش انجام'' کے نام سے اس کا اُردو ترجمہ کیا۔

مچھ ایڈو اباوٗٹ نتھنگ (Much ado About Nothing) لالہ سیتارام نے ''دامِ محبت'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

ڈی ٹمپسٹ (The Tempest)، محمد شفیع الدین خاں نے ''فرڈی ننیڈ وفرنڈا'' کے نام سے اس کا اُردو زبان میں ترجمہ کیا۔ محمد شفیع الدین خان نے اس کا ترجمہ ''تیر نگاہ'' کے نام سے کیا۔

لوز لیبر لوسٹ (Loves Labour Lost) محمد سلیمان نے ''یاروں کی محنت برباد'' کے نام سے اس کا ترجمہ کیا۔

جولیس سیزر (Julius Ceasar) کا ترجمہ سیّد تفضّل حسین ناثر نے جولیس سیزر کے نام سے کیا۔

آلز ویل دیٹ انڈز ویل (Alls well that ends well) پارس کمپنی نے ''حسن آرا'' کے نام سے اس کا ترجمہ کیا۔

کنگ ہنری دی ففتھ (King Henry the fifth) سیّد تفضّل حسین ناثر نے ''تسخیر فرانس'' کے نام سے اس کا ترجمہ کیا۔ سعید الحق عاشق دسنولی ایم اے نے ''ہنری پنجم'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

دی جوئس (The Jewess) ڈبلیو۔ ٹی۔ مان۔ کریف کا یہ ڈراما منشی طالب نے کرشمہ قدرت عرف اپنی یا پرائی، کے نام سے ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ آغا حشر نے ''یہودی کی لڑکی'' کا پلاٹ اس ڈرامے سے اخذ کیا۔ علاوہ ازیں اس ڈرامے کے دو ماخوذے بھی ہیں۔

دی لیڈی آف لیونس (The Lady of Lyons) لارڈ لٹن کا یہ ڈراما منشی مراد علی نے ''دھوپ چھاؤں'' کے نام سے ترجمہ کیا۔

دی ورجن مارٹر (The Virgin Martyr) منشی نازاں نے ''حور عرب کے نام سے اس کا ترجمہ کیا۔

پزارو (Pizzaro) کو آغا حشر نے اُردو میں ''اسیر حرص'' کے نام سے پیش کیا۔

افسوسِ شاہ جہاں پوری نے اوّل جلول کے نام سے اس کا ترجمہ کیا۔

دی ٹاور آف نیزل (The tower of Nasle) منشی محشر نے ''خونِ جگر'' کے نام سے اس کا ترجمہ کیا۔

نائٹ اینڈ ڈے (Night and Day) طالب بنارسی نے ''لیل و نہار عرف تماشائے خوش گلو' اس ڈرامے پلاٹ پر تحریر کیا۔ جن تراجم کا ذکر کیا گیا اور ماخوذات بیان کیے گئے وہ اسٹیج پر کامیاب رہے اور اُردو ڈراما پر مثبت اثرات مرتب کیے۔ انگریزی ڈراما کے زیرِ اثر اُردو ڈراما نے بہت سی کامیابیاں حاصل کیں۔ جہاں پر متعدد اصنافِ ادب انگریزی کے اثرات اُردو زبان و ادب پر رُونما ہوئے وہیں پر ڈراما کی اہمیت بھی مسلم ہے۔ ایک طرف تو اس میں خوش آئین ادبی

تبدیلیاں رُونما ہوئیں اور دوسری طرف مالی مفاد کے لیے بھی بے پناہ فائدہ مند ثابت ہوئیں۔

معدودے چند لوگوں کی کاوشوں کی وجہ سے انگریزی ڈراما کا مرجمہ اُردو زبان میں کیے جارہے ہیں اور کوشش یہ کی جارہی ہے کہ انگریزی زبان کے شاہکار اُردو میں ترجمہ کیے جائیں تاکہ اس کی اہمیت وافادیت سے لوگ آشنا ہوسکیں۔ ان لوگوں میں ڈاکٹر سیّد عابد حسین، ڈاکٹر منیب الرحمٰن، سجاد ظہیر، عنایت اللہ دہلوی، فضل الرحمٰن اور مجنوں گورکھپوری کے نام قابلِ ذِکر ہیں۔ اس کے علاوہ ای۔ القاضی کا اسکول آف ڈراما خاص طور پر قابلِ ذِکر ہیں۔

باب دوم

سید امتیاز علی تاج شخصیت اور فن

انارکلی کا اجمالی تعارف

سیّد امتیاز علی تاج

سوانحی خاکہ

دُنیائے ادب کا یہ درخشاں ستارہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے، والد کا نام ممتاز علی اور والدہ کا نام محمدی بیگم تھا(۱)۔ تاج کے والدین علمی و ادبی میدان کے مسافر تھے۔ انھوں نے تاج کی پرورش کچھ اس انداز سے کی کہ تاج کے مستقبل میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

تاج کا سلسلۂ نسب

> ''سیّد امتیاز علی تاج بن ممتاز علی بن ذوالفقار علی بن ستار علی بن حمد علی بن احمد علی بن باقر علی بن محمد صالح بن ابوسعید بن سلطان غوث، صدرالدین بن احمد پیر بن جلال الدین بن ابوالموید بن جعفر ثالث بن محمد بن محمود بن احمد بن عبداللہ بن امام حسن عسکری بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن فاطمۃ الزہراؑ بنت محمدﷺ ۲۶ پشتوں سے ہوتا ہوا نبی کریمﷺ سے جا ملتا ہے۔(۲)

سیّد امتیاز علی تاج کے والد ادیب، مذہبی عالم اور باکمال صحافی تھے۔ اپنے عہد کے اعتبار سے مولانا حالی، محمد حسین آزاد، شبلی نعمانی اور سرسیّد احمد خان کے دوستوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے قابل شاگرد بھی تھے۔

سیّد امتیاز علی تاج کے والد ممتاز علی ۲۷ ستمبر ۱۸۶۷ء میں راولپنڈی میں پیدا ہوئے (۳)۔ ابتدائی تعلیم دیوبند میں حاصل کی فقہ اور منطق اور راولپنڈی میں پڑھی۔ ۱۳ سال کی عمر میں دیوبند کی مدرسہ عربیہ میں داخل ہوئے جہاں بنیادی عربی زبان سیکھی۔ اپنے والد کے ساتھ فیروز پور گئے تو وہاں پر انگریزی زبان سیکھی۔ ۱۸۷۶ء میں گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہوئے، وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا لیکن ایف اے کے بعد بی اے کا امتحان پاس نہ کر سکے۔ اور ''پنجاب چیف کورٹ'' میں مترجم مقرر ہو گئے۔ ۱۸۹۱ء میں بیماری کی شدت کی وجہ سے نوکری کو خیر باد کہہ دیا اور اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ اور باقی زندگی ادبی و صحافتی حوالے سے گزاری۔

ممتاز علی نے اپنی زندگی میں متعدد اخبارات اور رسائل شائع کیے جو اس دور میں انقلابی حیثیت کے حامل تھے۔ ''تہذیبِ نسواں'' خواتین میں شعور کی بیداری کے لیے اخبار تھا جس کی مدیرہ تاج کی والدہ مہدی بیگم تھیں۔

''مشیرِ مادر'' کی اشاعت ماہانہ ہوتی تھی۔ ممتاز علی نے بچوں کے لیے ایک اخبار بھی جاری کیا جو زیادہ دیر چلا نہ سکے۔ گوناں گوں مصروفیات کی وجہ سے بند کرنا پڑا۔ ان کے علاوہ ''دارالاشاعت پنجاب'' کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ ''رفاہِ عام اسٹیم پریس'' بھی قائم کیا۔

ممتاز علی نے علمی و ادبی تصانیف بھی چھوڑی ہیں۔ ان کی شہرت یافتہ کتابوں میں ''تذکرۃ الانبیاء''، ''حقوق النسواں''، ''ردالملاحدۃ''، ''زادالمعاد''، ''شیخ حسین'' سرفہرست ہیں۔ لیکن ان کا اہم کارنامہ ''تفصیل القرآن'' ہے۔ اس میں قرآنی آیات با اعتبار مفہوم بیان کی گئی ہیں۔ یہ کتاب ممتاز علی کی عناصرِ خمسہ کے ساتھ دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کارنامے کے اعتبار سے اس کتاب کے لیے پوری جماعت درکار تھی جو ممتاز علی نے تن تنہا مکمل کیا۔ ادبی تاریخ کا یہ ستارہ ۱۹۳۵ء کو لاہور میں ابدی نیند سو گیا لیکن ان کی وصیت کے مطابق ان کا جسدِ خاکی دیوبند میں ان کے آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔

تاج کی والدہ بھی کسی طور علمی و ادبی میدان میں تاج کے والد سے پیچھے نہ تھیں (۴)۔ محمدی بیگم کو نہ صرف اُردو بلکہ عربی، ہندی، فارسی، انگریزی زبان سے بھی شناسائی تھی۔ انھیں باقاعدہ تربیت دی گئی یہی وجہ ہے کہ جب ''تہذیبِ نسواں'' جاری کیا گیا تو انھیں انتظامی نوعیت کا کوئی مسئلہ پیش نہ آیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے محمدی بیگم نے ماؤں کے لیے ایک رسالہ بھی شائع کیا۔ جس کا نام ''مشیرِ مادر'' رکھا۔ اس کے علاوہ ایک رسالہ کی اشاعت کا اِرادہ ہی کیا تھا کہ عمر نے داغِ مفارقت دے دیا۔ تاہم بعدازاں تاج نے اس کی اشاعت کی۔ محمدی بیگم رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ بالخصوص ایسے کام جو خواتین کی فلاح و بہبود میں اہم کردار ادا کر سکتے ہوں۔ ان میں ''مجلس تہذیبِ نسواں''، ''انجمن خاتونانِ ہمدرد''، ''زنانہ سٹور''، ''پردہ پارٹی''، ''تہذیب فنڈ''، ''خیرات فنڈ''، ''تہذیبی فنڈ'' شامل ہیں۔

اگر تاج نے اپنی عملی زندگی میں آگے چل کر ادب کے حوالے سے اہم کارنامے سرانجام دیئے تو اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ علم و ادب تاج کی رگ رگ میں خون کی روانی کی طرح رچا بسا ہوا تھا اور باقی کسر ان کی تربیت نے پوری کر دی تھی۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کی والدہ نے گھر پر کی۔

تاج نے میٹرک ۱۹۱۵ء میں (۵) ''سنٹرل ماڈل سکول'' لاہور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف ایس سی میں اپنے والد کے کہنے پر داخلہ لیا لیکن ایف ایس سی میں ناکام ہو گئے اور پھر ایف اے کیا۔ ۱۹۲۲ء میں اچھے نمبروں سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ایم اے انگریزی میں داخلہ بھی لیا مگر مطلوبہ حاضریاں نہ ہونے کی صورت میں ان کا داخلہ امتحان کے لیے نہ جا سکا اس اتنا صدمہ لیا کہ سلسلۂ تعلیم منقطع کر دیا۔

تاج کی پہلی ادبی و تخلیقی کاوش ایک لطیفہ تھی (۶)۔ جو ۲۰ نومبر ۱۹۰۹ء کے پھول رسالہ میں چھپی چند ہی دِنوں میں پہلی کہانی ''گائے والا لڑکا'' شائع ہوئی۔ ایک ماہ کے بعد ہی دوسری کہانی ''کچھ پروا نہیں'' چھپی۔ ۱۹۱۰ء میں تاج کی ۴

کہانیاں شائع ہوئیں جن کے نام بالترتیب ''قاضی کا انصاف''، ''بادشاہ اور چڑیاں''، ''میری چھٹیاں'' اور ''دو بے وقوف اور دو عقل مند بکریاں'' چھپی۔ تاج کی ابتدائی کہانیاں ''پھول'' میں شائع ہوتی رہیں۔ ۱۹۱۴ء میں چودہ سال کی عمر میں تین طویل کہانیاں ''سمندری شہزادی''، ''موت کا راگ'' اور ''ابوالحسن'' کتابی صورت میں شائع ہوئیں۔ تاج نے کالج کے زمانہ سے ہی اداکاری کا آغاز کر دیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ''کہکشاں'' کی صدارت بھی کرتے رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایف ایس سی میں بُری طرح ناکام ہوگئے۔ تاج نے سائنس چھوڑ کر ایف اے کر لیا لیکن سائنس کی تعلیم سے اِستفادہ انھوں نے بعض سائنسی مضامین کی صورت میں ظاہر کی۔ سائنس سے متعلق اکثر مضامین ''تہذیبِ نسواں'' میں چھپتے رہے۔ تاج نے بی۔ اے میں مضامین کا انتخاب کیا تو فارسی کو بھی منتخب کیا انتہائی لگن سے فارسی پڑھی جس کی واضح چھاپ انارکلی پر نظر آتی ہے۔ فارسی محاورے اور الفاظ کس روانگی سے لکھے ہیں۔ تاج نے فارسی کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں بھی مہارت پیدا کر لی تھی۔ بعد میں لکھے گئے ڈراموں پر ان کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔

تاج اپنے والدین کی طرح ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتے اور کالج کی شاید ہی کوئی تقریب ایسی ہو جس کی صدارت تاج نے نہ کی ہو۔ حتیٰ کہ اپنے اُستاد پروفیسر سوندھی کی ہدایت کے مطابق تاج نے اپنے ڈرامے ایمان کا فیصلہ کی ہدایات بھی دیں۔ تاج نے نثر کے ساتھ شاعری کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور کالج کے زمانے میں ہونے والے مشاعروں میں اپنے کلام کے ساتھ شریک ہوتے۔

تاج کو شاعری اور آواز کی نغمگی گھٹی میں ملی تھیں جب دانا والدہ ننھے تاج کو اُٹھائے ہوئے میٹھی میٹھی آواز میں لوریاں سناتی تھیں۔ تو وہ تاج کی طبیعت میں رچ بس جاتیں۔ جب تاج کی منگنی ہوئی تو تاج نے یہ شوخ شعر اس موقع پر کیا۔

ے بڑھ گئیں تم سے تو مِل کر اور بھی بے تابیاں
ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دِل کو شکیبا کر دیا

تاج کی اہلیہ حجاب خود بھی ایک ادبی شخصیت تھیں۔ تاج نے اپنی زندگی میں کون کون سے موضوعات پر کتابیں نہ لکھیں تھیں۔ بچوں کی کہانیاں، فلمیں، ڈرامے، مذہبی کتابیں، ترجمے، افسانے، دیباچہ نگاری، مضامین، بچوں کے لیے ڈرامے، نصابی کتابیں، تبصرہ نگاری، ریڈیائی محاسن۔

اُنہتر سال چھ ماہ کی عمر میں اس فرد نے کون سا کام نہ کیا جو علم و ادب کے لیے مفید تھا۔

تاج کی ابتدائی تصنیفات میں بچوں کی کہانیاں شامل ہیں۔ چودہ سال کی عمر میں پہلی تصنیف کہانی ہی تھی۔ بچوں کے ادب کے سلسلے کی پہلی کڑی ''کہکشاں'' رسالہ جس کا مقصد نہ صرف بچوں کے متعلق کہانیاں اور نظمیں لکھنا تھا بلکہ اس میں

سائنسی اور مذہبی معلومات کا اجراء بھی کیا گیا۔ علمائے کرام اور معروف ادیبوں کے کلام بھی چھپتے رہے۔(۷)

بچوں کے لیے لکھی گئی طویل کہانیوں کے نام درج ذیل ہیں:

''موت کا راگ''، ''سمندری شہزادی''، ''ابوالحسن''، ''یزوٹیا''، ''بچوں کی بہادری''، ''سپاہی اور درویش''، ''پھولوں کی کلیاں''، ''جادو کا برج''، ''جھوٹ موٹ کا بھوت''، ''شہزادہ عزیز''، ''بقراط اور جالینوس''، ''گدگدی''، ''پرستان''، ''بادشاہوں کی کہانیاں''، ''چڑیا خانہ''، ''ٹھگوں کی کہانیاں''(۱۹۳۹ء)، ''شہزادیوں کی کہانیاں''، '' گڑیوں کی کہانیاں''، ''بھوتوں کی کہانیاں''، ''آج کل کی کہانیاں''، ''شہزادوں کی کہانیاں''، ''سراغ رسانی کی کہانیاں''، ''طلسمات کی کہانیاں''(۱۹۴۱ء)، ''بہنوں کی کہانیاں''، ''وزیروں کی کہانیاں''، ''جادو کی کہانیاں''، ''سانپوں کی کہانیاں''، ''جنوں کی کہانیاں''، ''خزانوں کی کہانیاں''، ''ناٹکوں کی کہانیں''، ''ہنسی کی کہانیاں''، ''نجومیوں کی کہانیاں''، ''بونوں کی کہانیاں''، ''بھائیوں کی کہانیاں''، ''درویشوں کی کہانیاں''، ''بہنوں کی کہانیاں''، ''خانہ بدوشوں کی کہانیاں''، ''لکڑہاروں کی کہانیاں''، ''وزیروں کی کہانیاں''، ''بربیل کی کہانیاں''، ''بچپن کی کہانیاں''، ''انتقام کی کہانیاں''، ''حاتم طائی کی کہانیاں''، ''ملادو پیازہ کی کہانیاں''، ''کسانوں کی کہانیاں''، ''لڑکوں کی کہانیاں''، ''لڑکیوں کی کہانیاں''، ''پیغمبروں کی کہانیاں''، ''شاہوں کی کہانیاں''، ''اسکولوں کی کہانیاں''، ''انصاف کی کہانیاں''، ''کنجوسوں کی کہانیاں''، ''شاہوں کی کہانیاں''

تاج نے بہت سی فلموں کی کہانیاں بھی لکھیں جن کے مکالمے جاندار تھے۔ ان فلموں کے نام درج ذیل ہیں:

''خاندان''، ''خاموش''، ''سہاگ کا دِن''، ''سورگ کی سیڑھی''، ''شیریں فرہاد''، ''آئی بہار''، ''شہر سے دُور''، ''پگڈنڈی''، ''سوامی''، ''زمیندار''، ''لختِ جگر''، ''جیل یاترا''، ''دھمکی''، (۸) ''جھمکے''، ''پونجی''،(۹) کاروانِ حیات''، ''سہارانا پرتاب''، ''تارا''، ''گل نار''، ''یہودی کی لڑکی''، ''شرنارتھی''، ''زہر عشق''،(۱۰) ''آج کل''، ''زنجیر''، ''انارکلی''، ''پت جھڑ''، ''لیلیٰ''، ''چمن

وے''،(۱۱) ''انتظار''، ''سفید خون''، ''جانِ بہار''،''جھومر''،''شام ڈھلے''،''انارکلی''

قیامِ پاکستان کے بعد مغربی محکمہ اطلاعات نے پاکستان کی تاریخ کے بارے میں دستاویزی فلمیں بنائی جو تاج کی تحریر کردہ تھیں، جن کے نام درج ذیل ہیں: (۱۲)

''شہنشاہِ ایران''،''دوسرے اولمپک کھیل پاکستان میں''،''ایک ملاح کی زندگی''،''اسٹیٹ بینک آف پاکستان''،''پنچایت''،''شمال مغربی صوبے میں انتخاب''، ''وادی کاغان''،''یومِ جمہوریہ''،''کشتی کا مقابلہ''،''قائداعظم مرحوم''،''کاروانِ سرحد''،''لاہور کا قلعہ''،''ہمارے گورنر جنرل''

مضامین

تاج نے مختلف اصنافِ ادب اُردو پر مضامین بھی لکھے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں: (۱۳)

''حفیظ کی افسانہ نگاری''،''شوکت تھانوی''،''جدید سوانح نگاری''،''مسیح الملک''، ''تنقید نگاری''،''قومی زبان''،''محمد حسین آزاد''،''سالک میرے اُستاد''

تاج نے کئی مزاحیہ مضامین بھی لکھے جو شخصی مضامین تھے۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی ''چچا چھکن نے تصویر ٹانگی۔''

''چچا چھکن نے دھوبن کو کپڑے دیئے

چچا چھکن نے ایک خط لکھا

چچا چھکن نے ردی نکالی

جس روز چچا نے عینک کھوئی

چا چھکن نے جھگڑا چکایا

چچا چھکن نے سب کے لیے کیلے خریدے

چچا چھکن نے دھوبن کو کپڑے دیئے''(۱۴)

دیباچہ نگاری

تاج نے اپنی زندگی میں مختلف کتابوں کے دیباچے بھی لکھے جن کے نام درج ذیل ہیں:

اور شو پنہار ہنس دیا   غلام رسول تنویر

خیالستان	سجاد حیدر یلدرم
بزمِ آخر	راشد الخیری
تہذیبی نسخے	مولوی ممتاز علی
نیا چاند	عبدالمجید سالک
الحمرا کے افسانے	غلام عباس
قاضی جی	شوکت تھانوی
گوش وارہ	عشرت رحمانی
آغا حشر	عشرت رحمانی
وہ لوگ	ہاجرہ مسرور
کانوں سنی	عبدالمجید سالک
تذکرہ چمن اُردو: حصہ اوّل	ساحل بلگرامی
موم بتی کے سامنے	حجاب امتیاز علی
جشنِ فریاد	شاعرہ وحید
اُفق سے اُفق تک	آغا اشرف
شاہ کار تصاویر	امتیاز علی تاج

مذہبی تصانیف

تاج نے متعدد میدانوں کی طرح مذہب کے بارے میں بھی کتابیں لکھیں۔ اِس سلسلے میں پردے کے متعلق ایک کتاب لکھی جس میں وہ آیات یکجا کی گئی جو احکام پردہ پر مشتمل تھیں اور یہ مضمون ''تہذیبِ نسواں'' میں اقساط کی شکل میں شائع ہوتی رہیں۔ اس کتابی صورت کا نام ''پردہ احکامِ قرآنی کی روشنی میں'' کے نام سے شائع ہوئی۔

تاج نے متعدد افسانے بھی لکھے جو مختلف اوقات میں رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے۔ ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

> ''حجابِ اُلفت''، ''لالہ صحرا''، ''اَنا''، ''تار''، ''سندر مرلی''، ''شمع اور پروانہ''، ''ایک رات''، ''کہسار کی رقاصہ''، ''اسرارِ حیات''، ''سنجوگ''، ''صحرا کا لڑکا''، ''سر راہے''، ''پپیہے کی کوک''، ''شہاب و ثریا''، ''ایک ناکام

شاعر‘‘’’مایوس‘‘’’سلمٰی‘‘’’رباب ونغمہ‘‘’’گلابی ساڑھی‘‘’’کہ عالم دوبارہ نیست‘‘

تاج نے جہاں تخلیقی سطح پر مختلف کہانیاں لکھیں وہیں پر انھوں نے انگریزی، مغربی، فرانسیسی کہانیوں کے دِلکش تراجم بھی کیے۔ان میں نامور تخلیق کاروں کے نام آتے ہیں،مثلاً:

آخری بوسہ	مورس لیول
بلبل اور گلاب	آسکر وائلڈ
بوتمیدس کا خواب	لینڈر
ایک خاتون	برنارڈ شا
نئے جوتے	کیتھرین ڈرایڈن
بے گناہ	گولڈسمتھ

قابلِ ذکر ہیں۔

سیّد امتیاز علی تاج کا نام اُردو ادب میں ڈراما نگاری کے حوالے سے مستند اور نا قابلِ فراموش ہے۔آغا حشر کے بعد اُردو ادب میں ڈراما کی روایت کو مستحکم رکھنے کی جو کاوشیں تاج نے کی ہیں۔وہ قابلِ ستائش ہیں۔ اوائل عمر میں تاج نے بچوں کے لیے ڈرامے لکھنے شروع کیے۔بعد میں یہ تخلیقی کاوش انارکلی تک چلتی رہی۔تاہم بچوں کے ڈرامے جواب تک میسر ہوسکیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:(۱۵)

’’قانون کا احترام‘‘’’دوکان پر‘‘’’ہدایتیں‘‘’’نوکری کیوں نہ ملی‘‘’’سینما‘‘، ’’اباجان کے دوست‘‘’’پچاس ہزار روپیہ‘‘’’دوکان پر‘‘’’وقت کا خیال‘‘، ’’ٹال مٹول‘‘’’کوڑے کرکٹ سے سونا‘‘’’چیچک کا ٹیکہ‘‘’’مکالمہ ہسپتال میں‘‘’’باجا مِل گیا‘‘’’انوکھا دربار‘‘’’ڈاکٹر صاحب کے ہاں‘‘

تاج کی تخلیقی کاوشیں نہ صرف ڈرامے لکھنے تک محدود رہیں ہیں بلکہ اس کے ساتھ انھوں نے اُردو ادب کے ڈراموں پر تحقیقی نقطۂ نظر سے روشنی بھی ڈالی اور اس سلسلے میں کئی مقالات بھی لکھے۔ان میں سے دستیاب مقالات کی تعداد پندرہ ہے۔(۱۶)

''پیشہ ور تھیٹر کا انحطاط''،''فلم سازی، ذریعہ عزت نہیں مجھے''،''آغا حشر۔۔ لاہور میں''،''گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب''،''نوٹنکی''،''اُردو ڈرامے کی مفاہمتیں''، ''اُردو میں ڈراما نگاری''،''اُردو ڈراما اور آغا حشر''(تین جلدیں)،''ہمارے ثقافتی تماشے''،''اسٹیج کا جواب نہیں''

تاج نے نہ صرف تخلیقی سطح پر ڈرامے لکھے ہیں بلکہ اس کے ساتھ متعدد زبانوں سے ڈرامے بھی ترجمہ کیے ہیں۔ ان میں نامور ڈراما نگاروں کے نام درج ذیل ہیں:

تجویزیں	چیخوف
دندان ساز کی کرسی میں	انتھونی آرم سٹرانگ
سوتیلی ماں	اے اے ملنے
خوشی	پیٹرڈیز
اصفہان کے تنک بند	انگریزی ڈراما
اُلّو کی زبان	W. W. Jakeb
قرطبہ کا قاضی	لارنس ہاؤس مین
گونگی جورو	اناطول فرانس
صید صیاد	ہنری اے۔ ہیرنگ
بوڑھا فلسفی	ماخوذ
باکس اینڈ کاکس	J. M. Morton
نکاح ثانی	سجاد حیدر یلدرم
نئے سال کے تحفے	مغربی کہانی (غیر مطبوعہ)
ناموس	مغربی ڈراما
حریم قلب	گیپ گایا کوزا
بانسری والا راج کمار	انگریزی ڈراما
بازارِ حسن	پریم چند
میری جان کس نے لی	لوسین چینٹل

چمکیلی صبح	میرافن وجوکوین
لے میزان نینزال	فرانسیسی ڈراما
ماں کی دُعا	رابندرناتھ ٹیگور

تاج نے کئی طویل ''یک بابی'' ڈرامے بھی لکھے جن میں اصلاحی پہلو بہت نمایاں ہے۔ ان میں سے بعض ریڈیو اور بعض مختلف رسائل میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

''ان کیا ابا''، ''اُٹھائی گیرنی''، ''شکوے''، ''ایک تجربہ''، ''ورجینیا''، ''بیگم کی بلی''، ''کمرہ نمبر۵''، ''سازش''، ''صرف کانوں کے لیے''، ''عید کی شام''، ''گلابی ساڑھی''، ''تلی پھٹ گئی''، ''ستارہ''، ''ناشتہ سے پہلے''، ''خفیف سی غلط فہمی''، ''یوم پی آئی''، ''آخری رات''، ''آرام و سکون''، ''رُلائیں یا ہنسائیں''، ''شادی کی بر نہیں''، ''عمل کے لیے لازمی''، ''برف باری کی ایک رات''، ''مگرنام ڈراما''

تاج نے سہ بابی ڈرامے بھی لکھے ہیں جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:

رتناولی	ہرش یو
قسمت	ہرش یو
دُلہن	ہرش یو
یاسمین	ہرش یو
پورس	ہرش یو
پرتھوی راج	ہرش یو
دی مین ہوایٹ دی یویومیک	ٹرنر
ایمان کا فیصلہ	پریم چند
آر یو آر	کیرل چیپک
شیخ برادران	کیرل چیپک
ساون رون کا سپنا۳	شیکسپیئر
انارکلی	شیکسپیئر

توبہ شکن نامکمل	شیکسپیئر
آرمز اینڈ دی مین	شیکسپیئر
زبردستی کا ڈاکٹر	مولیئر
اف یہ بیویاں	مولیئر

انارکلی —— اجمالی تعارف

انارکلی کی اشاعت سے پہلے سیّد امتیاز علی تاج کے متعدد ڈرامے منظرِ عام پر آ چکے تھے۔ ڈراما انارکلی کی ابتدائی اشاعت ماہ نامہ ''نیرنگِ خیال'' کے تین برسوں کے چار شماروں میں پانچ مناظر شائع ہونے کی صورت میں ہوئی۔ اس کے سن ۱۹۲۶ء سے مارچ ۱۹۳۰ء کے عرصے پر محیط ہے۔ لیکن اس ڈرامے کی کتابی صورت میں اشاعت ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ تاج نے جب اس کی اشاعت دوسری مرتبہ کی تو اس میں کئی ترامیم اور تبدیلیاں کیں۔ جس کا اعتراف خود انھوں نے کیا بھی ہے۔(۱۷)

مثلاً پہلے ایڈیشن میں سلیم کا نام شیخو لکھا گیا ہے لیکن بعد میں اس کا نام ''صاحبِ عالم'' ہے جو شاہی ماحول کا متقاضی ہے۔

دوسرا نقطہ یہ ہے کہ پہلے ایڈیشن میں صاحبِ عالم کے دوست کا نام منیر ہے لیکن دوسرے ایڈیشن میں اس کا نام بختیار ہے۔

تیسرا نقطہ پہلے ایڈیشن میں اکبر کے شاہی حکیم کا نام حکیم زماں سے حکیم ہمام سے بدل دیا گیا۔

اس کے علاوہ تاج نے حرفِ جار، حرفِ ربط، فعل ضمیر، تذکیر و تانیث اور مرکب وغیرہ میں بھی ترمیم کی صرفی، صوتی، لفظی و جزوی تبدیلیاں بھی کیں ہیں۔

انارکلی کی پہلی بار کتابی صورت میں اشاعت ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ دوسری بار ۱۹۶۳ء میں ہوئی۔

انارکلی اپنی نوعیت کے اعتبار سے اُردو ڈرامے کی تاریخ میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ڈرامے کی تخلیق کے بارے میں داخلی شواہد تاج کی زبانی ہی ملتے ہیں کہ وہ انارکلی کی داستان بچپن سے ہی سنتے چلے آ رہے تھے اس لیے ذہن میں یہ خیال آیا کہ انارکلی کے بارے میں ایک ڈراما لکھا جائے تو اس خیال کے مدِنظر تاج نے یہ ڈراما تخلیق کیا۔ اس مختلف تاریخی ماہرین اس کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار کرتے ہیں۔

کچھ کی زبانی یہ تاریخی اعتبار سے اہم ہے اور بعض ماہرین اسے فکشن کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ تمام حقائق و دلائل اپنی جگہ لیکن اس کے باوجود تاج نے بہترین اسلوب میں ایک شاہکار ادبی ڈراما تخلیق کیا جس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

مختلف ماہرین کی رائے اس سلسلے میں درج کی جاتی ہے۔

انارکلی کا واقعہ زمانی اعتبار سے ۱۵۹۹ء میں پیش آیا (۱۸) اور سب سے پہلے اس کو قلمبند کرنے والے یورپی سیاح کا نام ''ولیم فنچ'' تھا۔ یہ سیاح لاہور کے سفر پر نکلا تو اس دریا کو بہتے ہوئے تقریباً ۱۲ سال ہو چکے تھے۔ ۱۶۱۱ء اس کا سال

TH-21159

سیاحت نکلتا ہے۔اس نے انارکلی کے تبصرے کے بارے میں جو تاریخی حقائق بیان کیے وہ یوں ہیں:

''شیخ فرید کی مسجد کے پاس،شہر کے باہر ایک بڑی عمارت کھڑی ہے۔ یہ دانیال شاہ کی ماں کا مزار ہے جو اکبر کی بیوی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ شہزادہ سلیم کی نیت اس کے متعلق بُری تھی اس کا نام انارکلی تھا۔اکبر نے اسے محل کی دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ جہاں وہ مرگئی اور بادشاہ جہانگیر نے اپنی محبت کی یاد میں ایک بہت عالیشان مقبرہ تعمیر کرایا۔''

دوسرا یورپی شخص جس نے اس واقعے کو قلمبند کیا وہ بھی سیاحت سے تعلق رکھتا تھا۔''ایڈورڈ ٹیری''اس نے بھی تقریباً اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے جو فنچ کی زبانی بیان کیا گیا ہے۔

تیسرا انگریز سیاح''ہربرٹ''ہندوستان کی سیاحت پر آیا تو اس نے بھی تقریباً ان دونوں سیاحوں کے حق میں اپنی رائے دی۔انارکلی کے واقعے کو اکبر اور سلیم کے عشق سے منسوب کر دیا۔

تقریباً ۱۸۶۴ء میں اس تاریخی واقعے کا اظہار مولوی نور احمد چشتی نے''تحقیقات چشتی''میں اس کا اظہار اس طرح کیا کہ

انارکی ایک حسین وجمیل دوشیزہ تھی جو اکبر کی کنیز تھی۔ اس کا اصل نام نادرہ/بیگم شریف النساء/شرف النسا سنا جاتا ہے اور بادشاہ اکبر نے اس کا نام انارکلی رکھا تھا۔اس کا سبب اس کی حسن وخوبصورتی تھی وہ بادشاہ اکبر کی منظورِ نظر کنیز تھی۔ اس لیے اِس کی نظروں کے سامنے رہا کرتی تھی۔ یہ چیز محل کی شہزادیوں اور بیگموں کو بھی اچھی نہ لگتی تھی اور وہ بھی انارکلی سے عداوت رکھتی تھیں۔ بعض لوگ اس اَمر کا اظہار کرتے ہیں کہ جب اکبر مہم جوئی کے لیے دکن گیا تو اس کی غیر موجودگی میں انارکلی کی وفات ہوئی بموجب بیماری۔ انارکلی کی قبر بنوادی گئی جب اکبر واپس آیا تو اسے انارکلی کی وفات کا انتہائی صدمہ ہوا اور اس کی یاد میں یہ مقبرہ بنوایا۔

پانچویں محقق کنہیالال ہندی نے تاریخ لاہور مرتب کی تو اس کی حقیقت کا اظہار یوں کیا کہ:

''انارکلی کو اپنے رنگ کی وجہ سے''انارکلی''کا خطاب ملا ہوا تھا اور یہ اکبر کی منظورِ نظر کنیز تھی جب اکبر دکن گیا ہوا تھا تو اس کی غیر موجودگی میں اس کی وفات ہوئی بعد میں اکبر نے اس کی قبر عالی شان طرز پر تعمیر کروائی گئی اور اس کے اردگرد باغ لگوایا گیا۔''

ایک اور رائے جو تقریباً اس کے متضاد ہے۔(۱۹) اس کا اظہار سیّد محمد لطیف نے ۱۸۹۶ء میں''لاہور کی تاریخ''میں کیا ہے۔

''انارکلی اکبر کی خاص کنیز تھی۔ لیکن اصل نام شرف النساء تھا۔ ایک دن جب اکبر اپنے دربار میں تھا تو اس نے شہزادہ سلیم اور انارکلی کے درمیان اشارہ کنایہ میں بات کرتے ہوئے دیکھ لیا اور اس غلط فہمی کی بنیاد پر کہ دونوں کسی مجرمانہ سازش میں ملوث نہ ہوں۔ انارکلی کو زندہ دیوار میں چنوا دیا۔ اس بات سے سلیم کو بہت صدمہ پہنچا اور بعدازاں جب وہ تخت نشین ہو تو انارکلی کا مقبرہ تعمیر کروایا۔''

یہ تمام بیانات اپنی جگہ لیکن ان کے بعد آنے والے ایک محقق ''پروفیسر علم الدین سالک'' نے ان تمام نقاط کا جواب مدبرانہ انداز میں دیا ہے۔(۲۰)

سالک کے نزدیک انارکلی کی کہانی فرضی کہانی ہے جو سینہ بہ سینہ سمعی روایات کے تحت چلتی آ رہی ہے اور حقیقت سے کوسوں دُور ہے۔ وہ تحقیقاً یہ ثابت کرتے ہیں کہ انارکلی کا سن وفات ۱۰۰۸ ہجری بتایا جاتا ہے یعنی اس دوران اکبر اور سلیم لاہور میں تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سال اکبر، دکن کی تسخیر میں اور سلیم، رانا چتوڑ کی فتوحات میں مصروف تھا بعدازاں سلیم نے اکبر سے بغاوت کردی اس لیے ۱۰۰۷ء سے ۱۰۱۱ھ تک سلیم اور اکبر کی ایک دوسرے سے ملاقات نہ ہوئی۔

دوسری شہادت یہ ہے کہ شہزادہ سلیم جب تخت نشین ہوا تو جہاں گیر کے نام سے بلایا جانے لگا اس نے اپنی سرنوشت ''تزکِ جہاں گیری'' میں اپنی خوبیاں اور خامیاں بیان کیں ہیں لیکن انارکلی سے عشق کہیں بھی بیان نہیں کیا۔

تیسری شہادت اس کے بارے میں یوں بیان کی ہے کہ اکبر کے عہد میں بہت سے نامور محقق تھے۔ ابوالفضل، بخشی نظام الدین احمد اور عبدالقادر بدایونی لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس حقیقت کا انکشاف نہیں کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حقیقت سے کوسوں دُور ہے۔ بعد میں تین سال بعد جب تاج نے یہ ڈراما لکھا تو سالک نے کہا کہ مؤرخ مجھ سے بہتر بحث کرسکتا ہے۔''

انارکلی ایک فرضی کہانی ہے لیکن اس کی شہرت کی ایک وجہ یہ بھی قرار دی جاسکتی ہے۔ لاہور میں واقع سول سیکرٹریٹ کی عمارت مزار انارکلی کے نام سے کیوں مشہور ہے۔ محققین اس کا جواب پرانی مغلیہ طرزِ تعمیر میں تلاش کرتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے گھروں کے اِردگرد باغ لگوایا کرتے تھے اور اس عمارت کے اِردگرد پرانے دور میں اناروں کا باغ تھا جس کی وجہ سے یہاں پر موجود مقبرہ انارکلی کے نام سے مشہور ہوگیا۔

محمد الدین فوق نے انارکلی کے اس باغ کے پیچھے تاریخ کو اناروں کے باغ سے موسوم کیا ہے۔ ۱۶۴۸ء میں داراشکوہ نے ''سکینۃ الاولیا تالیف کیا تو اس مقبرے کو بنے ہوئے ۳۳ سال ہوئے تھے اس میں لکھا کہ حضرت میاں میر (۱۵۵۰۔۱۶۳۵ء) کبھی کبھار دِن میں شہر کی جنوبی سمت، باغِ انارکلی کے گردونواح اور انارکلی باغ میں تشریف لے

جاتے۔اسی باغ کی تاریخ تقریباً ۱۰۰ سال کی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔رنجیت سنگھ نے ۱۷۱۶ء میں شہزادہ کھڑک سنگھ کو ولی عہد مقرر کیا تو باغِ انارکلی میں جشن برپا کیا۔مہارانی نکائن کی چتا بھی اسی باغ میں ۱۷۳۸ء میں جلائی گئی۔

انارکلی کی شہرت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ رنجیت سنگھ نے جب اس طرح کی عمارت مشرقی پنجاب کے شہر بٹالہ میں بنوائی تو اس کا نام بھی انارکلی پڑ گیا۔

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے۔(۲۱) تو انارکلی نام کی کنیز کا ذِکر مغلیہ تاریخ میں نہیں لکھا۔ہاں اگر کسی خاتون کا نام ملتا ہے تو وہ زین خان کوکہ کی صاحب زادی جو اس مزار میں مدفن ہے۔ان کا نکاح ۱۵۸۶ء میں شہزادہ سلیم سے ہوا۔۱۵۸۹ء میں ان کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام سلطان پرویز رکھا گیا اور ۱۵۹۹ء میں لاہور میں نہ تھا بعد میں جب بادشاہ بنا تو صاحبِ جمال کی قبر پر مقبرہ تعمیر کرایا۔

غرض یہ کہ انارکلی خاص وعام کا موضوع رہی ہر عہد میں مختلف لوگوں نے اس کہانی کو مختلف طریقے سے بیان کیا۔ کبھی تاریخ حقائق کا سہارا لیا تو کبھی افسانوی رنگ میں بیان کیا۔مشرق ہو یا مغرب کبھی یہ داستان محبت کے رنگ میں ڈھلتی نظر آتی ہے تو کبھی مغربی جارحیت پسندی کی نظر ہوتی ہے۔

تقریباً ۱۹ویں صدی کے (۲۲) صدی کے آخری ربع میں انارکلی کی تاریخ مصنّفین کرام کے ہاں نظر آتی ہے جب پہلا دستیاب ناول ''منشی محمد الدین فوق'' نے ۱۸۹۹ء میں تحریر کیا۔اس سے پہلے انارکلی لوگ داستان کے رُوپ میں ملتی ہے۔تاہم اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۳ء تک اس ناول کے پانچ ایڈیشن شائع ہوئے۔تاہم اس ناول کی کہانی بھی کم وبیش اسی طرح سے تحریر کی گئی ہے جس طرح امتیاز نے ڈراما تخلیق کیا ہے۔

انارکلی کا تخلیقی زمانہ سے لے کر آج تک مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ان زبانوں میں بنگالی، ہندی، مرہٹی، گجراتی اور انگریزی شامل ہیں۔

انارکلی تاج سے پہلے بھی ناول، افسانے اور فلم کی صورت میں نظر آتی ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ موضوع تاج کے لیے تخلیقی اعتبار سے کوئی نیا موضوع نہ تھا بلکہ تاج نے جب یہ ڈراما تخلیق/تحریر کیا تو لاہور کے تین مورخوں اور تین سیاحوں کے سفرنامے، فوق کا ناول، میاں اختر کا افسانہ پیشِ نظر تھا۔

انارکلی چاہے افسانوی لحاظ سے اہم ہو یا تاریخی لحاظ سے اس کی ایک بات جو باعثِ کشش ہے وہ اس کا انجام ہے کہ انارکلی کو زندہ دیواروں میں چنوا دیا۔جانے کیوں یہ انجام لوگوں کی توجہ کا مرکز اتنا بنا کہ بعد میں (ولیم فِنچ) جتنے بھی افسانے، ناول، ڈرامے، فلمیں لکھی گئیں ان میں یہی انجام دکھایا گیا۔

تاج کا ڈراما طبع زاد قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس کی کہانی تاج کی اپنی تخلیق کردہ نہیں ہے۔اس کا اعتراف بھی

تاج کے ہاں ملتا ہے کہ وہ یہ کہانی بچپن سے سنتے آ رہے تھے۔ دوسرا متحرک یہ ہے کہ انارکلی کے مقبرے پر آویزاں اس تحریر کی نقل ہے۔ ان دو دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنیادی کہانی تاج نے پرانی داستانوں سے مستعار لی ہے اور نئی کیفیت میں ان کو منعکس کیا ہے۔

تاج کے اس ڈرامے پر انگریزی ادب کی چھاپ بھی نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ مثلاً میکسم گورکی کی کہانی ''خان اور اس کا بیٹا''، شیکسپیئر کا ڈراما اوتھیلو، اس یہی مصنف کا دوسرا ڈراما، لیڈی میکبھ اور تقریباً یہی کیفیت رومیو اینڈ جیولٹ میں بھی ملتی ہی۔

تاج کا کمال ہے تو اتنا ہے کہ اس نے ڈرامے کو اس بلندی پر پہنچایا ہے کہ یہ سفر طے کرتے ہوئے شاید صدیاں اور قرنیں بہت جاتیں لیکن تاج نے اس میں ڈرامائی عنصر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہ ڈراما صرف ادبی صنف نہیں جس کو پڑھا جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسے اس قابل بنایا کہ ناظرین اسے دیکھ کر بھی محظوظ ہو سکیں اور اس کے تخلیق کار کو داد دے سکیں۔ جانے تاریخ کے سمندر میں کتنی کہانیاں ہیں جو پردۂ گمنامی کی نذر ہو گئیں۔ تخلیق کاروں کے قلم کتنی کہانیوں کو برلبِ قلم لا سکے ہیں اور جانے رہتی دُنیا تک یہ کام کس حد تک ہوتا رہے گا۔ ڈرامے کا مطلب ہے کہ کر کے دکھانا اور تاج نے یہ کام بخوبی یا لیکن یہ بدقسمتی ان کے ساتھ رہی کہ کوئی بڑی کمپنی اس پر اتنا سرمایہ نہ لگا سکی کہ اس شاہکار کو سٹیج پر اس شان و شوکت سے پیش کیا جا سکتا اس کی ایک بڑی وجہ قیمتی مناظر ہیں ہر طرح سے ضروری ہیں۔ ورنہ مکانی لحاظ سے تجزیہ کیا جائے تو سارا ڈراما ایک محل کے گرد گھومتا ہے اور بیرونی مناظر کی ضرورت نہ ہے لیکن محل کے اندر ہی بہت بیش قیمت مناظر ہیں جو سٹیج پر پیش کرنا بہت پیسے کا کام ہے۔

انارکلی کل چار ابواب پر مشتمل ہے۔

انارکلی المیہ ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کرنا دُشوار ہے۔ مختلف حقائق ہمیں مختلف سمتوں کی طرف لے جاتے ہیں، اگر اس پر ہم ارسطو کے فلسفہ المیہ کا اطلاق کریں تو بھی ہمیں ڈرامے کو مختلف طریقے سے تجزیہ کرنا پڑے گا۔

''وحدتِ زماں''، ''وحدتِ مکاں''، ''وحدتِ عمل''

تاج نے ارسطو کے اس فلسفے کو پورے ڈرامے پر طاری کیا ہوا ہے اس کے تجزیاتی موازنہ کچھ یوں ہے جو مناظر انارکلی میں پیش کیے گئے ہیں وہ تقریباً دس دِن کے لگ بھگ بنتے ہیں۔ تاہم اس پر وحدتِ زماں کا اطلاق نہیں ہوتا اس ڈرامے کے ساتھ منظرات کے اندھیرے میں اور چھ دِن کی روشنی میں۔

ارسطو کے نظریہ المیہ کی روشنی میں دوسرا اہم نقطہ وحدتِ مکاں کا ہے اور یہ انارکلی پر صادق نظر آتا ہے کہ سارا ڈراما لاہور کے شاہی قلعہ میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اس کا تجزیاتی موازنہ یوں کیا جاتا ہے کہ چار منظر، سلیم کے ایوان کے ہیں، ایک

زندان کے اندر اور ایک زندان کے باہر کا ہے جب کہ باقی سات مناظر بھی قلعے کے مختلف اندرونی حصوں سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انگریزی ڈراموں کی گہری چھاپ تاج کے ڈراموں پر نظر آتی ہے۔

تیسرا اہم نقطہ وحدتِ عمل کہ ڈرامے کے تمام کردار آپس میں اس قدر ملے ہوئے ہوں کہ اگر ایک کو ڈرامے سے خارج کر دیا جائے تو باقی ڈراما بھی متاثر ہو جائے او انارکلی میں واقعی تمام کرداروں کو مربوط منظم انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ کہانی میں سے کسی ایک کردار کو بھی نکالا جائے تو تمام کہانی متاثر ہو جاتی ہے۔

انارکلی کے پہلے باب کے چار مناظر ہیں:

پہلے منظر میں اکبر اعظم نادرہ کو انارکلی کا خطاب دیتا ہے۔

دوسرے منظر میں سلیم حجرے میں بیٹھا محو سوچ ہے کہ اس کا پیارا دوست بختیار آ جاتا ہے۔ان کی آپس کی بات چیت جو کہ انارکلی کے بارے میں ہوتی ہے۔دلارام سن لیتی ہے۔

تیسرے منظر میں دلارام اپنے ہولناک ارادے اپنی سہیلیوں پر ظاہر کر دیتی ہے یہ ارقادے ان باتوں کا ردِّعمل ہیں جو اس نے بختیار اور سلیم کے درمیان سنی ہے۔

چوتھے منظر میں سلیم اور انارکلی کی ملاقات ہوتی ہے اور دلارام اسے دیکھ لیتی ہے آکر طنزیہ انداز میں سلیم سے مخاطب ہوتی ہے یہاں تک کہ انارکلی خودکشی کر لینا چاہتی ہے لیکن ثریا اس فعل سے باز رکھتی ہے۔

دوسری باب کے بھی ۶ مناظر ہیں۔پہلے منظر کا آغاز دلارام اور سلیم کی بات چیت سے ہوتا ہے جو کہ وہ انارکلی کے بارے میں کر رہے ہوتے ہیں۔دلارام انارکلی اور سلیم کی ملاقات کے بارے میں سب جان جاتی ہے۔اس لیے سلیم اسے بلوا کر اس کے خاموش رہنے کی قیمت جاننا چاہتا ہے لیکن بختیار یہ سب چھپ کر سن لیتا ہے جس پر دلارام خون کے گھونٹ پی کر چپ رہ جاتی ہے۔

دوسرے منظر میں انارکلی بہت پریشان نظر آتی ہے کہ دلارام کو سلیم اور اس کی ملاقات کا علم ہو گیا ہے اب وہ کچھ بھی کر سکتی ہے لیکن ثریا اسے بتاتی ہے کہ سلیم نے اس کا بھی اقدام کر لیا ہے۔

دوسرے باب کا تیسرا منظر بادشاہ اکبر اور رانی کی باہمی گفت وشنید پر مبنی ہے جس میں اکبر اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ انارکلی کو جشن نوروز کے انتظامات سونپ دیئے جائیں اور اس کا ناچ رقص بھی اس میں شامل کیا جائے۔لیکن مہارانی بتاتی ہے انارکلی علیل ہے اور شاید وہ اس جشن میں شامل نہ ہو سکے۔انارکلی کی علالت کی وجہ سے اکبر تمام انتظامات دلارام کو سونپ دیتا ہے۔جس سے دلارام کو اپنے کام کرنے کا موقع مِل جاتا ہے۔دوسرے باب کے چوتھے منظر میں جشنِ نوروز منعقد ہوتا ہے جس میں انارکلی کے فن اور اس کے رقص کو سراہا جاتا ہے۔سب سے پہلے ہنر اور درباری گانا پیش کرتی ہے جو

سب کو دنگ کر دیتا ہے۔ رقص کے بعد پانی مانگتی ہے تو دلا رام کی تیار کی ہوئی شراب انار کلی کو دی جاتی ہے جس کے پیتے ہی انار کلی ہوش کھو بیٹھتی ہے اور جب غزل گانا شروع کرتی ہے تو عجیب سے اِشاروں کنایوں سے کام لیتی ہے۔

انار کلی کی اس بے باکی پر اکبر غضب ناک ہو کر انار کلی کو زندان میں ڈالنے کا حکم دیتا ہے۔

اس ڈرامے کا تیسرا باب ۵ مناظر پر مشتمل ہے۔

تیسرے باب کا پہلا منظر کچھ یوں ہے کہ سلیم انار کلی کو زندان سے رہا کروانے کی کوششیں کرتا ہے اور اس سلسلے میں رانی سے (اپنی ماں سے) مدد مانگنے بھی جاتا ہے لیکن رانی اسے ایسے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ رانی انار کلی کو رہا کرنے کے لیے اکبر سے بات چیت بھی کرتی ہے لیکن اکبر یہ سن کر سیخ پا ہو جاتا ہے۔ ثریا آ کر سلیم کی منت سماجت کرتی ہے کہ انار کلی کو رہا کر دیا جائے اور آہ و زاری کرتی ہے لیکن سلیم خود بے بس ہوتا ہے۔

تیسرے باب کے دوسرے منظر میں سلیم آدھی رات داروغہ زنداں کی مدد سے انار کلی کو ملتا ہے۔ انار کلی بے سدھ پڑی ہوتی ہے سلیم اسے زندان سے باہر لے جانے کی کوشش کرتا ہے مگر سلیم کو ان عزائم سے باز رکھنے کے لیے داروغہ یہ بہانہ بناتا ہے کہ بادشاہ اکبر اچانک قیدیوں کے معائنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ سلیم داروغہ کی اس بات پر یقین کر لیتا ہے۔ داروغہ سلیم کو دوسرے کمرے میں جا کر چھپا دیتا ہے اور اسے تیز شراب پلا دیتا ہے۔ جس کو پیتے ہی سلیم بے ہوش ہو جاتا ہے۔

تیسرے باب کے تیسرے منظر میں رانی ہر طرح سے دلائل پیش کرتی ہے کہ انار کلی کو رہا کر دیا جائے لیکن اکبر کسی بھی قیمت پر اس کی بات نہیں مانتا۔ انار کلی کی ماں فریاد کرتی ہے اور اکبر کی شاہی خواب گاہ میں گھس جاتی ہے۔ منت سماجت کرتی ہے لیکن اکبر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ مزید غضب ناک ہو جاتا ہے۔ اکبر دلا رام کو بلواتا ہے اور اس سے سلیم اور انار کلی کے تعلقات کے بارے میں پوچھتا ہے۔ دلا رام جھوٹ بولتی ہے کہ وہ آپس میں چوری چھپے ملتے تھے اور تخت و تاج پر حملہ کرنے کی سازشیں کرتے تھے۔ انار کلی سلیم کو بہکاتی تھی، جس پر اکبر چراغ پا ہو جاتا ہے اور انار کلی کو زندہ دیواروں میں گاڑ دینے کا حکم جاری کرتا ہے۔

تیسرے باب کے چوتھے منظر میں سپاہی آ کر انار کلی کو دیواروں میں چن دینے کے لیے لینے آتے ہیں لیکن انار کلی کی حالت ایسی ہے کہ اسے کسی چیز کا کوئی علم نہیں ہوتا اور غنودگی کے عالم میں اس کے منہ سے یہ آواز نکلتی ہے سلیم!

آخری منظر میں جہاں پر ڈراما کا اختتام ہوتا ہے وہیں اس کہانی کا المیہ بھی رُونما ہوتا ہے جس کے گرد سارے ڈرامے کی کہانی گھومتی ہے۔ سارے ڈرامے کے کردار اس کہانی کے گرد گردش کرتے ہیں اور بالآخر کچھ کرداروں کی دِلی تسکین اور کچھ کرداروں کے لیے سانحہ رُونما ہوتا ہے۔ خود اکبر اپنی جگہ پر پریشان ہوتا ہے اور دلا رام سے ساری حقیقت سننے کے بعد بھی کہیں نہ کہیں نادم ہے۔ اس کے برعکس مہارانی ساری کہانی میں مایوس، دلبرداشتہ اور پریشان رہتی ہے۔ کبھی ایک

فرمانبردار بیوی کے رُوپ میں اکبر کے حضور میں رہتی ہے لیکن مامتا سے بھی ایک دم کے لیے غافل نہیں ہوتی کہیں اپنے شیخو کو اس پیار سے دُور رہنے کی صلاح دیتی ہے تو کہیں اس کے ساتھ ساتھ اس کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے اکبر سے بھی بات کرتی ہے۔ یہ ماجرا الگ کہ اس میں ناکام رہتی ہے۔ اس کے علاوہ ضمنی کرداروں میں انارکلی کی ماں ''دلارام'' زعفران اور متعدد محل کے کردار ہیں جو اس ڈرامے میں مختلف مدارج میں کام کر رہے ہیں۔

سارے ڈرامے کی کہانی ایک طرف لیکن اس کا اختتام اپنی نوعیت میں دِلکشی کا حامل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابواللیث صدیقی، ''امتیاز علی تاج'' کراچی، مکتبہ جامعہ تعلیم ملیرسٹی، باراوّل، ص ۸

۲۔ احمدی بیگم، ''حالاتِ زندگی محمدی بیگم'' آہ! اباجان، شمس العلماء مولوی سیّد ممتاز علی صاحب کا انتقال، اخبار، تہذیبِ نسواں، لاہور، جلد ۳۸، شمارہ ۳۵

۳۔ امتیاز علی تاج (مرتب)، ''درویشوں کی کہانیاں'' دیباچہ، پیسا لائبریری میگزین نمبر ۳۶، لاہور، دارالاشاعت پنجاب، بار اوّل، ۱۹۴۱ء ص ۶

۴۔ امتیاز علی تاج (مرتب)، ''گڑیوں کی کہانیاں'' دیباچہ، لاہور، دارالاشاعت، لاہور، باراوّل، ۱۹۳۹ء، ص ۶

۵۔ امتیاز علی تاج (مرتب)، ''ڈاکوؤں کی کہانیاں، لاہور، دارالاشاعت پنجاب، بار چہارم ۱۹۴۷ء، حلم نمبرسی ۶۷۲، مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء، ص آخر ۸

۶۔ امتیاز علی تاج، ''ذریعہ عزت نہیں مجھے'' فلم سازی، تقریر شدہ، از ریڈیو پاکستان لاہور، تاریخ نشر ۸، دسمبر ۱۹۵۳ء

۷۔ امتیاز علی تاج، ''فلمی کہانی کا مسودہ'' محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، سنگِ میل پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۸۷

۸۔ امتیاز علی تاج، ''فلمی کہانی کا مسودہ'' محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۶۳

۹۔ امتیاز علی تاج، ''ذریعہ عزت نہیں مجھے ــــ فلم سازی'' تقریر شدہ از ریڈیو پاکستان لاہور، تاریخ نشر، ۸ دسمبر ۱۹۵۳ء

۱۰۔ اے ہسٹری آف اُردو لٹریچر، از رام بابو سکسینہ، ص ۳۵

۱۱۔ اُردو میں ڈراما نگاری، دوسرا ایڈیشن، لاہور، ۱۹۵۰ء، ص ۹۵

۱۲۔ حفیظ جالندھری، مولوی ممتاز علی، ہفت روز تہذیب نسواں، لاہور، جلد ۳۸، شمارہ ۲۷

۱۳۔ سراج نظامی، تاج کی چند یادیں، ماہ نامہ کتاب لاہور، جلد ۴، شمارہ ۹، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر، ص ۵۶۰

۱۴۔ سراج نظامی، ''تاج کی چند یادیں'' ماہ نامہ کتاب لاہور، جلد ۴، شمارہ ۹، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر، ص ۱۶

۱۵۔ سراج نظامی، ''تاج کی چند یادیں'' ماہ نامہ کتاب لاہور، جلد ۴، شمارہ ۹، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر، ص ۱۶

۱۶۔ گوہر نوشاہی، ''سیّد صاحب'' ماہ نامہ کتاب، لاہور، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر، ص

۱۷۔ گوہر نوشاہی، ''سیّد صاحب'' ماہ نامہ کتاب، لاہور، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر

۱۸۔ گوہر نوشاہی، ''سیّد صاحب'' ماہ نامہ کتاب، لاہور، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر

۱۹۔ محمد اسلم قریشی، اُردو ڈرامے میں نئے رجحانات، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۲۱

۲۰۔ محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، ''سیّد امتیاز علی تاج ــــ زندگی اور فن'' ص ۵

۲۱۔ محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، ''سیّد امتیاز علی تاج ــــ زندگی اور فن''، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۱۴۳

۲۲۔ محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، ''سیّد امتیاز علی تاج ــــ زندگی اور فن''، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۳۶

باب سوم

انارکلی کا تجزیاتی مطالعہ/ جائزہ

سراپا نگاری

منظر نگاری

اندازِ معاشرت

کرداری مطالعہ

محاورات

ضرب المثل

تلمیحات

صلہ موصول

ندائیہ

گنتی کا استعمال

مختلف رنگوں کا استعمال

جانوروں اور پرندوں کے نام

لباس

فرہنگ متن

حاصل مطالعہ

کتابیات

سراپا نگاری

سیّد امتیاز علی تاج کا اختصاص ہے کہ انھوں نے ڈراما انارکلی میں جہاں اختصار اور جامعیت کو ملحوظِ نظر رکھا ہے وہاں کرداروں کی سراپا ری نگاری بہت کامیابی سے کی ہے کہ جتنے بھی کردار ڈراما میں نظر آتے ہیں تمام کا حال حلیہ بیان کیا ہے اور اسی تہذیبی نداز میں کہ تمام کردار ہماری آنکھوں کے سامنے جیسے حرکت کر رہے ہوں یا پھر قاری خود کو اسی ماحول میں محسوس کرتا ہے۔اس کی مثال متن میں سے اخذ کی گئی ہیں جو یہاں مثال کے طور پر پیش کی جا رہی ہیں۔

بادشاہ اکبر

اکبر گٹھے ہوئے جسم کا خوش شکل اور میانہ قد شخص ہے۔ پیشانی اور رُخساروں کی شکنیں گو دیکھنے والوں کے دِل میں خوش اخلاقی اور حلم کا اعتماد پیدا کرتی ہیں لیکن غالباً دُنیائے خیال میں رہنے کے باعث خواب ناک آنکھوں میں کچھ ایسی قوت ہے جو قطع نظر اس اَمر سے کہ وہ شہنشاہِ ہند ہے ہر شخص کو محتاط رہنے اور نظریں جھکا لینے پر مجبور کر دیتی ہے۔گردن کی باوقار حرکت سے ظاہر ہے کہ عالی ہمت شخص ہے مضبوط دہانہ کہہ رہا ہے کہ اپنے مقاصد کی تکمیل میں رکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لا سکتا۔حرکات میں مستعدی ہے۔رفتار میں ایک ایسا انداز گویا زمین کی تحقیر کر رہا ہے۔اس وقت وہ سلیم سے ناخوش نظر آتا ہے لیکن سلیم سے اس کی غیر معمولی اُلفت اس قدر مسلم ہے کہ محرمانِ حرم بخوبی جانتے ہیں یہ کبیدگی پدرانہ فہمائش کو مؤثر بنانے کے لیے سوچ سمجھ کر اختیار کی گئی ہے اور اُس غیظ و غضب سے اس کا دُور کا بھی تعلق نہیں جو کبھی کبھار اکبر کو بے پناہ بنا دیا کرتا ہے۔

شہزادہ سلیم

تیکھے نقش کا وارستہ مزاج بندہ جو شباب کے اوّلین مراحل میں ہے۔

انارکلی

پندرہ سولہ سال کی نازک اندام لڑکی جس کے چمپئی رنگ میں اگر سرخی کی خفیف سی جھلک نہ ہو تو شاید بیمار سمجھی جائے۔خدوخال شعرا کے معیارِ حسن سے بہت مختلف۔اس کا چہرہ دیکھ کر ہر تخیل پسند کو پھولوں کا خیال ضرور آتا ہے لیکن مغلِ اعظم نے اسے جو خطاب دیا اس کے متعلق کئی لوگ کہہ سکتے تھے کہ معانی سے زیادہ الفاظ کے حُسنِ ترکیب کے باعث موزوں معلوم ہوا۔نمناک آنکھوں میں جیسے حرم میں بیٹھی جھانک رہی ہیں۔یہی اس کی سب سے بڑی کشش ہے۔لیکن تاج نے سلیم کی زبانی انارکلی کی سراپا نگاری یوں کی ہے:

> ''وہ تو فردوس کا ایک خواب ہے۔شباب کی آنکھوں کی قوسِ قزح اور سچ مچ بختیار کبھی کبھی تنہائی میں مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے وہ صرف میرا تصور ہے۔اسے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔''

دلارام

دلارام جوشہزادہ سلیم کی محبت میں گرفتار ہے اور انارکلی کو رقابت کا نشانہ بنائے ہوئے ہے اس کی سراپا نگاری یوں کی گئی ہے:

''دلارام پیڑھی پر بیٹھی اپنے پختہ حسن کے اعتبار سے نہ صرف ہمرازوں میں بلکہ تمام محفل میں نمایاں نظر آ رہی ہے۔ لمبی آنکھ اُونچی اور پتلی ناک اور واضح ٹھوڑی کہہ رہی ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جنھیں زندگی کی روایتی شدت میں ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ہزیمت کے آثار و تفکرات نے چہرے کو بے رونق بنا رکھا ہے لیکن آنکھوں میں تصوّرات کا لوچ ظاہر کر رہا ہے کہ بساط سے بڑھ کر سوچ رہی ہے۔''

ثریا

ثریا جو کہ انارکلی کی بہن ہے اور سلیم اور انارکلی کے پیغام ایک دوسرے تک پہنچاتی ہے اس کا تعارف یوں کروایا گیا ہے:

''تیرہ سال کی چلتی ہوئی خوش باش اور چنچل لڑکی نقش انارکلی سے زیادہ اچھے ہیں۔ مگر وہ دِلکشی نہیں ہے۔ محل کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے حالات سن سن کر بہت سیانی بن چکی ہے۔ مگر ناتجربہ کاری اور کم عمری کے باعث سیانے پن کو چھپانے کے انداز بھی نہیں آئے۔''

بختیار

بختیار شہزادہ سلیم کے ساتھ کھیلنے والا دوست ہے اور سلیم کو سمجھانے کے علاوہ تسلی بھی دیتا ہے جب وہ انارکلی کی موت کی خبر سنتا ہے۔

''سلیم کے ساتھ کا کھیلا ہوا اس قدر بے تکلف دوست ہے کہ اسے داخل ہونے کے لیے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ خوش طبع نوجوان ہے جس کی آنکھوں میں خلوص چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔''

انارکلی کی ماں

انارکلی کی ماں حرم سرا کی تابع فرمان کنیزوں میں سے ایک ہے لیکن انارکلی کے بارے میں پریشان اور فکر مند رہتی ہے:

''سیدھی سادی پریشان ہو جانے والی پختہ عمر عورت جسے محل کی شوخ طبع کنیزیں محض اس وجہ سے نہیں بناتیں کہ سلیم الطبعی اور تہذیب کے علاوہ اپنے طور طریقوں اور برتاؤ سے خاندانی عورت معلوم ہوتی ہے۔''(باب اوّل، منظر اوّل، ص ۱۷)

کافور حرم کا خواجہ سرا ہے جو مختلف امور کی نگرانی کرتا ہے۔

''کنیزوں کا داروغہ خواجہ سرا کافور داخل ہوتا ہے۔ لحیم شحیم شخص، سیاہ رنگت آنکھوں کے نیچے اور باچھوں پر ایسی جھریاں جن سے عیاری ظاہر ہے۔''

منظر نگاری

امتیاز علی تاج نے ڈراما ''انارکلی'' لکھتے ہوئے منظر نگاری پر خصوصی توجہ دی ہے۔ اس میں جغرافیائی حدود و قیود کا بھی خیال رکھا ہے اور تزئین و آرائش کو بھی من وعن ویسے ہی دکھایا ہے جیسا کہ اس دور کی عکاسی کی جا رہی ہو۔ مختلف اوقات میں موسم کا خیال رکھا ہے اور طبیعت کے مطابق کردار نگاری کی ہے۔ اس کی مثالیں پیش کی جاتیں ہیں۔

مغلِ اعظم جلال الدین محمد اکبر شہنشاہِ ہند کی محل سرائیں موسم بہار کی ایک دوپہر۔ ظہر کی نماز ادا ہوئے ڈیڑھ گھنٹے کے قریب وقت ہو چکا ہے۔ ستونوں اور محرابوں کے سائے طویل ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ بیگمیں دوپہر کی استراحت ختم کرنے والی ہیں معمر خادمائیں دوسرے وقت کے کاموں میں مصروف ہو چکیں لیکن ابھی رونق اور چہل پہل کا وہ ہنگامہ برپا نہیں ہوا جو مشرقی حکمرانوں کی محل سراؤں کو نشاط و طرب کی دُنیا بنائے رکھتا ہے۔

ایک کشادہ اور بلند بارہ دری جو حرم کے صحن اور پرانے پائیں باغ کے درمیان واقع ہے اور پائیں باغ میں ملازمین حرم کے جدید حجرے تعمیر ہو جانے کے باعث بیگموں کے استعمال میں نہیں رہی۔ الگ تھلگ اور صحن حرم سے دُور ہونے کی وجہ سے نوجوان کنیزوں اور خواصوں کی مرغوب آرام گاہ ہے۔ جہاں وہ اس وقت بھی بڑی بوڑھیوں کی نظروں اور طعنوں سے محفوظ ہو کر اپنی فراغت کا بقیہ وقت اطمینان اور بے فکری سے فرار رہی ہیں۔

کچھ بیٹھی چوسر کھیل رہی ہیں۔ کچھ شطرنج کی چالوں میں دُنیا و مافیہا سے غافل ہیں۔ ایک طلب والی نے پاندان کھول رکھا ہے۔ کبھی پان لگا کر کھاتی ہے۔ کبھی چھالیہ کترتے کترتے آرسی میں مسی کی دھڑی کا معائنہ کر لیتی ہے جنھیں بیگموں سے سلیقے اور سگھڑاپے کی داد املتی ہے۔ اِن میں سے کوئی اپنی شہرت برقرار رکھنے کی فکر میں سرگندھوا رہی ہے۔ کوئی پرانے دوپٹے کو نئے سرے سے رنگوا کر اس پر لچکا ٹانک رہی ہے۔ جنھیں ملازمانہ زندگی کے سرد وگرم اور گرانباریوں نے بے حس بنا دیا ہے ان کے نزدیک وقت کا بہترین مصروف نیند ہے۔ لیکن اس مقام کی خلوت کا پورا فائدہ زعفران اور ستارہ اُٹھا رہی ہیں۔ چنچل اور منہ پھٹ لڑکیاں ہیں گانے بجانے کی شوقین لیکن موسیقی سے زیادہ موسیقی والوں کے نرت اور چہرے کی کیفیات ادا کرنے سے دلچسپی ہے۔ اس وقت سب بندھنوں سے آزاد ہو کر ستار کے ساتھ گا رہی ہیں اور پھیپھڑوں کا زور گیت کی نسبت تحسین باہمی میں زیادہ صرف کر رہی ہیں۔

دوسری جانب دلارام۔ مروارید اور عنبر ایک کونے میں بیٹھی رازدارانہ انداز میں سرگوشیاں کر رہی ہیں۔ دلارام پیڑھی پر بیٹھی اپنے پختہ حسن کے اعتبار سے نہ صرف ہمرازوں میں بلکہ تمام محفل میں نمایاں نظر آ رہی ہے۔ لمبی آنکھ اُونچی اور پتلی ناک اور واضح ٹھوڑی کہہ رہی ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جنھیں زندگی کی روا اپنی شدت میں ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ہزیمت کے آثار و تفکرات نے چہرے کو بے رونق بنا رکھا ہے لیکن آنکھوں میں تصوّرات کا لوچ

ظاہر کر رہا ہے کہ بساط سے بڑھ کر سوچ رہی ہے۔

شہزادہ سلیم کے محل کے شمال مغربی ایوان، محل قلعۂ لاہور میں حرم سرا کی چار دیواری سے باہر لیکن اس سے بہت کم فاصلے پر واقع ہے۔ یہ ایوان جس کے آگے ایک جھروکے دار مثمن برج ہے۔ بیرونی منظر کی سرسبزی و شادابی کے باعث ایسا دلکشا اور فرحت زا مقام بن گیا ہے کہ کوئی بھی مغل اپنے اوقات فرصت گزارنے کے لیے تمام محل نہیں سے اس ایوان کے سوا دوسرا مقام منتخب نہ کر سکتا۔

دور جہاں غروب آفتاب نیلے آسمان میں ارغوانی رنگ آمیزی کر رہا ہے۔ گھنے پیڑوں کے طویل سلسلے میں سے کھجوروں کے سربلند اور ساکن درخت کالے کالے نظر آ رہے ہیں۔ راوی ان دور کی رنگینیوں کو اپنے دامن میں قلعے کی دیوار تک لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ برج کے مغربی جھروکے میں سے ایک مسجد کے سفید گنبد اور سرخ میناروں کا کچھ حصہ نظر آتا ہے۔

اندر برج کے آگے سنگِ مرمر کا ایک چبوترہ ہے جو تمام ایوان کے عرض میں پھیلا ہوا ہے۔ اس چبوترے کے دونوں پہلوؤں پر مغلیہ انداز کی محرابوں والے دروازے ہیں جن میں سے دایاں حرم سرا کو اور بایاں بیرونی حصوں کو جاتا ہے۔ تین سیڑھیاں۔

جو چبوترے ہی کے برابر عریض ہیں ایوان میں اُترتی ہیں۔ ایوان کی دائیں اور بائیں دیوار میں محل کے دوسرے حصوں میں جانے کے دروازے ہیں۔

ایوان میں بیش قیمت قالین بچھے ہیں جن پر زری کی تکیوں والی مسند جڑاؤ تخت پر رکھی ہوئی بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ سامانِ آرائش کم مگر پر تکلف ہے اور اگرچہ تزئین میں بے حد سادگی سے کام لیا گیا ہے اور بحیثیت مجموعی ایوان کسی قدر خالی خالی معلوم ہوتا ہے مگر دیواروں کے نقش و نگار برج کے جھروکوں پر جالیوں کی صنعت، دروازوں پر گراں قیمت اطلسی پردے اور مناسبت مقامات پر طلائی چوکیاں، ہشت پہلو میزیں اور ان پر جڑاؤ پھولدان دیکھنے سے مغلیہ تجمل کا اثر دل پر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

سلیم برج کے جھروکے میں بیٹھا راوی پر غروبِ آفتاب کو دیکھ رہا ہے۔ اندر ستارہ اور زعفران دف بجا بجا کر ناچ رہی ہیں۔ مگر ان کو علم ہے کہ سلیم متوجہ نہیں۔

حرم سرا میں ایک غلام گردش جس کے ساتھ صحن کا کچھ حصہ نظر آ رہا ہے۔

نمازِ مغرب ادا ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت ہو چکا ہے۔ بیگمیں اور شہزادیاں نشاط و طرب کی محفلوں میں شامل ہونے کے لیے سنگھار کر کے اپنے اپنے حجروں سے رُخصت ہو چکیں کنیزیں اور خواجہ سرا بعد کے مقررہ فرائض انجام دے کر ان کی خدمت میں پہنچ چکے۔ اب نہ کوئی آواز ہے نہ حرکت تھوڑی دیر پہلے بیگموں کی صداؤں اور کنیزوں اور خواجہ

سراؤں کے شور وغل سے جو ہنگامہ برپا تھا اس کا خیال آ جانے سے یہ مقام اب ویران اور اُداس اُداس معلوم ہوتا ہے۔

چاند ابھی نہیں نکلا۔ صحن اور غلام، گردش میں ابھی تاریکی ہے۔ بیگموں کے حجرے میں البتہ شمعیں روشن ہیں اور ان کی روشنی پردوں میں سے نکل کر صحن میں اور غلام گردش کے ستونوں پر اُجالے کے دھبے ڈال رہی ہے۔ دُور سے گانے بجانے کی ہلکی آواز آ کر منظر کو افسردہ تر بنا رہی ہے۔

دلارام اکیلی ایک ستون سہارا لیے کسی گہری سوچ میں چپ چاپ کھڑی ہے۔ ایک حجرے کی چق میں سے روشنی چھن چھن کر پتلی پتلی اور بے شمار لکیروں میں اس پر پڑ رہی ہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد گہری آہ بھرتی ہے اور پھر خیال میں غرق ہو جاتی ہے۔

حرم سرا کے بائیں باغ کا ایک الگ تھلگ حصہ۔

رات ابھی زیادہ نہیں گزری، دس بارہ دِن کا چاند باغ کی رعنائیوں میں کیف و مستی کی دلآویزیاں پیدا کر رہا ہے۔ باغ کے اس حصے میں سنگِ مرمر کا ایک نسبتاً چھوٹا سا اور دو تین سیڑھیاں اُونچا حوض ہے جس کے ننھے ننھے فواروں کی آب افشانی حوض میں چاند کو گدگدا کر بے قرار کر رہی ہے۔ حوض کے چاروں کناروں سے چار منقش روشیں جن کے دونوں طرف پھول دار جھاڑیاں ہیں۔ باغ کی چار دیواری تک چھوٹی چھوٹی سہ دریوں کو جاتی ہے۔ یوں باغ کا یہ حصہ چار سرسبز قطعوں میں تقسیم ہو گیا ہے جن میں خوش قطع کیاریاں اور پھلوں کے گھنے درخت ہیں۔ پھیکے آسمان کے مقابل یہ گھنے درخت سیاہی کے بڑے بڑے بے وضع مگر دِلکش دھبے معلوم ہوتے ہیں۔ سامنے کی سہ دری اور اس کے آس پاس کے لمبے لمبے اور پتلے سرو فاصلے پر ایک سیاہ تصویر نظر آ رہے ہیں۔ باغ کے سکوت میں جھینگروں کی آواز کے سوا کچھ اور مخل نہیں۔

سلیم کا مثمن برج والا ایوان

جھروکے میں سے موسمِ بہار کی صبح کا آسمان شگفتگی اور تازگی کا نور برساتا نظر آ رہا ہے۔

ایوان میں سلیم ہے اور بختیار۔ سلیم کے بال پریشان ہیں۔ خط نہیں بنا۔ معلوم ہوتا ہے منہ تک نہیں دھویا۔ چہرے سے بے خوابی اور فکر کے آثار نمایاں ہیں۔ ایک کشمیری فرغل پہنے تکیے کے سہارے مسند پر نیم دراز رات کا واقعہ بختیار کو سنا رہا ہے۔ بختیار کے لباس میں گزشتہ شام کی سج دھج نظر نہیں آتی۔ صاف معلوم ہوتا ہے خلافِ معمول صبح صبح طلب کیے جانے پر اتنی مہلت نہیں ملی کہ لباس کی تزئین و آرائش کی طرف مناسب توجہ کر سکتا۔ مسند پر سلیم کے سامنے ہمہ تن گوش بیٹھا اندیشہ ناک نظروں سے اس کا چہرہ تک رہا ہے۔

انارکلی کا حجرہ

ہلکے رنگ کی دیواروں کا مختصر سا حجرہ ہے جس میں سامان آرائش بہت کم ہے۔ دیواریں سادہ ہیں۔ سامنے کی دیوار میں مغلیہ انداز کے تین جالی دار دریچے ہیں جن کے پردے اگر کھلے ہوں تو پرانے پائیں باغ کے جھکے ہوئے معمر

درخت اور خشک فوارے نظر آتے ہیں۔ دائیں بائیں تین دروازے ہیں۔ دائیں ہاتھ کے دروازے سہ دری میں کھلتے ہیں اور بائیں ہاتھ کے ثریا کے کمرے کو جاتے ہیں۔

ایک کونے میں ذرا نیچا چوکور تخت ہے جس پر منبر اطلس کی سوزنی بچھی ہے اور آسمانی مخمل کے چھوٹے بڑے تکیے بے ترتیب پڑے ہیں۔ پاندان بند رکھا ہے ستار اور سارنگی کونے میں کھڑی ہے۔ ستار پر پھولوں کا ایک بڑا سا مرجھایا ہوا ہار لٹک رہا ہے۔ دوسرے کونے میں ایک پلنگری پر بستر بچھا ہے۔ اُوپر سبز ریشم کا پلنگ پوش پڑا ہے جس کی سلوٹیں کہہ رہی ہیں کہ پچھلی رات اسے پلنگ پر سے اُٹھایا نہیں گیا۔ غف نیلے پردے جن پر سبز ریشم سے مغلیہ محرابوں میں سرو بنے ہیں۔ دروازوں اور دریچوں پر کھنچے ہوئے ہیں، باہر صبح روزِ روشن میں تبدیل ہو چکی ہے لیکن پردوں کی وجہ سے اس حجرے میں اندھیرا ہے۔

انارکلی اکیلی تخت کے کنارے پر یوں بیٹھی ہے جیسے کھڑے کھڑے تھک کر چور ہو گئی ہے اور محض سہارے کی خاطر بیٹھ گئی ہو۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔ چہرہ باسی ہے آنکھیں بھاری پریشان نظروں سے اِدھر اُدھر تک رہی ہیں اور مٹھیاں کبھی کھولتی کبھی بند کرتی ہے۔

قطعہ لاہور میں سفید پتھر سے بنا ہوا ایک بلند مگر نہایت سادہ اور دل کشا ایوان جسے دیکھنے سے دماغ پر ایک فرحت افزا خاموشی اور خنکی کا سا اثر ہوتا ہے۔

اکبر ایک مسند پر آنکھیں بند کیے اور پیشانی پر ہاتھ اُٹھا رکھے چپ چاپ لیٹا ہے۔ معلوم ہوتا ہے سخت ذہنی محنت کے بعد اس کا دماغ تھک گیا ہے اور وہ اب بالکل خالی الذہن رہ کر اپنے مضمحل اعصاب کو آرام پہنچانا چاہتا ہے۔

مہارانی پاس بیٹھی ہے۔ سامنے کنیزیں رقص کر رہی ہیں۔ مہارانی ٹھوڑی ہاتھ پر رکھے کچھ سوچ رہی ہے۔

اکبر ایک دو مرتبہ آنکھیں کھول کر یوں کنیزوں کی طرف دیکھتا ہے۔ گویا ان کا رقص اسے تکلیف پہنچا رہا ہے۔ آخر ہاتھ اُٹھاتا ہے اور کنیزیں جہاں ہیں وہیں ساکت ہو جاتی ہیں۔

قلعہ لاہور کے شیش محل میں جشنِ نوروز

جشنِ نوروز کی تقریب میں یوں تو تمام شہر اور قلعہ جاہ و جلال مغلیہ کا آئینہ بردار بنا ہوا ہے اور جس طرف بھی نظر اُٹھتی ہے۔ بہار کے خود فراموش عیش و تنعم کی آغوش میں متوالے نظر آتے ہیں لیکن خرم شاہی میں تجمل و شوکت کے ساتھ رونق اور چہل پہل کا ایسا دلآویز ہنگامہ ہے جس کی تابانی و درخشانی آنکھیں خیرہ کیے دیتی ہیں۔

زربفت و کمخواب نے در و دیوار میں ایک آگ سی لگا رکھی ہے۔ ایران و ترکستان کے رنگارنگ قالینوں نے زمین کو گلزار بنا دیا ہے۔ دروازوں پر چین و ماچین کے خوش نگار پردے کسی طلسم کی راز داری کر رہے ہیں۔ جھاڑ فانوسوں، قمقموں

اور قندیلوں سے وسیع ایوانوں کی چھتیں دُنیائے شعر کا آسمان نظر آ رہی ہیں۔

حرم سرا کے وسیع صحن میں دِن کا ہنگامہ تو نہیں رہا جو تلودان اور ریتوں رسموں کے وقت برپا تھا، تاہم گہما گہمی کا اب بھی عجب عالم ہے۔ نادرہ کار آتش بازوں کی ہنرمندی کے نئے نئے نمونے جمع ہیں۔ شتابہ دِکھانے میں صرف ظلِ الٰہی کے باہر آنے کا انتظار ہے۔ مقربین باری باری ظلِ الٰہی کے برآمد ہونے کی خبریں لا رہے ہیں جو کوئی اندر سے آتا ہے اس کے گرد ایک ہجوم جمع ہو جاتا ہے۔ زہرہ جمال بیگمیں اور شہزادیاں ہلکے ہلکے رنگوں کے خوش وضع، شلواروں پر جھلمل جھلمل کرتی پشوازیں پہنے۔

بیش قیمت جواہرات سجائے کوئی شبنم کا دوپٹہ اوڑھے کوئی سر پر کلغی دار بانکی، پگڑی رکھے باغِ اِرم کی تیتریاں معلوم ہو رہی ہیں۔ بہت سی انتظار میں بے قرار کھڑی ہیں جو تھک چکی ہیں وہ بیٹھ گئی ہیں۔ کوئی ٹولی آپس میں ہاتھ پکڑے ٹھمک ٹھمک چلی آ رہی ہے۔ کوئی بے فکری کسی ہجوم میں بیٹھی قہقہے چہچہے اُڑا رہی ہے۔ کہیں پہیلیاں مکرنیاں کہی جا رہی ہیں۔ کوئی بیٹھی اُڑتی اُڑاتی خبریں اور لطیفے سنا رہی ہیں۔ کہیں سوانگ بھرا جا رہا ہے۔ دیکھنے والیوں کا ٹھٹھ لگ رہا ہے۔ کسی جگہ ناچ رنگ کی محفل برپا ہے۔ ڈھولک، ستار، طنبورہ اور طبلہ کھڑک رہا ہے کسی جگہ شام کی ریتیں اور رسمیں ادا ہو رہی ہیں۔ نیاز دی جا رہی ہے۔ حصے تقسیم کیے جا رہے ہیں آؤ لے جاؤ کا غل مچ رہا ہے۔ حبشنیاں، ترکنیاں اور قلماقنیاں اپنے شوخ رنگ لباسوں کی وجہ امتیاز کی جا سکتی ہیں۔ کنیزیں ترت ترت آ جا رہی ہیں۔ خواجہ سرا ادھر سے ادھر بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔ کوئی اسے بلا رہا ہے کوئی اسے پکار رہا ہے۔ کوئی خوان اُٹھائے لیے جا رہا ہے۔ کوئی پان الائچی بانٹ رہا ہے۔ کوئی مہمان بیگموں کو شربت پلا رہا ہے۔ اندر بجوں اور بجے والیوں نے غل مچا رکھا ہے۔ باہر شادیانوں نے تمام قلعہ سر پر اُٹھا رکھا ہے۔

لیکن اس ہنگامے کی آوازیں اندر شیش محل کے ایوانِ خاص تک نہیں پہنچتیں۔ وہاں اگر کوئی آواز ہے تو سرنائیوں اور شہنائیوں کے جو اتنے محتاط فاصلے پر بجائی جا رہی ہیں کہ ان کے نشاط وبخش نغمے خوش آیندلوری کی طرح ایوان میں پہنچ رہے ہیں۔ جگہ جگہ نئی وضع کے یک شاخوں اور فانوسوں میں لمبی لمبی کوئی سیدھی کوئی بل کھاتی ہوئی سفید اور رنگین کافوری شمعیں روشن ہیں۔ زریں وسیمیں مجمروں میں سے عود وعنبر اور رُوح افزا کے نکہت بیز بادل اُٹھ رہے ہیں اور آئینوں میں روشنیاں منعکس ہونے سے جو چکا چوند پیدا ہو رہے ہیں۔ اس میں مِل جل کر تمام ایوان پر عالم خواب کی کیفیت طاری کر رہے ہیں۔

یہاں اکبر ایوان کے پرلے کونے میں ایک مرصع تخت پر جو تین سیڑھیاں اُونچا ہے۔ زرین تکیوں کے سہارے نیم دراز ہے۔ ماتھے پر تلک ہے۔ لباس سادہ مگر جواہرات انمول بیگمیں دوسری طرف سلیم پر تکلف لباس پہنے سج دھج نکالے گلزارِ شباب کا تو شگفتہ پھول۔

ایک نسبتاً نیچے تخت پر دوزانو بیٹھا ہے۔ اکبر کے دائیں ہاتھ ایک تخت پر رانی بیٹھی ہے۔ بائیں ہاتھ ایک لمبے سے تخت پر مالائیں، دوشالے وپٹے اور دوسرے بیش قیمت تحفے سلیقے سے چنے ہوئے ہیں۔ اِدھر اُدھر بیگمیں اور شہزادیاں چوکیوں اور فرش پر مؤدب بیٹھی ہیں ان کے پیچھے ترکنیاں اور قلمقنیاں سونے اور روپے کے عصا ہاتھ میں لے کر بت بنی کھڑی ہیں۔

یہاں اکبر اعظم سلیم سے شطرنج کھیل رہا ہے۔ ایوان کے رَش پر بساط بچھی ہے جس نو جوان اور حسین کنیزیں مہرے بن کر کھڑی ہوئی ہیں اور اپنے سر کے لباس سے شناخت کی جا سکتی ہیں جو کنیز جس کا مہرہ بنی ہوئی ہے۔ اس پر نظر جمائے اس کے اشارے کی منتظر ہے۔ جو پٹ چکی ہیں وہ بساط کے کنارے خاموش بیٹھی ہیں۔ اکبر کے پیچھے دلا رام مہتمم کی حیثیت سے کھڑی ہے لیکن نظریں کہہ رہی ہیں کہ اس کا دماغ اسی کھیل سے کسی زیادہ اہم کھیل کی چالیں سوچنے میں منہمک ہے۔

اگلے روز سہ پہر کو سلیم کا مثمن برج والا ایوان

سلیم کے عشق کا راز طشت از بام ہو چکا ہے۔ تمام قلعے میں اس کے اور انارکلی کے خفیہ تعلقات پر چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اس نے خود صاف الفاظ میں اعترافِ عشق کر لیا ہے۔ صبح سے اب تک انارکلی کی رہائی کے لیے اکبر کے حضور میں ہر ممکن ذریعے سے منتیں، خوشامدیں، التجائیں اور سفارشیں بھیجتا رہا ہے لیکن بارگاہِ اکبری میں رانی کے سوا کسی کو باریابی حاصل نہیں ہو سکی اور حسب اُمید وہ بھی مایوس چہرہ اور ملول نگاہیں لے کر واپس آ گئی نا اُمید ہو کر بختیار کو زبردستی داروغۂ زنداں کے پاس بھیجا ہے کہ کسی قیمت یا وعدے پر رات میں انارکلی سے ملاقات کی صورت نکال کر آئے۔

تفکرات اور اندیشوں کے باعث صبح سے اب تک جنون کی سی کیفیت میں وقت گزارا ہے۔ نہ منہ ہاتھ دھویا ہے نہ خط بنوایا ہے۔ نہ لباس تبدیل کیا ہے۔ نہ صبح سے اب تک کچھ کھایا ہے۔ مجبور ہو کر متفکر ماں سمجھانے بجھانے کی غرض سے خود۔ اسی ایوان میں آئی ہے۔ سلیم اپنی مجبوری اور بے بسی کے احساس سے بھرا ہوا مسند پر بیٹھا ہے۔ رانی پاس بیٹھی اسے منا رہی ہے۔

زنداں۔ اسی روز آدھی رات کو

ایک تہ خانہ جس کی اُونچی اُونچی دیواریں سیل کی وجہ سے شور آلود ہیں۔ چھت کے قریب ایک سلاخ دار روزن ہے جو باہر زمین کی سطح سے اُونچا ہونے کے باعث اس تہ خانہ میں ہوا اور روشنی آنے کا اکیلا راستہ ہے۔ سامنے ایک دروازہ ہے جس کے باہر تہ خانے سے دو سیڑھیاں اُونچی ایک مختصری ڈیوڑھی ہے۔ تہ خانے کی سیڑھیاں اسی ڈیوڑھی میں آ کر ختم ہوتی ہیں۔ دروازے میں سلاخیں لگی ہیں اور باہر کی طرف ایک بھاری قفل پڑا ہے۔ تہ خانے میں سیاہی مائل پتھر کا فرش ہے۔ کونے میں ہرال کا ایک ڈھیر ہے جو قیدی کے لیے بستر کا کام دیتا ہے۔

روشنی کے لیے طاق میں جو چراغ رکھا تھا بجھ چکا ہے۔ تہ خانے میں اندھیرا ہے۔ صرف روزن میں سے باہر کا آسمان اور اس کے تارے نظر آ رہے ہیں۔ یہی روشنی ہے جس کی امداد سے اگر آواز کی رہنمائی میں غور سے دیکھا جائے تو تہ خانے کے درمیان انارکلی کھڑی ہوئی ایک نسبتاً کم تاریک دھبے کی طرح نظر آتی ہے۔

حرم کے جشن کی جگمگاہٹ کے بعد آج جب اس کے دماغ پر سے تیز و تند شراب کا اثر رفتہ رفتہ زائل ہوا تو اس نے اپنے آپ کو اس تیرہ و تاریک مجلس میں پایا۔ وہ روتی رہی، چیختی رہی، چلاتی رہی۔ لیکن اس کی فریاد کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ اسے کچھ یاد نہیں۔ وہ یہاں کب اور کیونکر لائی گئی۔ اس کے دماغ پر اب تک ایک غبار سا چھایا ہوا ہے۔ اور اس کے سہمے ہوئے حواس اسے یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ سب کچھ نیند میں گزر رہا ہے۔

اکبر کی خوابگاہ۔ اسی رات میں اور تقریباً اسی وقت۔ ایک مختصر مگر تکلف سے آراستہ حجرہ جس کی چھت ماہی پشت انداز کی ہے دیواروں کا بیشتر حصہ قرمزی مخمل کے بھاری بھاری پردوں سے جن پر سیاہ ریشم سے بڑے بڑے نقش بنے ہیں چھپا ہوا ہے۔ صرف سامنے کی دیوار کے درمیانی حصے پر سے پردے سرکے ہوئے ہیں۔ جہاں ایک خوش وضع جالی دار محراب ہے۔ محراب کے جھروکے میں سے نیلے آسمان پر چند تارے ٹمٹماتے نظر آ رہے ہیں۔

ایرانی قالینوں کے فرش پر دائیں کونے میں سونے کے بھاری بھاری جڑاؤ پایوں کا ایک پلنگ بچھا ہے۔ جس پر تانبے کے رنگ کا پلنگ پوش پڑا ہے۔ سرہانے ایک ہشت پہلو میز پر تلوار اور دو شاخہ رکھا ہے۔ بائیں طرف ایک بیش قیمت تخت پر زری کے کام کی مسند بچھی ہے اور اس پر تکیے رکھے ہیں۔ دائیں دیوار کے ساتھ نیچی چوکیوں پر زریں پھولدانوں میں رتن مالا اور کرن پھول کی رنگینیوں میں سے پاڈل، نوری اور نرگس کے پھول اُبھر اُبھر کر عطر بیز ہیں۔

کمرے کے درمیان میں اکبر ایک کشمیری فرغل پہنے ہاتھ ایک ہشت پہلو میز پر ٹکائے کھڑا سامنے گھور رہا ہے۔ پیچھے تخت پر رانی بیٹھی ہے۔

زنداں کا بیرونی منظر

صبح، پھیکے آسمان پر دو تین بھٹکے ہوئے تارے حسرت آلود ہیں۔ فضا میں جیسے کسل اور اضمحلال ہے۔ فطرت کا باسی منہ اُترا اُترا بے رونق ہے۔ زندگی سو کر اُٹھے ہوئے مزدور کی طرح طول و غمناک ہے۔

زنداں کے دروازے کے دونوں طرف حبشی خواجہ سرا ننگی تلواریں لیے بت بنے کھڑے ہیں۔

داروغۂ زنداں اور دو اور خوف ناک صورت حبشی خواجہ سرا داخل ہوتے ہیں۔ زنداں کے دروازے کا قفل کھولتے ہیں اور خاموشی سے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

سلیم کا مثمن برج والا ایوان

باہر نیلے آسمان اور مسجد کے گنبد اور میناروں پر دھوپ کہہ رہی ہے کہ دن چڑھ چکا ہے۔ اندر سلیم تخت پر بے ہوشی کی حالت میں یوں پڑا ہے۔ گویا کہیں سے لا کر لٹایا گیا ہے۔ ذرا سی دیر بعد حرم کی طرف کے دروازے کے پردے ہلتے ہیں اور دلارام سر نکال کر اندر جھانکتی ہے جب اطمینان ہو جاتا ہے کہ سلیم غافل ہے تو دبے پاؤں اندر آتی ہے اور آہستہ آہستہ پنجوں کے بل چلتی ہوئی قریب پہنچ کر تھم جاتی ہے۔

ڈراما انارکلی میں اندازِ معاشرت

''انارکلی'' سیّد امتیاز علی تاج نے اس ڈراما میں کئی ایک خوبیوں کو یکجا کر دیا ہے۔ کردار نگاری، منظر کشی، سلیس اور رواں عبارت اور دِلکش اسلوب ان کی پہچان بن گیا ہے۔ اسی طرح مغلیہ عہد کی تہذیب وتمدن کا ذکر بھی اسی انداز میں کیا ہے کہ قاری خود کو اسی ماحول میں موجود ہے۔ مثلاً حرم سرا میں جشن اور انتظام واہتمام کی منظر کشی سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں پر کون سی رسوم رائج تھیں اور اندازِ گفتگو کیا تھا۔ ملاحظہ ہو تاج کے اسلوب نے اسے کیسے بیان کیا ہے۔

☆ قلعہ لاہور کے شیش محل میں جشنِ نوروز

جشن نوروز کی تقریب میں یوں تو تمام شہر اور قلعہ جاہ وجلال مغلیہ کا آئینہ بردار بنا ہوا ہے اور جس طرف بھی نظر اُٹھتی ہے۔ بہار کے خود فراموش عیش وتنعم کی آغوش میں متوالے نظر آتے ہیں لیکن حرم شاہی میں تجمل وشوکت کے ساتھ رونق اور چہل پہل کا ایسا دلآویز ہنگامہ ہے جس کی تابانی و درخشانی آنکھیں خیرہ کیے دیتی ہیں۔ زربفت وکمخواب نے درودیوار میں ایک آگ سی لگا رکھی ہے۔ ایران وترکستان کے رنگا رنگ قالینوں نے زمین کو گلزار بنا دیا ہے۔ دروازوں پر چین وماچین کے خوش رنگ نگار پردے کسی طلسم کی رازداری کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ جھاڑ فانوسوں قمقموں اور قندیلوں سے وسیع ایوانوں کی چھتیں دُنیائے شعر کا آسمان نظر آ رہی ہیں۔

حرم سرا کے وسیع صحن میں دِن کا وہ ہنگامہ تو نہیں رہا جو قلدان اور تیوں رسموں کے وقت برپا تھا تاہم گہما گہمی کا اب بھی عجیب عالم ہے۔ نادرہ کار آتش بازوں کی ہنرمندی کے نئے نئے نمونے جمع ہیں۔ شتابہ دِکھانے میں صرف ظلِ الٰہی کے باہر آنے کا انتظار ہے۔ مقربین باری باری ظلِ الٰہی کے برآمد ہونے کی خبریں لا رہے ہیں وکوئی اندر سے آتا اس کے گرد ایک ہجوم جمع ہو جاتا ہے۔ زہرجمال بیگمیں اور شہزادیاں ہلکے ہلکے رنگوں کے خوش وضع شلواروں پر جھلمل جھلمل کرتی پشوازیں پہنے۔ بیش قیمت جواہرات سجائے کوئی شبنم کا دوپٹہ اوڑھے کوئی سر پر کلغی دار بانکی پگڑی رکھے باغِ ارم کی تیتریاں معلوم ہو رہی ہیں۔ بہت سی انتظار میں بے قرار کھڑی ہیں۔ جو تھک چکی ہیں وہ بیٹھ گئی ہیں۔ کوئی ٹولی آپس میں ہاتھ پکڑے ٹھمک ٹھمک چلی آ رہی ہے۔ کوئی بے فکری کسی ہجوم میں بیٹھے قہقہے چہچہے اُڑا رہی ہے۔ کہیں پہیلیاں مکرنیاں کہی جا رہی ہیں کوئی بیٹھی اُڑتی اُڑاتی خبریں اور لطیفے بنا رہی ہیں کہیں سوانگ بھرا جا رہا ہے۔ دیکھنے والیوں کا ٹھٹھ لگ رہا ہے۔ کسی جگہ شام کی ریتیں اور رسمیں ادا ہو رہی ہیں۔ نیاز دی جا رہی ہے حصے تقسیم کی جا رہے ہیں۔ آؤ لے جاؤ کا غل مچ رہا ہے۔ حبشنیاں، ترکنیاں اور قلماقیاں اپنے شوخ رنگ لباسوں کی وجہ امتیاز کی جا سکتی ہیں۔ کنیزیں ترت ترت آ جا رہی ہیں۔ خواجہ سرا اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔ کوئی اسے بلا رہا ہے کوئی اسے پکار رہا ہے۔ کوئی خوان اُٹھائے لیے جا رہا ہے۔

کوئی پان الائچی بانٹ رہا ہے۔ کوئی مہمان بیگموں کو شربت پلا رہا ہے۔ اندر بچوں اور بچے والیوں نے غل مچا رکھا

ہے۔ باہر شادیانوں نے تمام قلعہ سر پر اُٹھا رکھا ہے لیکن اس ہنگامے کی آوازیں اندر شیش محل کے ایوانِ خاص تک پہنچتیں وہاں اگر کوئی آواز ہے تو سرنائیوں اور شہنائیوں کی جو اتنے محتاط فاصلے پر بجائی جا رہی ہیں کہ ان کے نشاط بخش نغمے خوش آئندہ لوری کی طرح ایوان میں پہنچ رہے ہیں۔ جگہ جگہ نئی وضع کے یک شاخوں دو شاخوں اور فانوسوں میں لمبی لمبی، کوئی سیدھی کوئی بل کھاتی ہوئی سفید اور رنگین، کافوری شمعیں روشن ہیں۔ زریں و سیمیں ممبروں میں سے عود و عنبر اور رُوح افزا کے نکہت بیز بادل اُٹھ رہے ہیں اور آئینوں میں روشنیاں منعکس ہونے سے جو چکا چوند پیدا ہو رہی ہے اس میں مِل جل کر تمام ایوان پر عالمِ خواب کی کیفیت طاری کر رہے ہیں۔

یہاں اکبر کے ایوان کے پرلے کونے میں ایک مرصع تخت پر جو تین سیڑھیاں اُونچا ہے۔ زریں تکیوں کے سہارے نیم دراز ہے۔ ماتھے پر تلک ہے۔ لباس سادہ مگر جواہرات انمول دوسری طرف سلیم پر تکلف لباس پہنے سج دھج نکالے گلزار شباب کا نوشگفتہ پھول ایک نسبتاً نیچے تخت پر دوزانو بیٹھا ہے۔ اکبر کے دائیں ہاتھ ایک تخت پر رانی بیٹھی ہے۔ بائیں ہاتھ ایک لمبے سے تخت پر مالائیں۔ دوشالے دوپٹے اور دوسرے بیش قیمت تحفے سلیقے سے چنے گئے ہیں اِدھر اُدھر بیگمیں، چوکیوں اور فرش پر مؤدب بیٹھی ہیں ان کے پیچھے ترکنیاں اور تلماقنیاں سونے اور روپے کے عصا ہاتھ میں لے کر بت بنی کھڑی ہیں۔

یہاں اکبر اعظم سلیم سے شطرنج کھیل رہا ہے۔ ایوان کے فرش پر بساط بچھی ہے جس پر نوجوان اور حسین کنزیں مہرے بن کر کھڑی ہوئی ہیں اور اپنے سر کے لباس سے شناخت کی جا سکتی ہیں۔ جو کنیز جس کا مہرہ بنی ہوئی ہیں۔ اس پر نظر جمائے اس کے اِشارے کی منتظر ہے جو پٹ چکی ہیں وہ بساط کے کنارے خاموش بیٹھی ہیں۔

''انارکلی'' کا کرداری مطالعہ

امتیاز علی تاج نے اپنے شہرہ آفاق ڈرامے ''انارکلی'' میں عمدہ کردار نگاری کر کے اپنے فن کا لوہا منوایا ہے جو اُن کے فنی چابک دستی کا واضح ثبوت ہے۔ انھوں نے پلاٹ کے خاکے میں کرداروں کے ذریعے رنگ بھر کر اور واقعات کو انہی کے سہارے آگے بڑھایا ہے۔ تاج صاحب نے واقعات میں ایک منطقی ربط پیدا کرنے کے لیے کرداروں کی حرکات وسکنات سے بڑا کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پلاٹ کی چستی اور موزونیت بہت حد تک اچھی کردار نگاری کی مرہون منت ہوگئی ہے۔

ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''امتیاز علی تاج کا ڈراما ''انارکلی'' ایک ایسے تراشیدہ فن پارے کی حیثیت رکھتا ہے جس کی فنی آرائش میں بہت محنت صرف کی گئی تھی۔ چناں چہ اسے دورِ جدید کا نقشِ اوّل شمار کیا گیا۔''(۱)

انارکلی میں چار کردار تو بنیادی اور مرکزی حیثیت کے حامل ہیں۔ یعنی اکبر، سلیم، دلآرام اور انارکلی۔ اگر چہ باقی کردار ضمنی حیثیت رکھتے ہیں لیکن پلاٹ کے دروبست اور اس کے ارتقا میں ان کا حصہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔ بختیار، ثریا، داروغہ زندان، رانی، انارکلی کی ماں غرض یہ سب کردار اپنے اپنے دائرہ عمل میں ڈرامائی عمل کو فعال بنانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

اکبر شہنشاہ بھی ہے اور ایک مصلحت اندیش باپ بھی۔ سلیم شہزادہ بھی ہے اور ایک عاشق زار بھی۔ انارکلی ایک رقاصہ بھی ہے اور محبت کرنے والی لڑکی بھی۔ دلآرام حاسد بھی ہے اور محبت کی ماری بھی۔ مہارانی ملکہ بھی ہے اور ایک ماں بھی۔ بختیار ایک چارہ ساز دوست اور راز دار بھی ہے اور مشفق ناصح بھی۔ اسی طرح گویا ہر کردار میں ایک ظاہری اور ایک نفسیاتی تہہ داری دکھائی دیتی ہے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر سلیم اختر نے بڑی خیال انگیز بات کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''تاج نے ہر کردار کی شخصیت، سماجی حیثیت اور نفسیاتی ساخت کے مطابق مکالمے لکھنے میں کامیاب رہے ہیں۔ مثال کے لیے اکبر کے مکالمے ہی کافی ہیں۔ وہ باپ ہو یا شوہر، آقا ہو یا شہنشاہ، اس کے ایک ایک لفظ سے اس کا شہنشاہ ہند ہونا عیاں ہے۔''(۲)

''انارکلی'' کے نمایاں کردار حسبِ ذیل ہیں۔

انارکلی:

ڈرامے کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں کلیدی کردار بڑی اہمیت کا حامل ہو۔ کیوں کہ ڈرامے کا دارومدار اسی پر قائم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالسلام لکھتے ہیں:

> ''ڈراما میں کلیدی کردار کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر ڈراما قائم نہیں رہ سکتا۔ کلیدی کردار کا فیصلہ تصادم پیدا کرتا ہے اور اس طرح ڈراما کو متحرک کرتا ہے۔ کلیدی کردار کسی چیز کی طرف تمنا ہی نہیں کرتا بلکہ اسے اس چیز کی ضرورت ایسی شدید ہوتی ہے کہ وہ اس کی خاطر مٹنے اور مٹانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے مقصد کی خاطر جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ ایسا کردار جس کی تمنا پر خوف غالب آ جائے یا جس میں صبر وقناعت زیادہ ہو اور مقابلہ کی قوت نہ ہو۔'' (۳)

انارکلی اس ڈرامے کی ہیروئن ہے جس کا اصل نام نادرہ تھا۔ دلکش اور خوبصورت رقص کی بنا پر اکبر اعظم اسے انارکلی کا خطاب دیتا ہے اور وہ بہت خوبصورت بھی بہت ہے۔ امتیاز علی تاج انارکلی کا ظاہری نقشہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> ''پندرہ سولہ سال کی نازک اندام لڑکی جس کی چمپئی رنگ میں اگر سرخی کی خفیف سی جھلک نہ ہو تو شاید بیمار سمجھی جائے۔ خدوخال شعرا کے معیار حسن سے بہت مختلف اس کا چہرہ دیکھ کر ہر تخیل پسند کو پھولوں کا خیال ضرور آتا ہے۔'' (۴)

انارکلی اکبر اعظم کی منظور نظر کنیز ہے۔ اس کے آنے سے پہلے دلآرام محل میں معروف تھی لیکن انارکلی نے آتے ہی محل میں اپنا ایک الگ مقام بنالیا۔ اس کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے ڈراما نگار ڈرامے میں اس کے ظاہر ہونے سے قبل ہی دوسری کنیزوں کی گفتگو کے ذریعے اس کا تعارف ہم سے کروا دیتا ہے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف لکھتے ہیں:

> ''اس (انارکلی) کی اندرونی کیفیت ایک ڈری ڈری، سہمی سہمی، خوف زدہ لڑکی کی ہے۔ آنکھوں میں جیسے حسرتیں بیٹھی جھانک رہی ہوں، وہ ہر وقت سوچوں میں غرق رہنے والی لڑکی ہے۔'' (۵)

وہ مزید لکھتے ہیں:

> ''جہاں تک انارکلی کی کردارنگاری کا تعلق ہے اس میں امتیاز علی تاج نے اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے ہر کردار کو دہری شخصیت کے ساتھ پیش کیا ہے اور دونوں شخصیتوں میں تصادم اور (Conflict) کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔'' (٦)

دائمی ملال اور افسردگی نے انارکلی کی شخصیت کی دلکشی کو اور بڑھا دیا ہے۔ وہ بہت کم گو اور خاموش طبع ہے۔

فن کی دنیا میں کھوئی ہوئی، وہ ناچتی ہے تو ڈوب کر، گاتی ہے تو ڈوب کر اور جب عشق کرتی ہے تو ڈوب کر۔ ایسے کردار پر نشہ دو آتشہ کا کام کرتا ہے۔ اور یہی اس کے ساتھ ہوا۔ جشن کی رات رقص میں نشہ آور مشروب نے اس کے حواس مختل لیکن اس کی فنی اور رومانی حس کو بیدار کر دیا۔ انارکلی کو اس بات کا پورا احساس ہے کہ وہ ایک کنیز ہے اور ایک کنیز کی شہزادے سے محبت کا پایۂ تکمیل تک پہنچنا اسے بظاہر ممکن نظر نہیں آتا۔ چناں چہ ہزاروں اندیشے اور وسوسے اسے دن رات گھیرے رہتے ہیں اور وہ محلاتی سازشوں اور جوڑ توڑ سے بے خبر اپنی خیالی دنیا میں مگن رہتی ہے۔ جہاں طرح طرح کے توہمات اٹھتے بیٹھتے اور اس کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ انارکلی کی اس داخلی کیفیت کو امتیاز علی تاج نے اس کے اعمال و افعال گفتگو اور طور طریقوں کے ذریعے بڑی عمدگی سے ظاہر کیا ہے۔

امتیاز علی تاج نے اس ڈرامے میں خود کلامی سے جگہ جگہ کام لیا ہے۔ خود کلامی اگر بے موقع ہو تو ڈرامے کا عیب بن جاتی ہے لیکن تاج اس حقیقت سے خواب واقف ہیں کہ کہاں کے کسی موڑ پر اور کس کردار کی زبانی انہیں خود کلامی سے کام لیا ہے۔ انہوں نے جہاں اور جس مقام پر بھی خود کلامی کے لیے جگہ نکالی ہے۔ اسے موقع اور محل کے لحاظ سے ناگزیر بنا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً انارکلی کا کردار ایک ایسا کردار ہے جس میں خود کلامی کی گنجائش سب سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ انارکلی ایک کنیز ہونے کے ناطے اپنی مجبوریوں اور کمزوریوں سے اچھی طرح آگاہ ہے اور اپنا حال دل کسی کو نہیں سنا سکتی۔ چنانچہ وہ اکثر اوقات خود اپنے آپ سے گفتگو کرنے لگتی ہے اور اس طرح اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی ہے۔ ایک مقام پر وہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتی ہے:

> ''سلیم! تمہیں کیا مل گیا میری نیندوں کو لوٹ کر۔ میری راحت کو غارت کر کے تمہیں کیا مل گیا سلیم۔ پھر تم نے کیوں محبت کے پیغام بھیجے۔ کیوں سلگتی ہوئی چنگاری کو دھکا دیا۔ یہ سب ہنسی تھی۔ یہ سب ہنسی ہی تھی مگر عالی مرتبت شہزادے۔ کمزور بے بس کنیز سے ہنسی! اس قیامت کی ہنسی! اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا! (گھٹنوں پر سر رکھ کر سسکیاں بھرنے لگتی ہیں)''(۷)

انارکلی کے جذبات محبت، بحیثیت کنیز اپنی کمزوری کا احساس اور یہ خیال کہ اگر یہ سب کچھ شہزادے کے نزدیک ہنسی مذاق سے زیادہ نہ ہوا تو کیا ہوگا۔ یہ سب خیالات احساسات اور اندیشے تاج نے ایک مکالمے میں سمو دیئے ہیں۔ اس طرح سلیم کی خود کلامی ملاحظہ ہو:

> ''اللہ! پھر یہ سہی محبت کب تک راز رہے گی۔ مجبور دل یوں ہی چپ چاپ دیکھا کرے گا یا وہ فرخندہ ساعت بھی آنے لگی جس کی امید میں قیامت ہے (آہ بھر کر) کیسے آئے گی۔ وہ کہاں مانیں گے ہائے وہ کہہ دیں گے وہ انارکلی ہے حرم سرا کی کنیز۔''(۸)

شہزادہ سلیم:

سلیم، اکبر اعظم کا بیٹا، رومان پسند اور عاشق مزاج نوجوان شہزادہ ہے جو انارکلی پر عاشق ہونے کے بعد ہر صورت میں اور ہر قیمت پر اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ امتیاز علی تاج نے اس ڈرامے میں سلیم کو ایک شہزادے سے زیادہ ایک عاشق کے روپ میں پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف، سلیم کا نقشہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''سلیم ایک مغلوب الغضب شخص ہے۔ اس کا ہر عمل جذباتی اور لمحاتی جوش کا نتیجہ ہے۔ اس کی محبت میں گہرائی نہیں ہے۔ وہ محض جذباتی تلذز کا دلدادہ ہے۔ بزدل اتنا ہے کہ اکبر سے اس کی جان جاتی ہے۔ اس کے غضب کا تصور کر کے کانپ جاتا ہے۔ اس میں مصلحت اندیشی اور دانش مندی کا شدید فقدان ہے۔''(۹)

سلیم کے نزدیک عشق شہزادگی سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور اپنی محبت کے مقابلے میں وہ شاہی شان وشوکت اور جاہ وجلال کو ایک معمولی درجے کی چیز سمجھتا ہے۔ اس کی فطرت کا خمیر جذباتیت سے بنا ہے یا شدید عمر کے تقاضے اور محبت کی شدت نے اسے مصلحت اندیش سے گریز کرنا سکھا دیا ہے۔ چنانچہ وہ ہر بات کو جذباتی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔

اکبر اعظم:

بابر اور ہمایوں کا وارث، سلطنت، مغلیہ کا جلیل القدر شہنشاہ اور سلیم کا باپ یہ ڈرامے کا بڑا اہم اور جاندار کردار ہے۔ یہ وہ کردار ہے جس میں بیک وقت دو شخصیتیں آپس میں دست وگریباں ہیں۔ ان میں سے ایک شخصیت تو بادشاہ کی ہے جس نے تیرہ سال کی عمر میں ہندوستان کے تخت پر قدم رکھا اور اپنی ذات لیاقت ذہانت ہمت جرات اور سیاسی سوجھ بوجھ کی بدولت اسے دنیا کی ایک عظیم سلطنت بنا دیا ہے۔ اور دوسری شخصیت ایک باپ کی ہے جسے اپنے بیٹے سے

والہانہ محبت ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اسے اپنی ہی طرح شاہانہ جاہ وجلال کا پیکر دیکھنے کا آرزومند ہے۔ اکبر ہر حال میں ایک شہنشاہ ہے اور اپنے بیٹے کو بھی اپنے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ اکبر کے نزدیک ملک گیری اور جہاں بانی سے دلچسپ مشغلہ اور کوئی نہیں۔ جبکہ سلیم اپنی محبت اور آرزوؤں کے آگے ان تمام چیزوں کو ہیچ سمجھتا ہے۔ باپ اور بیٹے کا یہ نظریاتی اختلاف قصے اور پلاٹ کے اعتبار سے بھی کافی اہمیت رکھتا ہے کہ اس سے خارجی تصادم کی ایک صورت حال پیدا ہوتی ہے لیکن کردار نگاری کے نقطہ نظر سے بھی یہ ایک دلچسپ صورت حال ہے۔ اکبر

نے اپنے باطن میں جس کشمکش سے دوچار ہے۔اس کو تاج نے مختلف طریقوں اور زاویوں سے دیکھا ہے۔اکبر بحثیت شہنشاہ سلیم کو صحیح معنوں میں ایک جانشین دیکھنا چاہتا ہے۔لیکن سلیم انارکلی کی محبت میں اس کے خوابوں کو چکنا چور کرنے پر تلا ہوا ہے۔بادشاہ کی حیثیت سے یہ بات اس کے لیے شدید رنج وافسوس کا باعث ہے۔وہ یہ گوارہ نہیں کرسکتا کہ سلیم ایک کنیز کی محبت کی خاطر ہندوستان کے تخت کو پائے حقارت سے ٹھکرادے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف، اکبر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اکبر ایک سخت گیر، سنگدل عقل مند لیکن مغلوب الغضب اور ایک دوراندیش آمر حکمران کی صورت میں نظر آتا ہے جو خود تو رقص وسرور اور نغمہ و مے کی محفلوں سے سرشار اور حسین وجمیل کنیزوں اور رقاصاؤں سے لطف اندوز ہوتا ہے لیکن اپنے بیٹے کی محبت کو اس لیے برداشت نہیں کرسکتا کہ اس نے باپ کی دل پسند سب سے زیادہ حسین اور پری پیکر رقاصہ کو منتخب کرکے اپنی محبوبہ بنالیا ہے۔''(۱۰)

ڈاکٹر سنبل نگار لکھتی ہیں:

''تاج نے شہنشاہ اکبر کا کردار ایسے سلیقے اور ایسی توجہ سے تخلیق کیا ہے کہ وہ اپنی پُر وقار شخصیت اور اپنے شاہانہ طمطراق کے ساتھ ہماری آنکھوں کے آگے جی اٹھتا ہے۔وہ فولادی عزائم رکھنے والا انسان ہے۔اس نے کسی کے آگے جھکنا نہیں سیکھا۔کسی سے ہار ماننا نہیں جانتا۔''(۱۱)

ڈاکٹر سنبل نگار کی مذکورہ رائے کی تصدیق ذیل کے مکالمے سے ہوجاتی ہے۔

''خداوندا! کیا معلوم تھا یوں ہوگا! شیخو! میرے مظلوم بچے! میرے مجنون بچے! اپنے باپ کے سینے سے چمٹ جا تو بھی آنسو بہا میں بھی آنسو بہاؤں گا اکبر شیخو کا باپ ہے صرف باپ وہ تیرا غلام ہے اور میرے جگر گوشے غلاموں سے بھی غلطیاں ہوجاتی ہیں۔''(۱۲)

ملاحظہ فرمائیں کہ اکبر جس کے قدموں تلے زمین لرزہ براندام رہتی تھی اپنی ایک کمزوری سے ایسی حالت کو پہنچ گیا جسے قابل رحم کہا جاسکتا ہے۔

اتنا مقتدر اور جاہ وجلال کا مالک شہنشاہ ہند ایک عورت سے اس قدر خوفزدہ تھا کہ اسے دیوار میں زندہ چنوادینے کے سوا اور کوئی حل اسے نظر نہ آیا۔کیا یہ بزدلی کا عمل نہیں؟ یہ کہاں کی درویشی اور پدری شفقت ہے کہ سیاسی مصلحت کے تحت یا ولی عہد سلطنت کو عورت کے اثر سے بچانے کی خاطر ایک کمسن اور حسین وجمیل لڑکی کو دیوار میں زندہ چنوادیا جائے۔ہوس ملک گیری حکوت کو دوام بخشنے کی آرزو اور ملوکیت کے تسلسل کی خاطر انسانی جذبوں کو کچلنا

ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ اکبر کا یہ عمل کسی لحاظ سے بھی قابل معافی نہیں ۔ ماہرین فن اور نقادان ادب نے اکبر کے اس ظالمانہ فعل کا جو بھی جواز اور جیسی بھی توجیہہ پیش کی ہو لیکن یہ قابل مقبول نہیں ہے۔ایک موقع پر اکبر کے سرزنش کرنے پر سلیم کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں تو اکبر اُس سے کہتا ہے:

> ''آنسو، بادشاہ بھی تمھیں معاف نہیں کر سکتا، معاف نہیں کر سکتا سلیم۔ وہ مغل شہزادوں کو سیاست کی الجھنوں میں مجنوں دیکھ سکتا ہے، وہ انھیں ہوس ملک گیری میں گرفتار دیکھ سکتا ہے۔ وہ جانتا ہے ان کے زخموں سے کیا کرے۔ وہ جانتا ہے ان کی سر بریدہ نعشوں کو کیا کرے۔ مگر آنسو......آنسو......جا اپنی ماں کے پاس جا۔ ان آنسوؤں کو تو اس کے ہاتھ بیچ سکتا ہے۔'' (۱۳)

دلآرام:

شاہی محل کی کنیزوں میں ایک خاص مقام کی حامل کنیز ہے۔ جسے اکبر اور سلیم کا قرب خاص بھی حاصل ہے جو اپنے دل میں سلیم کی محبت بھی چھپائے ہوئے رہے۔ وہ انارکلی اور سلیم کی محبت کا راز جاننے کے بعد قدرتی طور پر حسد و رقابت کا شکار ہے اور شہزادے کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر انارکلی کو اپنے راستے سے ہٹا دینا چاہتی ہے۔ انارکلی نے نہ صرف سلیم کو اس سے چھین لیا بلکہ اس کے آجانے سے محل میں اس کی عزت اور مقبولیت میں بھی کمی آگئی ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاتی ہے تو اسے نہ صرف سلیم کا قرب دوبارہ نصیب ہو جائے گا بلکہ وہ محل میں اپنی کھوئی ہوئی عزت و مقام بھی ایک بار پھر حاصل کر لے گی۔ وہ ایک شدید جذباتی ہیجان کا شکار ہے لیکن سلیم کی طرح اپنے جذبات کو کسی پر ظاہر کرنے کی بجائے بڑے ٹھنڈے دل و دماغ سے منصوبہ بندی کرتی ہے۔ سلیم اور دلآرام کے

کردار اپنی فطرت کے اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ سلیم جتنا جذباتی اور انتہا پسند ہے۔ دلآرام اتنی ہی مصلحت کوش اور ٹھنڈے دل و دماغ کی مالک چنانچہ وہ انارکلی کے مقابلے میں پسپا ہونے کی بجائے اپنے وقتی زوال اور عارضی ذلت کو بڑے حوصلے اور صبر سے برداشت کرتی ہے اور اپنی عقل و ذہانت کے بل بوتے پر ہمیشہ کے لیے اس کا قصہ پاک کرنے کی کوشش کرتی ہے اس میں کامیاب بھی ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا مرکزی کرداروں کے علاوہ ضمنی کردار بھی کم اہم نہیں۔ انارکلی کی چھوٹی بہن ثریا، انارکلی کی ماں، مہارانی، بختیار، داروغۂ زنداں اور دیگر کنیزیں وغیرہ ہر کردار اپنے اندر جامعیت اور اہمیت و دلکشی کے تمام پہلو لیے ہوئے ہیں۔ امتیاز علی تاج نے ہر کردار سے اس کی شخصیت کے مطابق کام لیا ہے۔ کرداروں کی عقل و بصیرت کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے وہی کام لیا ہے جس کے وہ اہل ہیں۔

امتیاز علی تاج لمبے چوڑے مکالمے لکھنے کی بجائے اختصار نویسی سے کام لیتے ہیں اور رمز و اشارہ کا وہ طلسم باندھتے ہیں کہ قاری کے ذہن میں حیرت و استعجاب کے دریچے کھلتے جاتے ہیں۔ مثلاً جب دلآرام کو چھٹی سے واپس آکر یہ پتا چلتا ہے کہ انارکلی اس کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ لے چکی ہے اور ایک دوسری کنیز اس سے یہ پوچھتی ہے کہ اب وہ کیا کرے گی تو دلآرام جواب دیتی ہے: ''ناگن کی دم پر کوئی پاؤں رکھ دے تو وہ کیا کرتی ہے۔''

اس ایک جملے میں تاج دلآرام کی ساری مکاری وعیاری، سازشی رجحان اور ذہانت وفطانت کو اسیر کرلیا ہے۔ یہ جملہ نہ صرف دلآرام کی فطرت و ذہنیت کو ہم پر ظاہر کرتا ہے بلکہ قصے میں ہونے والے آئندہ واقعات کی طرف ایک بلیغ اور پراسرار اشارہ بھی اس میں پنہاں ہے جو قاری کے ذہن کو بیدار اور آگے آنے والے حالات کے لیے تیار کردیتا ہے۔

ڈرامے میں جس طرح پلاٹ کی وضاحت اور صراحت کے لیے کردار تخلیق کیے جاتے ہیں، اسی طرح کرداروں کی فطرت، ان کی عادات اور خیالات کو مکالموں کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ڈرامے میں کردار نگاری اور مکالمہ نویسی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اچھی کردار نگاری اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک ڈراما نگار کامیاب مکالمہ نویسی پر عبور نہ رکھتا ہو۔ اس لیے کہ کرداروں کی خصوصیات، ان کی گفتگو اور ان کے مکالمے ہی سے ابھر کر سامنے آتی ہے۔ ''انارکلی'' میں تاج نے جہاں اعلیٰ درجے کی کردار نگاری کے نمونے پیش کیے ہیں وہاں ان کے مکالمے اپنی چستی و برجستگی اور زبان و بیان کی موزونیت کے اعتبار سے ہماری توجہ فوراً اپنی طرف مبذول کرالیتے ہیں۔ اچھے مکالمے کی خوبی یہ ہے کہ مکالمہ کردار کی عادت وفطرت، اس کی سماجی حیثیت اور اس کے ماحول کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس اصول کو سامنے رکھ کر جب ہم انارکلی کے مکالموں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امتیاز علی تاج نے اپنے کرداروں کی زبان سے جو مکالمے ادا کروائے ہیں وہ نہ صرف نہ ان کرداروں کی ذہنی و جذباتی کیفیات کو سامنے رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ بلکہ کرداروں کے مرتبہ وشان کو بھی پوری طرح پیش نظر رکھا گیا ہے۔

○○○

محاورات

ڈراما انارکلی میں مستعمل محاورات درج ذیل ہیں:

سر گندھوانا: (ص ۱۲)

(محاورہ) ہندوؤں میں ایک رسم جو پہلے پہل رائج تھی۔ چوٹی بنوانا۔ سر کے بالوں کی مینڈیاں بنانا۔

بے رونق بنانا: (ص ۱۲)

بے لطف۔ بغیر چہل پہل کے سونا۔ سونا۔ سنسان۔ (جامع اللغات ۴۵۲، جلد اوّل)

گلا پھاڑ پھاڑ کر گانا: (ص ۱۲)

چیخ کر گانا۔ چلانا۔ بھدے پن سے گانا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۲۳۵)

کان میں پڑی آواز سنائی نہ دینا: (ص ۱۲)

شوروغل کے باعث بات سمجھ میں نہ آنا۔ بہت شوروغل ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۰۴)

دو گھڑی کا آرام کرنا: (ص ۱۲)

تھوڑی دیر ستانا۔ چند لمحوں کی فراغت۔ (علمی اُردو لغت، ۷۴۹)

گھر کا گھر سر پر اُٹھانا: (ص ۱۲)

بہت شوروغل کرنا۔ شور برپا کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۴۵۹)

بڑبڑ بکنا: (ص ۱۳)

بلا رکاوٹ بولنا۔ تیزی سے بات کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۳۵۸)

کمان چڑھنا: (ص ۱۳)

جیتنا۔ فتح حاصل کرنا۔ کامیاب ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۵۱)

منہ نہ لگانا: (ص ۱۳)

کوئی ظرف پینے کے لئے اپنے ہونٹوں سے لگانا۔ لب آشنا ہونا۔ کوئی بجانے کا ساز منہ سے لگانا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۴۴۳)

پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑنا: (ص ۱۳)

کسی کام میں پوری طرح مشغول ہونا۔ نہایت مستعدی سے کام کرنا۔ سخت سست کہنا۔ (علمی اُردو لغت، ۳۷۳)

خونؒ کا گھونٹ پینا: (ص ۱۳)

غصے کو برداشت کرنا۔ غم برداشت کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۶۹۰)

کلمہ پڑھنا: (ص ۱۴)

خدا کی توحید کا اقرار کرنا۔ کسی کی اطاعت کرنا۔ کسی کا عاشق ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۴۵)

اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا: (ص ۱۴)

اپنا نقصان آپ کرنا۔ اپنے فعل سے خود نقصان کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۹۰)

بنی بنائی بات خراب کرنا: (ص ۱۴)

طے شدہ معاملہ خراب کرنا۔ سدھرا ہوا کام بگاڑنا۔ (علمی اُردو لغت، ۲۵۴)

ایمان ایمان کی کہنا: (ص ۱۴)

حق کی بات کہنا۔ خدا لگتی کہنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۶۲)

الگ تھلگ رہنا: (ص ۱۴)

بے تعلق رہنا۔ بے لاگ رہنا۔ جدا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۲۷)

گونج اُٹھنا: (ص ۱۴)

آواز سے بھر دینا۔ بہت شور و غل ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۲۵۱)

کان چور لے جانا: (ص ۱۴)

بے پرواہ ہونا۔ نظر انداز کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۰۴)

کان میں روئی ٹھونسنا: (ص ۱۳)

محض بے خبر ہونا۔ غافل۔ بے سدھ۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۰۶)

چیخ چیخ کر گلا آ جانا: (ص ۱۵)

چلانے کی وجہ سے گلا خراب ہونا۔ زور کی آواز نکالنا۔ (علمی اُردو لغت، ۶۳۴)

چولہے میں جھونکنا: (۱۵)

نظر انداز کرنا۔ غور نہ کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۶۱۲)

دِل نہ بھرنا: (ص ۱۶)

جی نہ بھرنا۔ اچھی طرح سیر نہ ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۷۶۸)

دِل کی بھڑاس نکالنا: (ص۱۶)

دِل کا غبار نکالنا۔ دِل کی کدورت ختم کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۷۳۴)

آبرو سے اُٹھانا: (ص۱۸)

عزت سے اُٹھانا۔ وقار و وضع سے بلانا۔ (علمی اُردو لغت، ۵)

سر پٹکنا: (ص۱۸)

سر دے دے کر مارنا۔ سر پھوڑنا۔ بہت کوشش کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۸۹۷)

خطاب پھبنا: (ص۱۸)

عزت کا نام۔ سجنا۔ توصیفی لقب جو حکومت کی طرف سے ملتا ہے۔ مناسب لگنا۔ (علمی اُردو لغت، ۶۷۸)

جی ترسنا: (ص۱۸)

آرزومند ہونا۔ جی للچانا۔ (علمی اُردو لغت، ۵۶۸)

جلی مرنا: (ص۱۸)

حسد کرنا۔ اَن بن ہونا۔ دُشمنی ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۵۴۱)

اُلجھ پڑنا: (ص۱۹)

لڑنا۔ جھگڑنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۶)

لد جانا: (ص۱۹)

بھر جانا۔ مر جانا۔ انتقال کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۲۹)

تکا ہوان: (ص۱۹)

تھک جانا۔ تھکاوٹ ہونا۔ سستی ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۴۵۹)

زبان خشک ہونا: (ص۱۹)

بہت پیاس ہونا۔ بہت باتیں کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۸۴۵)

سو سو نام دھرنا: (ص۱۹)

بہت نقطہ چینی کرنا۔ عیب نکالنا۔ (علمی اُردو لغت، ۹۲۵)

دِل پر جبر کرنا: (ص۲۰)

دِل پر ظلم کرنا۔ دِل سخت کر لینا۔ (علمی اُردو لغت، ۷۲۸)

چہرہ گلابی ہونا:(ص۲۱)

چہرے پر رونق آنا۔چہرے سے خوشی کا اظہار ہونا۔ (علمی اُردو لغت،۶۱۰)

ہمہ تن گوش ہونا:(ص۲۱)

پوری توجہ سے بات سننا۔خصوصی دلچسپی کسی بات میں لینا۔(علمی اُردو لغت،۱۵۹۴)

دِل ڈولنا:(ص۲۲)

غشی طاری ہونا۔کمزوری کی وجہ سے غشی طاری ہونا۔(علمی اُردو لغت،۷۳۱)

خوش ہونا:(ص۲۳)

مزے اُڑانا۔لطف آنا۔(علمی اُردو لغت،۶۸۹)

چاند جڑے ہونا:(ص۲۶)

بہت خوبصورت ہونا۔حسن بے مثال ہونا۔(علمی اُردو لغت،۵۷۸)

سرگوشیاں کرنا:(ص۲۷)

کانا پھوسی۔کان میں بات کرنا۔چغلی۔غیبت۔(علمی اُردو لغت،۸۹۷)

پھانس نکالنا:(ص۲۸)

چبھے ہوئے ریشے کو بدن سے باہر نکالنا۔خلش دُور کرنا۔تکلیف رفع کرنا۔(علمی اُردو لغت،۳۸۵)

آگ سے لگانا:(ص۳۰)

جلانا۔حرارت۔حسد پیدا کرنا۔(علمی اُردو لغت،۲۴)

تعظیم بجالانا:(ص۲۳۰)

عزت کرنا۔آداب بجالانا۔(علمی اُردو لغت،۴۵۵)

اطلاع بھیجنا:(ص۳۰)

خبر دینا۔نوٹس بھیجنا۔(علمی اُردو لغت،۱۱۱)

تحقیر کرنا:(ص۳۰)

حقیر سمجھنا۔ذِلت۔حرمتی۔(علمی اُردو لغت،۴۳۶)

اشک شوئی کرنا:(ص۳۳)

آنسو پونچھنا۔تسلی دینا۔دلاسا دینا۔(علمی اُردو لغت،۱۰۹)

پانی برسنا: (ص ۳۴)

رحمت ہونا۔ بارش ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۳۱۳)

آہ بھرنا: (ص ۳۶)

افسوس کرنا۔ آہ کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۳۹)

کانوں سنی: (ص ۳۷)

خود سننا۔ توجہ سے سننا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۰۵)

چپ شاہ کا روزہ رکھنا: (ص ۳۷)

ایک منت جس میں بولتے نہیں ہیں۔ خاموش رہنا۔ (علمی اُردو لغت، ۵۸۲)

سوگ منانا: (ص ۳۷)

مردے کا ماتم کرنا۔ رنج وغم کی حالت میں رہنا۔ (علمی اُردو لغت، ۹۳۰)

قیامت کا نمونہ بننا: (ص ۳۹)

بے حد شور وغل ہونا۔ قیامت جیسا ہونا۔ (علمی اُردو لغت ۱۰۸۹)

پہیلیوں میں بات کرنا: (ص ۳۹)

گول مول بات کرنا۔ مبہم طریقے سے بات کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۳۸۴)

دل میں نہ سمانا: (ص ۳۹)

کسی بات کا یقین نہ ہونا۔ اِرادہ نہ کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۶۳۵)

چین نہ پڑنا: (ص ۳۹)

سکون نہ ہونا۔ اطمینان نہ ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۶۳۵)

صاف صاف کہنا: (ص ۳۹)

بے لاگ بات کرنا۔ کھری کہنا۔ (علمی اُردو لغت، ۹۷۲)

کان لگانا: (ص ۳۹)

متوجہ ہونا۔ غور سے سننا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۰۶)

ماتھا ٹیکنا: (ص ۳۹)

سجدہ کرنا۔ عبادت کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۳۲۰)

ٹھٹکنا: (ص ۴۰)

چلتے چلتے رُک جانا۔ حیرت یا خوف کی وجہ سے ٹھہر جانا۔ (علمی اُردو لغت، ۵۰۸)

آنکھیں میچنا: (ص ۴۰)

توجہ ہٹانا۔ دست بردار ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۳۷)

بے ہوش سا ہونا: (ص ۴۱)

غافل ہونا۔ فریفتہ۔ کم سن۔ (علمی اُردو لغت، ۲۹۸)

گھٹی جانا: (ص ۴۱)

دب جانا۔ آواز کا تنگ ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۲۵۶)

کل کی گڑیا ہونا: (ص ۴۴)

بہت نازک ہونا۔ مجسمہ حسن ونزاکت۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۴۲)

رس چوسنا: (ص ۴۵)

جوہر نکال لینا۔ عراق نکالنا۔ (علمی اُردو لغت، ۸۱۰)

زندگی کی قیمت بتانا: (ص ۴۶)

زندگی کی قدر۔ زندگی کی اہمیت۔ (علمی اُردو لغت، ۸۶۰)

دِل میں شبہ ہونا: (ص ۴۶)

اطمینان نہ ہونا۔ شک وشبہ ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۷۳۲)

زمین کا منہ پھاڑنا: (ص ۴۶)

ضم ہونا۔ قہر نازل ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۸۵۶)

پیروں کے نیچے سے سرکنا: (ص ۴۷)

ہاتھ سے اختیار چھوٹنا۔ بے وقعت ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۴۱۱)

طوفان برپا ہونا: (ص ۴۸)

فساد برپا کرنا۔ شور وغل مچانا۔ واویلا کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۹۹۶)

تعلق خاطر ہونا: (ص ۴۹)

دِل کا لگاؤ۔ میلان طبع۔ (علمی اُردو لغت، ۴۵۵)

ذِلت کی موت ہونا: (ص ۵۰)

رُسوائی سے مرنا۔ خوار ہو کر مرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۷۹۳)

نور برسنا: (ص ۵۳)

روشنی کا نمایاں ہونا۔ چہرے پر رونق آنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۵۳۱)

آرزومند ہونا: (ص ۵۴)

خواہش مند ہونا۔ اُمیدوار ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۵)

بیچ میں کانٹا ہونا: (ص ۵۵)

کوئی ایک بات غلط ہونا۔ کچھ شک وشبہ ہونا۔ (علمی اُردو لغت، //)

مسکرا مسکرا کر اِشار کرنا: (ص ۵۹)

کنایوں میں بات کرنا۔ دبی ہنسی سے بات کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۳۸۷)

یک مشت قیمت ادا کرنا: (ص ۵۹)

فی الفور ادائیگی کرنا۔ ایک ہی بار پیسے لوٹانا۔ (علمی اُردو لغت، //)

موقع دینا: (ص ۶۳)

مہلت دینا۔ موافق حالات دینا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۴۵۶)

محتاج ہونا: (ص ۶۲)

حاجت مند ہونا۔ غریب ہونا۔ اپاہج ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۳۵۳)

آنکھیں پھاڑ کر دیکھنا: (ص ۶۳)

غور سے دیکھنا۔ دلچسپی ظاہر کرنا۔ حیرانی سے دیکھنا۔ (علمی اُردو لغت، ۳۱)

بجلی گرنا: (ص ۶۴)

آفت آنا۔ مصیبت نازل ہونا۔ (علمی اُردو لغت، //)

بساط اُلٹ دینا: (ص ۶۴)

بازی پلٹ دینا۔ کھیل یکسر تبدیل کرنا۔ (علمی اُردو لغت، //)

تھک کر چور رہونا: (ص ۶۶)

بہت شل ہونا۔ جوڑ جوڑ دُکھنا۔ (علمی اُردو لغت، ۴۸۱)

زہر کا گھونٹ پینا: (ص٦٦)

تلخ چیز کو پینا۔صبر کرنا۔(علمی اُردو لغت،٧٦٣)

قدم پھوک کر رکھنا: (ص٦٦)

احتیاط کرنا۔دھیان کرنا۔(علمی اُردو لغت،١٠٧٢)

منہ تکنا: (ص٦٧)

حیران رہ جانا۔ششدر رہنا۔اُمید رکھنا۔(علمی اُردو لغت،١٤٣٩)

کلیجہ دھک سے رہ جانا: (ص٦٧)

حیرت انگیز سے بات بیٹھنا۔سخت ڈرنا۔ (علمی اُردو لغت،١١٤٨)

سورج سر پر آ جانا: (ص٦٧)

دوپہر ہو جانا۔دِن کا درمیانی حصہ۔(علمی اُردو لغت،٩٣٩)

جی گھبرانا: (ص٦٨)

پریشان ہونا۔دِل بیٹھ جانا۔(علمی اُردو لغت،٥٦٩)

دِل ہولنا: (ص٦٨)

خوف ہونا۔ڈرنا۔(علمی اُردو لغت،٧٣٠)

ہاتھ بڑھانا: (ص٦٩)

ہاتھ آگے کرنا۔اپنی حد سے آگے بڑھنا۔ (علمی اُردو لغت،١٥٦٤)

الزام گھڑنا: (ص٧٠)

موردِ الزام ٹھہرانا۔بدنام کرنا۔(علمی اُردو لغت،١٢٦)

شائیں شائیں کرنا: (ص٧٣)

ویرانی ہونا۔بہت غصہ کی حالت میں ہونا۔(علمی اُردو لغت،٩٤٤)

شاکر ہونا: (ص٧٤)

صبر کرنا۔شکر کرنا۔(علمی اُردو لغت،٩٤٤)

پھونک کر راکھ کرنا: (ص٧٤)

منتشر کرنا۔تباہ برباد کرنا۔(علمی اُردو لغت،٣٩٧)

تلوے چاٹنا: (ص۷۶)

بہت خوشامد کرنا۔للو پتو کرنا۔(علمی اُردو لغت،۴۶۵)

ایمان لے آنا: (ص۷۷)

بات تسلیم کرنا۔مسلمان ہونا۔اسلام قبول کرنا۔(علمی اُردو لغت،۱۶۲)

سونا رہ جانا: (ص۷۸)

ویران رہ جانا۔بے رونق ہونا۔(علمی اُردو لغت،۹۳۲)

تازگی بخشنا: (ص۷۸)

رونق دینا۔طراوت بخشنا۔(علمی اُردو لغت،۴۲۲)

کھوئی سی جانا: (ص۷۹)

کسی سوچ میں غرق ہونا۔(علمی اُردو لغت،۱۱۹۱)

بادل اُٹھنا: (ص۸۲)

گھٹا اُٹھنا۔ابر کا آسمان۔پر نمودار ہونا۔(علمی اُردو لغت،۸۲)

مات دینا: (ص۸۴)

ہانا۔شکست دینا۔مغلوب کرنا۔(علمی اُردو لغت،۱۳۲۱)

نمودار ہونا: (۸۶)

عیاں ہونا۔ظاہر ہونا۔نمایاں ہونا۔(علمی اُردو لغت،۱۵۲۷)

فراغت پانا: (ص۸۷)

فرصت ہونا۔انزال ہونا۔(علمی اُردو لغت،۱۰۴۸)

سونے میں پیلی موتیوں میں سفید ہونا: (ص۸۷)

سجا ہوا ہونا۔بہت زیور پہنے ہوئے ہونا۔(علمی اُردو لغت،۹۳۲)

اندیشہ ہونا: (ص۸۸)

غور و فکر ہونا۔خیال و وہم۔(علمی اُردو لغت،۱۴۰)

بدگمان ہونا: (ص۸۸)

کسی چیز پر یقین نہ ہونا۔بدظن ہونا۔(علمی اُردو لغت،۲۰۸)

اوجھل ہونا: (ص ۸۸)

آڑ میں ہونا۔ اوٹ میں ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۴۷)

کورنش بجالانا: (ص ۸۹)

آداب بجالانا۔ تسلیم عرض کرنا۔ بندگی کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۶۶)

زبان کھلوانا: (ص ۸۹)

بدزبانی میں دلیر کرنا۔ چھپی ہوئی بات کو ظاہر کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۸۴۶)

بھانڈا پھوٹنا: (ص ۸۹)

راز کھل جانا۔ راز افشا ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۲۷۰)

غصہ تھوکنا: (ص ۸۹)

صبر و تحمل کرنا۔ کسی خفتگی کو برداشت کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۰۳۵)

جوبن نکانا: (ص ۹۰)

خوبصورت جوانی۔ حسن و جمال کی کیفیت۔ (علمی اُردو لغت، ۵۴۹)

جگ جگ جینا: (ص ۹۰)

بڑی عمر پانا۔ ہمیشہ جیتے رہنا۔ (علمی اُردو لغت، ۵۳۷)

منہ چڑانا: (ص ۹۰)

نقل اُتارنا۔ مضحکہ اُڑانا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۴۴۰)

قلعی کروانا: (ص ۹۰)

سفیدی کرنا۔ چمکانا۔ ترنول پر رنگ چڑھانا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۰۸۳)

سرمنڈوانا: (ص ۹۰)

جوگی یا فقیر بننا۔ سر کے بال اُسترے سے اُتروانا۔ (علمی اُردو لغت، //)

ناک کٹوانا: (ص ۹۰)

بدنام ہونا۔ رُسوا ہونا۔ ذلیل ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۴۸۶)

شعلہ جوالہ معلوم ہونا: (ص ۹۲)

بہت خوبصورت معلوم ہونا۔ معشوق۔ (علمی اُردو لغت، ۹۵۴)

گلے ملنا:(ص۹۴)

ہم آغوش ہونا۔صفائی ہو جانا۔(علمی اُردولغت،۱۲۳۸)

ٹھن جانا:(ص۹۴)

ڈٹ جانا۔اپنے موقف پر قائم رہنا۔(علمی اُردولغت،۵۰۹)

آہیں بہنا:(ص۱۰۳)

رونا۔آنسو ٹپکانا۔(علمی اُردولغت،۳۰)

آنسو بہنا:(ص۱۰۳)

رونا۔آنسو ٹپکانا۔(علمی اُردولغت،۳۰)

تقدیر کا ہنسنا:(ص۱۰۳)

بخت جاگنا۔خوشی ہونا۔(علمی اُردولغت،۴۵۷)

ترجیح دینا:(ص۱۰۳)

فوقیت دینا۔فضیلت دینا۔مقابل پر مقدم رکھنا۔(علمی اُردولغت،۴۴۴)

پامال کرنا:(ص۱۰۴)

نظرانداز کرنا۔چھوڑ دینا۔(علمی اُردولغت،//)

کشت وخون کرنا:(ص۱۰۴)

خونریزی کرنا۔مارکٹائی کرنا۔جنگ جدل کرنا۔(علمی اُردولغت،//)

زہر بھرنا:(ص۱۰۴)

نفرت پیدا کرنا۔بیزاری پیدا کرنا۔(علمی اُردولغت،۸۶۳)

سبک بننا:(ص۱۰۴)

ہلکا ہونا۔فارغ البال ہونا۔(علمی اُردولغت،//)

پرنم رہنا:(ص۱۰۵)

آنسو بہاتے رہنا۔تر۔گیلا۔(علمی اُردولغت،//)

شعلے کی جلن ہونا:(ص۱۰۶)

سخت غصہ ظاہر ہونا۔غم کی آگ۔(علمی اُردولغت،۹۵۴)

بات کا دھنی ہونا: (ص ۱۰۷)

بہت باتیں کرنے والا۔ باتونی۔ (علمی اُردو لغت، ۱۷۴)

زرد چہرہ ہونا: (ص ۱۰۸)

بہت کمزوری ہونا۔ نحیف و ناچار۔ (علمی اُردو لغت، ۸۵۱)

دماغ پھٹنا: (ص ۱۰۸)

سڑی ہو جانا۔ باؤلا ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۷۴۱)

ٹکڑے ٹکڑے ہونا: (ص ۱۰۸)

پاش پاش کرنا۔ پارہ پارہ کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۵۰۱)

باغی ہونا: (ص ۱۱۰)

بگڑنا۔ ناخوش ہونا۔ (علمی اُردو لغت، //)

آوارۂ وطن ہونا: (ص ۱۱۰)

بے وطن کرنا۔ ملک سے دربدر کرنا۔ (علمی اُردو لغت، ۳۹۰)

اشک آلود ہونا: (ص ۱۱۱)

بہت رونا۔ رنج ہونا۔ (علمی اُردو لغت، //)

شنوائی ہونا: (ص ۱۱۳)

سننا۔ توجہ دینا۔ دھیان کرنا۔ (علمی اُردو لغت، //)

شور نکلنا: (ص ۱۱۳)

آواز ظاہر ہونا۔ بے حد بے چینی ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۹۶۲)

ان مول ہونا: (ص ۱۱۴)

بے بہا۔ بہت قیمتی۔ (علمی اُردو لغت، ۱۳۵)

جنت کا زمین پر اُترنا: (ص ۱۱۶)

بہت سکون ہونا۔ دُنیا خوبصورت لگنا۔ (علمی اُردو لغت، ۵۴۴)

آسمان پھٹنا: (ص ۱۱۶)

سخت مصیبت میں پڑنا۔ عذاب نازل ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۸)

دِل دہل جانا:(ص۱۱۸)

خون کھانا۔ڈرنا۔(علمی اُردولغت،۷۳۱)

بال بیکا نہ ہونا:(ص۱۱۹)

مطلق نقصان نہ ہونا۔کوئی گزند نہ پہنچنا۔(علمی اُردولغت،۱۸۶)

پھٹ پڑنا:(ص۱۲۴)

بڑھ جانا۔خوب موٹا ہونا۔(علمی اُردولغت، //)

جوانی کے گیت گانا:(ص۱۲۵)

جوانی کا چین پانا۔جوانی کا عیش ملنا۔نوعمر کا سکھ۔(علمی اُردولغت، //)

جاں گنوانا:(ص۱۲۵)

بے فائدہ جان۔فکر یا تردّد کرنا۔(علمی اُردولغت،۵۲۴)

ہوش وحواس کھونا:(ص۱۲۷)

حواس باختہ ہونا۔بے شعور ہونا۔(علمی اُردولغت، //)

دم توڑنا:(ص۱۲۷)

نزدکی حالت میں جان کنی کی حالت میں ہونا۔(علمی اُردولغت،۷۳۹)

سینے پر نچانا:(ص۱۲۸)

بہت اذیت دینا۔تکلیف دہ ہونا۔(علمی اُردولغت،۹۴۲)

آنکھوں سے چنگاریاں نکلنا:(ص۱۳۱)

بہت غصہ ہونا۔بہت دُکھ ہونا۔(علمی اُردولغت،۳۴)

سکوت طاری ہونا:(ص۱۳۵)

خاموش ہونا۔امن ہونا۔(علمی اُردولغت،۹۱۴)

زندگی بجھ جانا:(ص۱۳۵)

موت کا وقت قرین آنا۔دنیا ویران ہونا۔(علمی اُردولغت،۸۵۹)

دُکھ بھری فریاد ہونا:(ص۱۳۶)

رنجیدہ درخواست۔تکلیف دہ اِلتجا۔(علمی اُردولغت،۷۲۶)

کروٹ بدلنا: (ص ۱۳۸)

ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلنا۔ انقلاب ہونا۔ مخالف سے جا ملنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۱۳۰)

محبت بچھڑ جانا: (ص ۱۳۹)

پیار کھو جانا۔ محبت نہ ملنا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۳۵۲)

آرزو اُجڑ جانا: (ص ۱۳۹)

خواہش پوری نہ ہونا۔ تمنا یا حال ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۵)

خون رونا: (ص ۱۴۰)

بہت رونا۔ اتنا رونا کہ آنسوؤں کی جگہ خون نکلے۔ (علمی اُردو لغت، ۶۹۰)

منہ موڑنا: (ص ۱۴۱)

بیزار ہونا۔ توجہ نہ دینا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۴۴۲)

مٹ جانا: (ص ۱۴۱)

تباہ و برباد ہونا۔ بے نشان ہونا۔ زائل ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۳۴۲)

مردنی چھانا: (ص ۱۴۳)

موت کے آثار ظاہر ہونا۔ چہرے کا رنگ زرد ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۳۷۰)

زندہ گاڑنا: (ص ۱۴۴)

جیتے جی مار دینا۔ زندہ آدمی کو زمین میں دبانا۔ (علمی اُردو لغت، ۸۶۰)

اینٹ سے اینٹ بجانا: (ص ۱۴۵)

تباہ کرنا۔ برباد کرنا۔ گرا دینا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۶۲)

خشک ہونا: (ص ۱۴۹)

چیخ کر بولنا۔ چلانا۔ (علمی اُردو لغت، ۱۲۳۵)

سائیں سائیں کرنا: (ص ۱۴۹)

ویرانی یا وحشت ہونا۔ جسم میں سنسناہٹ ہونا۔ (علمی اُردو لغت، ۸۷۹)

ضرب المثل

امتیاز علی تاج نے اردو ڈراما انارکلی میں مختلف ضرب المثل نہایت عمدگی سے استعمال کی ہیں۔ جو ان کے فن کی نہایت خوبصورت مثال ہیں۔

تان سین کی کوئی ہوتی سوتی

سان نہ گمان

سونے پہ سہاگہ

نہ دِین کی نہ دُنیا کی

چندے آفتاب چندے ماہتاب

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

پھانس نکالنے کی بجائے اُنگلی کاٹنا

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

سو دن سنار کا ایک دِن لوہار کا

تلمیحات

جب تخلیق کار متن میں کسی اہم واقعے، چیز، شخصیت، مقام، ملک، جگہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اسے تلمیح کہا جاتا ہے۔

ڈراما انارکلی میں مستعمل تلمیحات درج ذیل ہیں:

تان سین

موسیقار عظیم تان سین گوالیار میں پیدا ہوا وہ اکبر شاہ کے نورتنوں میں سے ایک تھا۔ اس نے ہندوستان کی کلاسیکی موسیقی کو اتنا کچھ دیا ہے کہ آج تک اس کا دامن تان سین کی تخلیقات سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی گزشتہ ایک ہزار برس تک تاریخ میں اتنا بڑا موسیقار پیدا نہیں ہوا۔ ہندوستان کی کلاسیکی موسیقی تان سین کے راگوں پر ہی زندہ ہے۔ ان کے بعد آنے والے بڑے اُستادوں کے راگ اسی حالت میں ہیں جس میں تان سین نے ان کی تکمیل کی تھی۔ درباری کانڑا میاں ظہار اور میاں سارنگ جیسے راگ بھی تان سین ہی کی ایجاد ہیں۔ ان کی برسی گوالیار میں ہر سال منائی جاتی ہے۔ جہاں فنِ موسیقی کے شائقین کا بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، بار اوّل، مطبوعہ ۱۹۶۲ء، ص ۴۴

اکبر

بابر کا بیٹا ہمایوں جب بھائیوں کی بے رُخی کے باعث شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر بھاگا تو میرٹھ کوٹ (سندھ) کے مقام پر اس کے ہاں اکبر پیدا ہوا۔ ہمایوں اپنی جان بچا کر ایران پہنچا۔ یہاں اپنے چچا عسکری کے ہاتھ آ گیا جس نے اس کو تعلیم سے بے بہرہ رکھا۔

۱۵۵۵ء میں ہمایوں سکندر شاہ سوری کو شکست دے کر دوبارہ دہلی پر قابض ہو گیا۔ ۲۴ جنوری ۱۵۵۶ کو ہمایوں کا انتقال ہوا اور ۱۳ برس کی عمر میں اکبر باپ کا جانشین ہوا۔ اکبر نے پر ہیمول کو شکست دی اور دہلی و آگرہ پر اس کا قبضہ ہوا۔ اس نے گجرات، مالوہ، بنگال، کشمیر، سندھ، احمد نگر، بیدر اور برار کو فتح کیا اور اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے عالم موجود تھے جو اکبری نورتن کے نام سے مشہور ہیں ان میں ابوالفضل فیضی، ٹوڈرمل، بیربل، راجہ مان اور حکیم ہمام قابلِ ذکر ہیں۔

اکبر کی مذہبی روایات کا ہی نتیجہ تھا کہ اس نے دینِ الٰہی جاری کیا جو اس کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔

زمین کی پیمائش اور اراضی کا بندوبست کیا۔ اس نے ۱۶۰۵ء میں وفات پائی اور فتح پوری سیکری میں دفن کیا گیا۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، بار اوّل، مطبوعہ ۱۹۶۲ء، ص ۱۴۰

راجپوت

ایک ہندو نسل جو ذات کے کھشتری تھے اور اب ہندوؤں اور مسلمان دونوں میں پائے جاتے ہیں ان کے نسب و نژاد کے بارے میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ تاہم اس پر سب متفق ہیں کہ وہ راجاؤں کی اولاد سے ہیں۔ بعض مورخین کا یہ بھی خیال ہے کہ راجپوتوں میں سے کئی ایک سفید ہنس کی اولاد ہیں۔ سمند گیت جو گپتا خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے عہدِ حکومت کے بعد راجپوتوں نے کئی ایک چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر قبضہ جما کر خود مختاری کا اعلان کر دیا اور عرصہ تک شمالی ہندوستان میں حکومت کرتے رہے۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، باراوّل، مطبوعہ ۱۹۶۲ء، ص ۴۹

صلہ موصول

رموز واوقاف کے مطابق قوسین کی عبارتی علامت کسی چیز کی وضاحت کے لئے یا مخصوص بات کو واضح کرنے کیلئے جو عبارت قوسین کے درمیان رقم کی جاتی ہے صلہ موصول کہلاتی ہے۔

(گفتگو کے دوران میں ایک دو مرتبہ چیں بجبیں ہو کر زعفران اور ستارہ کی طرف یوں دیکھتی ہے گویا ان کے شوروغل سے پریشان ہے۔ پر چپ ہو رہتی ہے۔)

(آخر نہیں رہا جاتا۔)

(دلارام کی شہہ سے حوصلہ پا کر)

(ستارہ پھر سے چھیڑنے کو تھی۔ مگر غیر کی گالی بھلا کیسے سن لے۔)

(مصالحت کے ناصحانہ انداز میں)

(اتنی مختصر جھڑپ سے دل کا بخار کہاں نکل سکتا ہے۔)

(دوسری کنیز میں جو اس بحث میں شامل ہیں۔ مگر متوجہ ضرور ہیں۔ زیرِ لب تبسم اور اشاروں کنایوں سے زعفران کی جرأت کی دوا دیتی ہیں۔)

(ستار زعفران کے ہاتھ سے لے لیتی ہے کہ اسے پھر گانے بجانے کے شغل میں مصروف کر لے۔)

(جل کر کھڑی ہو جاتی ہے۔)

(ستارہ زعفران کو لے جانے کے لیے کھینچتی ہے۔)

(اُٹھتے ہوئے۔)

(منہ چڑھا دیتی ہے۔ ستارہ منہ چڑھانی کو زبردستی کھینچ لے جاتی ہے۔ دوسری کنیزیں بہ مشکل اپنی ہنستی روکتی ہیں۔ دلارام اور عنبر خون کے سے گھونٹ پی کر اپنی جگہ بیٹھ جاتی ہیں۔ اس دوران میں چوسر کھیلنے والی لڑکیوں میں سے ایک کی آواز آتی ہے۔'' کیوں کیسی رہی؟'' شطرنج کھیلنے والیوں میں سے ایک کہتی ہے۔'' اب چلو کہاں چلتی ہو؟'' دلارام غیر اور مروارید ذرا دیر خاموش رہتی ہیں۔ اور پھر رازدارانہ انداز میں سرگوشیاں شروع کر دیتی ہیں۔)

(کسی قدر توقف سے۔)

(تامل کے بعد۔)

(کچھ دیر متفکر انداز میں سر جھکائے بیٹھی رہتی ہے۔)

(بائیں باغ کی ڈیوڑھی میں سے۔)

(وہیں ڈیوڑھی میں کھڑا غل مچا رہا ہے۔)

(کھیل سے سر اُٹھا کر)

(سر موڑ کر بے پروائی سے۔)

(چل کر بارہ دری میں آنے سے بچنا چاہتا ہے۔)

(دلارام سے)

(دلارام کو تامل دیکھ کر)

(سامنے گھورتے ہوئے)

(کنیزوں کا داروغہ خواجہ سرا کافور داخل ہوتا ہے۔ لحیم شحیم شخص۔ سیاہ رنگت آنکھوں کے نیچے اور باچھوں پر ایسی جھریاں جن سے عیاری ظاہر ہے۔ دلارام اسے دیکھ کر اُنگلی ہونٹوں پر رکھ لیتی ہے اور عنبر اور مروارید کو چپ ہونے کا اِشارہ کرتی ہے۔)

(چلتے چلتے آہستہ سے عنبر سے۔)

(چڑ کر)

(دبے غصے سے)

(وقار سے)

(دلارام کی وقار آمیز گفتگو سے کسی قدر مرعوب ہو کر۔)

(دلارام کے چہرے پر حقارت کا ایک خفیف سا تبسم نمودار ہوتا ہے اور وہ استغنا سے سر اُٹھائے عنبر اور مروارید کے ساتھ رُخصت ہو جاتی ہے۔)

(میدان خالی دیکھ آپ ہی آپ بول کر دِل کی بھڑاس نکالتا رہ جاتا ہے۔)

(انارکلی کی ماں داخل ہوتی ہے۔ سیدھی سادی پریشان ہو جانے والی پختہ عمر عورت ہے جیسے محل کی شوخ طبع کنیزیں محض اس وجہ سے نہیں بتاتیں کہ سلیم الطبعی اور تہذیب کے علاوہ اپنے طور طریقوں اور برتاؤ سے خاندانی عورت معلوم ہوتی ہے۔)

(ذرا دیر چپ رہ کر۔)

(رازدارانہ انداز میں۔)

(فکرمندی سے)

(خدا جانے کچھ سوچ رہی ہے یا یوں ہی اُداس ہے۔)

(سرگوشی میں۔)

(چونک کر کافور کو دیکھتی ہے اور پھر اندیشہ ناک نظروں سے ادا مرادمرتک کر اُنگلی ہونٹوں پر رکھ لیتی ہے۔)

(چلنے کو مڑتے ہوئے۔)

(رُک کر کافور کو دیکھتی ہے۔)

(سامنے دیکھتے ہوئے۔)

(انارکلی ملول اور افسردہ نظر آتی ہے اور باوجود کوشش کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دیر سے سوچ رہی تھی اسے بھلا نہیں سکی۔)

(بلائیں لے کر۔)

(انارکلی ایک اُداس تبسم سے منہ پھیر لیتی ہے۔)

(انارکلی کے جواب کے انتظار میں کچھ دیر توقف کر کے۔)

(انارکلی چپکی کھڑی سر جھکائے انگوٹھے سے اُنگلیوں کے ناخن ملتی رہتی ہے ماں اس کے جواب کی منتظر رہتی ہے۔)

(مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے۔)

(بگڑ کر۔)

(انارکلی کی بلائیں لے کر۔)

(کافور ہنستا ہوا رُخصت ہو جاتا ہے۔)

(کافور کو نظروں سے اوجھل ہوتے ہی بگڑ کر۔)

(سر جھکا کر۔)

(ماں بگڑ کر چلی جاتی ہے۔)

(ملول نظروں سے اسے رُخصت ہوتے ہوئے دیکھتی رہتی ہے۔)

(انارکلی پیڑھی پر بیٹھ جاتی ہے اور سر جھکا لیتی ہے۔)

(سورج محل کے دوسری طرف ڈھل چکا ہے۔ بارہ دری میں سے باغ کے جو سرد دکھائی دیتے ہیں ان کی سبزی سیاہ

پڑ چکی ہے۔ثریا داخل ہوتی ہے۔ تیرہ سال کی چلتی ہوئی خوش باش اور چنچل لڑکی نقش انار کلی سے زیادہ اچھے ہیں۔ مگر وہ دلکشی نہیں ہے۔محل کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے حالات سن سن کر بہت سیانی بن چکی ہے۔مگر ناتجربہ کاری اور کم عمری کے باعث سیانے پن کو چھپانے کے انداز ابھی نہیں آئے۔)

(پیار سے۔)

(افسردہ تبسم سے۔)

(چلنے کے لیے کھڑی ہو جاتی ہے۔)

(انار کلی کی کمر میں بانہیں ڈال کر۔)

(مسکرا کر ٹالتے ہوئے۔)

(شوخی سے)

(چونک کر)

(مزے لے لے کر)

(ثریا کو تکتے ہوئے)

(یک لخت ثریا کے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہمہ تن گوش ہو جاتی ہے۔)

(دونوں کوئی آواز سننے کے لیے کان لگا دیتی ہیں۔توقف غیر محدود معلوم ہوتا ہے۔)

(ثریا کو گلے لگا کر)

(ثریا کے رُخسار چومتے چومتے پیشانی چوم لیتی ہے پھر یک لخت شرما کر سر جھکا لیتی ہے۔)

(تاڑ چکی ہے)

(شرما کر منہ موڑتے ہوئے)

(گدگدا کر)

(انار کلی جدھر منہ موڑتی ہے ثریا مسکراتی ہوئی شوخی سے ادھر ہی جا کھڑی ہوتی ہے۔آخر ہنستی ہوئی بہن سے لپٹ جاتی ہے۔انار کلی اور شرما جاتی ہے اور اپنے آپ کو ثریا سے چھڑا کر بھاگ جاتی ہے۔ثریا بھی قہقہہ لگاتی ہوئی پیچھے پیچھے بھاگتی ہے۔)

(جیسے شرما گئی۔ہلکا طمانچہ مارتی ہے۔)

(زعفران اس انداز سے سلیم کی طرف جاتی ہے گویا ایک اہم خدمت کے لیے منتخب کی گئی ہے۔کہیں پاؤں ٹیڑھا پڑ

جاتا ہے اور گر پڑتی ہے۔)

(ہنسی ضبط کرتے ہوئے۔)

(سلیم زعفران کو اُٹھانے کے لیے اس کی طرف بڑھتا ہے۔ زعفران خود اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ستارہ شوخی سے اس کے کپڑے جھاڑنے لگتی ہے۔ زعفران اسے ایک تھپڑ رسید کرتی ہے۔)

(ناز کے مصنوعی کھسیانے پن سے۔)

(سلیم اور ستارہ دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑتے ہیں۔)

(چلی ہی تو جائیں گی۔)

(چلتے چلتے رُک کر ستارہ کی طرف دیکھتی ہے۔ اس کے چہرے پر ایک پر معنی تبسم ہے۔)

(انارکلی کا ذکر ہو اور سلیم دلچسپی نہ لے۔)

(مسند پر بیٹھ کر۔)

(کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا بات کر کے اس تذکرے کو جاری رکھے۔)

(بڑی تمکنت سے سر پھیر کر ستارہ پر ایک نظر ڈالتی ہے۔)

(گویا دیکھوں تو زعفران سامنے سے کیا کہتی ہے؟)

(زعفران کی پریشانی کو بھانپ کر۔)

(فاتحانہ انداز میں مسکرا کر۔)

(لطف لیتے ہوئے۔)

(تاؤ میں آ کر چل پڑتی ہے۔)

(متوقع ملاقات کے اندیشوں سے یک لخت برہم ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے۔)

(ایسے انداز سے دور جا کر کھڑا ہو جاتا ہے جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ زعفران اور ستارہ رُخصت ہو جائیں۔ دونوں حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں اور سرگوشیاں کرتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ سلیم تنہا رہ جاتا ہے۔)

(بے چین ہو کر مسند پر گر پڑتا ہے اور تکیے پر سر رکھ دیتا ہے۔)

(ذرا دیر خاموش رہتی ہے۔ پھر دور دریا کی طرف سے گانے کی ہلکی ہلکی آواز آتی ہے۔ سلیم کچھ دیر اسی طرح پڑا منشاء رہتا ہے۔ پھر اُٹھتا اور سست قدموں سے برج میں جاتا اور دریا کی طرف جھانکتا ہے۔ آخر جھروکے کے ساتھ سر ٹیک کر کھڑا ہو جاتا اور گیت سننے لگتا ہے۔ آواز مدھم ہوتی ہوتی غائب ہو جاتی ہے۔)

(سر جھکا کر خاموش ہو جاتا ہے۔)

(سورج ڈوب چکا ہے۔ باہر شام کا دُھندلکا ہے۔ ایوان کے اندر تاریکی گہری ہوتی جا رہی ہے۔)

(چبوترے کے دروازے سے دو خواجہ سرا داخل ہوتے ہیں۔)

(ایک نے روشن مشعلیں اور دوسرے نے ایک چوکی اُٹھا رکھی ہے۔ اندر آ کر وہ تعظیم بجا لاتے ہیں۔ ان میں کا ایک فانوس کے نیچے چوکی رکھ دیتا ہے۔ دوسرا چڑھ کر مشعل سے فانوس روشن کرتا ہے۔ پھر دونوں چپ چاپ اگلے بائیں دروازے سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔)

(بختیار چبوترے کے بائیں دروازے سے داخل ہوتا ہے۔ سلیم کے ساتھ کا کھیلا ہوا، اس قدر بے تکلف دوست ہے کہ اسے داخل ہونے کے لیے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ خوش طبع نوجوان ہے جس کی آنکھوں میں خلوص چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔)

(سلیم کو برج میں مستغرق دیکھ کر۔)

(سیڑھیاں اُتر کر ایوان میں آ جاتا ہے۔)

(مسند پر بیٹھتے ہوئے۔)

(جیب میں سے ایک رومال نکالتا اور اسے مسند پر رکھ کر بڑے اہتمام سے کھولتا ہے۔ رومال میں انار کے پھول اور کلیاں ہیں۔ ایک کلی اُٹھا کر بہت تکلف سے سلیم کو دیتا ہے۔)

(کلی کو دیکھتا رہتا ہے۔)

(کلی کو دیکھتا دیکھتا کسی خیال میں غرق ہو چکا ہے۔ بختیار کی طرف توجہ نہیں رہی۔)

(سلیم کو بے توجہ دیکھ کر ذرا بلند آواز سے۔)

(اسی بے خبری کی کیفیت میں۔)

(یک لخت کھڑا ہو کر بختیار کو شانوں سے پکڑ لیتا ہے۔)

(سوچ میں بیٹھ جاتا ہے۔)

(سلیم کے سامنے مسند پر بیٹھ جاتا ہے۔)

(بختیار کی طرف متفکر نظروں سے دیکھ کر۔)

(سلیم سوچ میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ دلارام چلنا چاہتی ہے۔)

(دلارام خاموش چلی جاتی ہے۔ بختیار گردن بڑھا بڑھا کر ادھر دیکھ رہا ہے۔ جدھر دلارام گئی ہے کہ شاید پردوں

میں سے دلارام یک سر نہ ایوان میں جھانکے۔ یک لخت ایک بارُعب انداز سے نوبت پٹنی اور شہنائیاں بجنی شروع ہو جاتی ہیں۔)

(سلیم جاتا ہے۔ بختیار مسند کے تکیے درست کرتا ہے ایک تکیے کے نیچے سے انار کے وہ پھول نکلتے ہیں جو اس نے دلارام کو دیکھ کر چھپا دیے تھے۔ انھیں اُٹھا لیتا ہے اور اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کہاں رکھے مگر قدموں کی آہٹ سن کر پھر تکیے کے نیچے چھپا دیتا ہے۔)

(سلیم، اکبر، حکیم ہمام اور چند خواجہ سرا داخل ہوتے ہیں۔ خواجہ سرا دروازے کے قریب آ کر رُک جاتے ہیں۔ سلیم اکبر اور ہمام آگے بڑھ آتے ہیں۔ بختیار کورش بجا لاتا ہے۔)

(اکبر گٹھے ہوئے جسم کا خوش شکل اور میانہ قد شخص ہے۔ پیشانی اور رُخساروں کی شکنیں کو دیکھنے والوں کے دِل میں خوش اخلاقی اور حلم کا اعتماد پیدا کرتی ہیں۔ لیکن غالباً دُنیائے خیال میں رہنے کے باعث خواب ناک آنکھوں میں کچھ ایسی قوت ہے جو قطع نظر اس اَمر سے کہ وہ شہنشاہ ہند ہے۔ ہر شخص کو محتاط رہنے اور نظریں جھکا لینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ گردن کے باوقار حرکت سے ظاہر ہے کہ عالی ہمت شخص ہے مضبوط دہانہ کہہ رہا ہے کہ اپنے مقاصد کی تکمیل میں روکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لاسکتا۔ حرکات میں مستعد ہے۔ رفتار میں ایک ایسا انداز گویا زمین کی تحقیر کر رہا ہے۔ اس وقت وہ سلیم سے ناخوش نظر آتا ہے۔ لیکن سلیم سے اس کی غیر معمولی اُلفت اس قدر مسلم ہے کہ محرمان حرم بخوبی جانتے ہیں یہ کبیدگی کی پدرانہ فہمائش کو مؤثر بنانے کے لیے سوچ سمجھ کر اختیار کی گئی ہے اور اس غیظ و غضب سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں جو کبھی کبھار اکبر کو بے پناہ بنا دیا کرتا ہے۔)

(گومگو کے عالم میں)

(حکیم صاحب پر نظر ڈال کر)

(سلیم کے آنسو نکل آتے ہیں)

(سلیم سر جھکائے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا حرم کی طرف جاتا ہے۔ اکبر کھڑا دیکھتا رہتا ہے۔)

(چلتے چلتے ٹھہر کر)

(چلتے چلتے پھر ٹھہر کر۔)

(سب بائیں دروازے سے بیرونی حصے کو چلے جاتے ہیں۔ جب ایوان خالی ہو چکتا ہے تو حرم کے دروازے کے پردے ہلتے ہیں اور دلارام سر نکال کر جھانکتی ہے۔ جب اطمینان ہو جاتا ہے۔ ہر طرف دیکھ کر اطمینان کرتی ہے کہ کوئی واپس نہ آ رہا ہے پھر مسند کی طرف بڑھتی ہے اور تکیے اُٹھا اُٹھا کر دیکھتی ہے۔ ایک تکیے کے نیچے سے اسے

انار کے پھولوں کا رومال مل جاتا ہے۔ دلارام اِدھر اُدھر دیکھ کر رومال کھول لیتی ہے۔)

(سلیم سوچ میں آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا داخل ہو جاتا ہے۔)

(ہاتھ پکڑ کر انگشتری پہنا دیتا ہے۔)

(مسند پر بیٹھ کر جاتا ہے۔)

(سلیم کے سامنے مسند پر بیٹھ کر۔)

(دونوں اپنے اپنے فکر میں سر جھکا لیتے ہیں۔ دلارام پردے میں سے جھانکتی ہے اور دونوں کو غافل دیکھ کر دبے پاؤں باہر نکل جاتی ہے۔ جب وہ گزر چکتی ہے تو۔)

(اِدھر اُدھر دیکھ کر۔)

(جس دروازے سے دلارام باہر نکلی ہے اس کی طرف اِشارہ کر کے۔)

(دونوں بھاگ کر دروازے کی طرف جاتے اور دائیں بائیں دیکھتے ہیں۔ کوئی نظر نہیں آتا۔)

(دلارام کو دیکھ کر رُک جاتی ہے۔)

(غور سے دیکھ کر)

(قریب جا کر)

(چونک کر)

(دلارام کو اسی طرح فکر مند دیکھ کر)

(خیال سے چونک کر)

(یک لخت)

(چلنے کو تیار ہوتے ہوئے)

(لجاجت سے)

(کچھ تامُّل کے بعد پھر ستون کا سہارا لیتی ہے۔)

(محویت میں کہیں دُور دیکھنے لگتی ہے)

(گھبرا کر)

(پُر معنی تبسم سے)

(قدموں کی آہٹ سن کر دلارام کان لگا دیتی ہے۔ اور پھر جلدی سے مڑ کر دیکھتی ہے۔ ایک حجرے سے خود روشنی

نکل رہی ہے۔اس میں نظر آتا ہے۔انارکلی آ رہی ہے۔)

(عنبر اور مروارید گھبرائی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ دلارام ایک ستون کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔انارکلی آہستہ آہستہ قدم اُٹھائی ہوئی آتی ہے اور ایک ستون کے ساتھ ماتھا ٹیک کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر رُخسار ٹھنڈے ستون کے ساتھ لگا دیتی ہے اور آہ بھرتی ہے ثریا داخل ہوتی ہے۔)

(عنبر اور مروارید گھبرائی ہوئی چلی جاؤ تم۔ دلارام ایک ستون کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر رُخسار ٹھنڈے ستون کے ساتھ لگا دیتی ہے اور آہ بھرتی ہے۔ثریا داخل ہوتی ہے۔)

(کچھ دیر ثریا کو تکتی رہتی ہے پھر محبت سے اس کا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیتی ہے۔)

(ثریا کو لپٹا کر)

(لیٹے لیٹے سر پیچھے ڈال کر)

(توقف کے بعد)

(الگ ہو کر غور کرتے ہوئے)

(شبہ سے)

(غور کر کے)

(سوچ کر محویت کے عالم میں)

(حیرانی سے انارکلی کو تکتے ہوئے)

(اسی محویت میں)

(جیسے اسی قسم کے کسی اِشارے کی منتظر تھی)

(یک لخت کسی قدر بگڑ کر)

(شوخی سے)

(تنگ آ کر)

(یک لخت رُخصت ہو جاتی ہے)

(ہنستی ہوئی جاتی ہے۔ دلارام ستون کے پیچھے سے نکلتی ہے)

(انارکلی کے پیچھے پیچھے جاتی ہے)

(حوض کے کنارے اکیلی گھٹنوں پر سر رکھے ہلکی ہلکی سسکیاں بھر رہی ہے۔اس کا ستار اس کے ہاتھوں سے چھوٹ

کر سیڑھی پر گر پڑتا ہے؟)

(تھوڑی دیر بعد سر اُٹھا لیتی ہے اور رُخسار گھٹنوں پر رکھ لیتی ہے)

(کچھ دیر بعد آہستہ سے)

(چونک کر سہم جاتی ہے)

(سامنے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے)

(انارکلی سلیم کو دیکھ کر خوف اور پریشانی کے عالم میں کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس کی یہ کیفیت ہے۔ گویا اسے سکتا ہو گیا ہے۔)

(قریب ہو کر)

(انارکلی کا ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھا دیتا ہے۔ انارکلی یوں بیٹھ جاتی ہے۔ اس کی یہ کیفیت ہے۔ گویا اسے سکتا ہو گیا ہے۔)

(انارکلی اس طرح بیٹھی ہے گویا اسے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے اور اس کے پاس کون ہے۔ سلیم منتظر ہے کہ شاید وہ کچھ بولے۔ آخر خود گفتگو شروع کرنے کی کوشش کرتا ہے)

(انارکلی کے چہرے پر یا آنکھوں میں کوئی ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوتی جس سے ظاہر ہو کہ اس نے کچھ سنا یا سمجھا ہے۔ سلیم نہیں جانتا کہ کیا کہے)

(انارکلی اب بھی کھوئی ہوئی بیٹھی ہے اور جمی ہوئی نظروں سے سامنے کہیں دُور تک رہی ہے)

(انارکلی پر وہی نیم بے ہوشی کی سی کیفیت رہتی ہے۔ سلیم کی جھجک دُور ہوتی جا رہی ہے)

(سلیم محبت کے جوش میں انارکلی کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ انارکلی چونک کر سر جھکا لیتی ہے اور خاموش رہتی ہے)

(انارکلی کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ سن رہی ہے۔ اس سے اسے تکلیف پہنچ رہی ہے لیکن اس کی زبان اب بھی بند ہے سلیم مایوس ہو کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیتا ہے)

(سلیم سر جھکائے مایوسی کی تصویر بنا۔ رُخصت ہونے کے لیے مڑ جاتا ہے انارکلی سر اُٹھا کر محویت کے عالم میں اسے دیکھتی رہ جاتی ہے۔ ذرا دیر بعد الفاظ خود بخود اس کی زبان پر آ جاتے ہیں۔)

(لپک کر اس کے قریب آ جاتا ہے۔)

(چھنگلی سے گوشہ چشم کا آنسو پونچھتی ہے)

(ایک لحہ شامل رہ کر)

(سلیم گھٹنوں کے بل ہوکر انارکلی کا ہاتھ تھام لیتا ہے اور مڑکر محبت سے اسے چومتا ہے)

(بیتاب ہوکر کھڑی ہو جاتی ہے۔)

(اُٹھتے ہوئے)

(جذبات کی شدت سے ہانپ رہی ہے۔اپنے آپ کو سلیم کی آغوش میں چھوڑ دیتی ہے۔سلیم اسے چوم لیتا ہے۔ انارکلی یک لخت آغوش سے علیحدہ ہوکر دُور ہٹ جاتی ہے۔)

(اس کے قریب جاکر محبت سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیتی ہے)

(سلیم کا آغوش تنگ ہوتا چلا جا تا رہا ہے)

(تقریباً سانس ہیں)

(یک لخت تڑپ کر الگ ہو جاتی ہے)

(آواز پر کان لگا دیتی ہے۔آخر بے تابی سے)

(آہٹ لینے کے لیے کان آواز پر لگا تا ہے۔پھر بے فکری سے)

(سراسیمگی کے عالم میں سر ہلا رہی ہے)

(یک لخت کانپ کر آہستہ سے)

(رُخصت ہونے ہوتے ہاتھ پکڑ کر)

(ہاتھ اُٹھا کر)

(سلیم ملک کر حوض کے دوسری طرف جا تا ہے اور روش سے اُتر کر کنارے کی جھاڑیوں کے پیچھے غائب ہو جاتا ہے۔انارکلی سہمی ہوئی دونوں ہاتوں سے سینہ تھامے کھڑی ہے)

(دلارام بڑے اطمینان سے داخل ہوتی ہے)

(طنز کے تبسم سے)

(انارکلی کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل سکتا۔لیٹی لیٹی نظروں سے دلارام کو تکتی رہتی ہے)

(اس کا سانس لیتا ہے)

(جھاڑیوں کی طرف دیکھتے ہوئے)

(اضطرار جھاڑیوں پر دزدیدہ نظر ڈالتے ہوئے)

(سراسیمگی سے)

(مسکرا کر)

(اور سراسیمہ ہوکر)

(جیسے بجلی گر پڑی ہو)

(سہم کر)

(مذاق سے جھک کر تعظیم بجالاتی ہے اور رُخصت ہوتی ہے)

(مبہوت ہوکر اسے تکتی راہ جاتی ہے۔ پھر سمٹ کر ہر طرف اس طرح پریشان نگاہوں سے دیکھتی ہے گویا خطروں میں گھری ہوئی ہے)

(کھڑی کھڑی لڑکھڑا سی جاتی ہے۔ حوض کے کنارے کا سہارا لیتی ہے۔ ایک سیڑھی پر جیسے گر پڑتی ہے۔ ہاتھ پیشانی پر یوں رکھ لیتی ہے۔ گویا دماغ میں خیالات کا جو طوفان برپا ہے۔ اسے روک کر کچھ سمجھنا چاہتی ہے)

(ثریا داخل ہوتی ہے۔ انارکلی اس کے قدموں کی آہٹ سن کر چونک پڑتی ہے اور اسے تکتی ہے)

(حیرت کے عالم میں اسے دیکھتے ہوئے)

(قریب آ کر محبت اور تعلق خاطر سے انارکلی کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتی ہے)

(انارکلی کے سامنے ہوکر)

(انارکلی سر جھکائے آنکھیں بند کیے فکر اور اندیشے کی تصویر نظر آ رہی ہے)

(کھوئی ہوئی نچلی سیڑھی پر بیٹھ جاتی ہے۔ کچھ دیر بعد خاموشی سے اور گھبرا کر)

(انارکلی آنکھیں کھول دیتی ہے اور چپ رہتی ہے۔ خاموشی خوف ناک ہے۔ ثریا معلوم کرنے کو بے قرار ہے کہ انارکلی کیا سوچ رہی ہے)

(انارکلی اسی طرح گم سم بیٹھی رہتی ہے)

(ثریا سے نہیں رہا جاتا۔ جھنجھوڑ کر)

(ثریا کا ہاتھ پکڑ کر وحشت ناک نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتی ہے)

(پریشانی کے عالم میں بہن کا منہ تکنے لگتی ہے)

(بھرائی ہوئی آواز میں)

(بے قرار ہوکر کھڑی ہو جاتی ہے)

(توقف کے بعد)

(چمٹ کر)

(کچھ دیر تیز تیز سانس لیتی رہتی ہے)

(آب دیدہ ہو جاتی ہے)

(ثریا کو اشک بار دیکھ کر)

(انارکلی سے لپٹ کر روتے ہوئے)

(اسے الگ کرنے کی کوشش کرتی ہے)

(سسکیاں بھرتی ہوئی بازو کھول دیتی ہے)

(ذرا دیر آنکھیں بند کیے خاموش کھڑی رہتی ہے۔ چہرے پر کرب کے آثار ہیں)

(بڑے جوش سے ثریا کو گلے سے لگا لیتی ہے)

(ثریا کے سر پر ہاتھ پھیر کر)

(سلیم یک لخت جھاڑیوں کے پیچھے سے نکل کر روش پر آ جاتا ہے۔)

(انارکلی کو چھوڑ دیتی ہے اور بھاگ کر سلیم کا دامن پکڑ لیتی ہے۔)

(سامنے آتے ہوئے)

(انارکلی کے قریب پہنچ کر)

(انارکلی کو آغوش میں لے لیتا ہے)

(ایک بے بس چیز کی طرح اپنے آپ کو سلیم کی آغوش میں چھوڑ دیتی ہے)

(مخلصی کے احساس سے آنکھیں بند کر لیتی ہے)

(دلارام بغیر معلوم ہوئے حوض کے کنارے تک آ پہنچتی ہے)

(انارکلی چونک کر دلارام کو دیکھتی ہے اور بے ہوش ہو کر سلیم کے بازوؤں میں گر پڑتی ہے۔ ثریا سہم کر سلیم کا دامن پکڑ لیتی ہے۔ سلیم پریشانی کے عالم میں دلارام کو دیکھتا ہے۔ دلارام کے چہرے پر طنز کا خفیف سا تبسم ہے۔)

(سلیم کے چہرے پر سے نظر ہٹائے بغیر)

(واقعے کی تفصیل یاد آنے سے کھویا سا جاتا ہے)

(کچھ دیر منتظر رہ کر)

(خاموش ہو کر اندیشہ تفکرات میں غرق ہو جاتا ہے)

(کچھ دیر بعد کھنکار کر)

(حرفِ مطلب چھیڑنا چاہتا ہے)

(کچھ دیر زیادہ شدت سے غور کر کے)

(اس کے چہرے کی طرف یوں دیکھتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ کچھ اور کہے بغیر بختیار کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہے۔)

(سلیم کا منہ تکتے ہوئے)

(کچھ دیر سوچتا رہتا ہے)

(سر کی خفیف جنبش اثبات کے سامنے آنکھیں تنگ ہوتی جا رہی ہیں)

(کچھ دیر بعد سوچ سے سر اُٹھا کر)

(بے قراری سے بات کاٹ کر)

(بات کی اہمیت جتانے کو آہستہ سے)

(پریشان ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے)

(اُٹھ کر محبت سے سلیم کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتا ہے۔)

(تلخ حقائق سے گھبرا کر بختیار کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتا ہے)

(کچھ دیر چپ رہ کر)

(ذرا دیر ٹہل کر)

(قدموں کی آہٹ سن کر)

(قدموں کی آہٹ سُن کر رُک جاتا ہے)

(زعفران اور ستارہ حاضرہ ہو کر کورنش بجالاتی ہیں۔)

(بختیار کو دیکھ کر ذرا شرماتی ہے لیکن بہت جلد سنبھل جاتی ہے)

(بات کاٹ کر خاموشی سے)

(شرما کر جلدی سے)

(نار سے پکڑ کر)

(شوخی سے بار بار زعفران کی طرف دیکھتے ہوئے)

(کھسیانے پن سے)

(لڑکیوں کی تیز اور شوخ باتوں نے سب کچھ بھلا دیا ہے مسکرا کر)

(ادا سے)

(خیال سے چونک کر)

(زعفران سے)

(ناز سے)

(دلچسپی بڑھتی چلی جا رہی ہے)

(تنگ آ کر)

(سلیم ٹہل کر پیچھے برج میں چلا جاتا ہے)

(غزل شروع کرتی ہے۔ بختیار بہت غور سے سنتا اور داد دیتا رہتا ہے)

(برج سے واپس آ کر ستارہ سے باتیں کر رہا ہے)

(جو بختیار کی میٹھی میٹھی نظروں کے جواب میں لجا رہی ہے)

(زعفران مسکراتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ بختیار دیر تک کھڑا مسکرا مسکرا کر اشارے کرتا رہتا ہے۔)

(بات کر کے سلیم کے چہرے پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اسے فکر مند دیکھ کر شرما سا جاتا ہے۔)

(اب سنبھل چکا ہے۔)

(آہٹ پر کان لگا کر)

(بختیار جلدی سے رُخصت ہو جاتا ہے۔ سلیم مسند پر بے فکری کے انداز میں بیٹھ جاتا ہے۔

دلارام خاصدان لیے ہوئے داخل ہوتی ہے اور سلیم کے قریب آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ دونوں خاموش رہتے ہیں۔)

(سلیم خاموش رہتا ہے۔ دلارام ذرا دیر جواب کا انتظار کرتی ہے۔)

(دروازے کی طرف جاتی ہے)

(دلارام جہاں ہے وہیں تھم جاتی ہے پھر سلیم خاموش ہو جاتا ہے۔ آخر کچھ دیر کے پس و پیش کے بعد)

(قریب آ کر)

(دوسری طرف دیکھتے ہوئے)

(سلیم اس جواب کے لیے تیار نہ تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کہے کچھ دیر گومگو کے عالم میں رہتا ہے)

(پہلی مرتبہ دلارام کی طرف دیکھ کر)

(سر جھکائے کچھ دیر خاموش کھڑی رہتی ہے۔ آخر تامُّل سے)

(دیر تک سر جھکائے خاموش کھڑی رہتی ہے۔ آخر منہ دوسری طرف موڑ لیتی ہے۔)

(مڑ کر حسرت ناک نظروں سے سلیم کو دیکھتی ہے اور کچھ کہنا چاہتی ہے مگر رُک جاتی ہے۔ آخر ہمت کر کے)

(کسی قدر بگڑ کر)

(حوصلہ کر کے محبت کے واضح انداز میں کہتی ہے)

(توقف کے بعد بے بس ہو کر)

(حیرت بڑھ رہی ہے۔ الفاظ سن رہا ہے مگر یقین نہیں کرنا چاہتا)

(وقار سے)

(بے اختیاری سے)

(شبہ ہے کہ وہ غلط تو نہیں سمجھ رہا)

(دلی جوش کے ساتھ گانا شروع کرتی ہے۔ سلیم مبہوت بنا ہوا سنتا رہتا ہے)

(نہیں رہا جاتا۔ یک لخت اسے روک دیتا ہے)

(دوزانو ہو کر)

(حیرت کے علام میں اُٹھ کھڑا ہوتا ہے)

(پھوٹ بہتی ہے)

(بے انتہا غصے اور نفرت سے)

(وقار سے کھڑی ہو جاتی ہے)

(آداب بجا کر رُخصت ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی چبوترے کی سیڑھیوں تک پہنچتی ہے۔)

(مسند پر بیٹھ کر سامنے تکتے ہوئے)

(سیڑھیوں پر سے)

(پھر کھڑا ہو جاتا ہے)

(چبوترے پر سے)

(جانا چاہتی ہے)

(بے قابو ہو کر)

(ذرا دیر خاموش ہو جاتا ہے کہ دلارام کو اپنی بے چارگی کا احساس ہو)

(دلارام کے چہرے پر ایک خفیف سا تبسم نمودار ہوتا ہے۔ سلیم آنکھیں پھاڑے اسے تک رہا ہے کہ اب وہ کیا کہے گی۔)

(یک لخت پردے سرکتے ہیں اور چبوترے پر دوسری طرف داخل ہوتا ہے۔)

(مضحکہ انگیز تعظیم سے)

(چہرے پر سے تبسم یوں غائب ہو جاتا ہے جیسے اس پر بجلی گر پڑی ہوئی ہو وہ دوڑی ہوئی آتی ہے)

(سلیم کے قدموں میں گر پڑتی ہے)

(دلارام اُٹھتی ہے اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے سسکیاں بھرتی ہوئی رُخصت ہو جاتی ہے۔)

(بختیار سیڑھیاں اُتر کر سلیم کے قریب آتا ہے۔ سلیم محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتا ہے۔)

(بختیار کا چہرہ تکتے ہوئے)

(بختیار یہ کہہ کر رُخصت ہو جاتا ہے۔ سلیم اسے دیکھتا رہتا ہے اور پھر سوچ میں مسند پر بیٹھ جاتا ہے۔ اطمینان اور فراغت کی ایک انگڑائی لیتا ہے اور تکیے پر سر رکھ دیتا ہے۔)

(پے در پے واقعات کے بعد اب بے فکری حاصل ہونے سے میٹھی نینداس کی پلکیں بند کر رہی ہے کہ پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے۔)

(بھاگتی ہے اور دوسری طرف کے دروازے کے پردے میں چھپ جاتی ہے۔ کچھ دیر اندر ہی دبکی ہوئی منتظر رہتی ہے۔ آخر پردہ سرکا کر سراسیمہ نظروں سے جھانکتی ہے۔ پھر آہٹ پر کان لگا دیتی ہے۔ اطمینان ہو جاتا ہے تو ڈگمگاتے قدم پھونک پھونک کر رکھتی ہوئی باہر آتی ہے۔ کچھ دیر تخت کے قریب خاموش کھڑی رہتی ہے۔ اس کا نحیف جسم ان شدید جذبات کی تاب سے جواب دے دیتا ہے اور لڑکھڑا کر تخت پر گر پڑتی ہے۔)

(رُخسار ایک نرم تکیے پر رکھ کر بے حس و حرکت پڑ جاتی ہے۔)

(انارکلی کی ماں داخل ہوتی ہے)

(انارکلی کو پڑا دیکھ کر فکرمندی سے اس کی طرف بڑھتی ہے)

(چونک کر یک لخت اُٹھتی اور دُور ہٹ جاتی ہے)

(ماں کا منہ تکتے ہوئے)

(سر جھکا کر چپ ہو جاتی ہے)

(پریشانی کے عالم میں قریب جا کر)

(ماں کی طرف دیکھتی اور پھر بچوں کی طرح اس سے لپٹ جاتی ہے)

(ماں کے سینے پر آنکھیں بند کر کے)

(لیٹائے لیٹائے انارکلی کا منہ اُوپر کرتی ہے)

(بے بسی کی نظروں سے ماں کو تکتی ہے)

(بڑی محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہے)

(ٹلانے کو الگ ہو جاتی ہے)

(مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے)

(محبت سے پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر)

(اور پرے ہٹ کر)

(عاجزی سے)

(حیرانی سے)

(تشویش سے)

(ذرا دیر چپ کھڑی سوچتی رہتی ہے)

(خوف زدہ ہو کر تشویش ناک نظروں سے بیٹی کو دیکھ رہی ہے)

(چپ ہو جاتی ہے)

(ماں پاگلوں کی طرح اس کا منہ تک رہی ہے)

(انارکلی بچوں کی طرح ہاتھ بڑھا دیتی ہے۔ ماں گلے لگا لیتی ہے۔ انارکلی اس سے لپٹ جاتی ہے)

(بھاگ کر آنے سے ہانپتے ہوئے)

(یک لخت ماں سے الگ ہو کر)

(ماں کو دیکھ کر)

(ثریا کو ہانپتا دیکھ کر)

(ٹلانے کو)

(پر معنی استفسار کے انداز میں)

(اطمینان بخش انداز میں)

(گھبرا کر رُخصت ہوتی ہے۔ دروازے کے قریب جا کر رُکتی ہے اور سہ دری کے تمام دروازوں کے پردے کھول دیتی ہے۔)

(بڑی بے تابی سے اس کے جانے کی منتظر ہے۔ نظروں سے اوجھل ہوتے ہی پھٹ پڑتی ہے۔)

(اسے الگ کرتے ہوئے)

(سامنے دیکھتی رہ جاتی ہے)

(انارکلی کو کھینچ کر پاس تخت پر بٹھا لیتی ہے)

(سوچتے ہوئے)

(انارکلی اثبات میں سر ہلا کر چپ ہو جاتی ہے)

(اُٹھ کر خوشی کے مارے ناچنے لگتی ہے)

(ناچتے ناچتے رُک جاتی ہے)

(پھر ناچنے لگتی ہے۔)

(انارکلی کو گدگدا کر)

(سہ دری کی طرف دیکھ کر)

(دونوں باہر تکنے لگتی ہیں)

(گھبرا کر کھڑی ہو جاتی ہیں)

(جانا چاہتی ہے)

(انارکلی پریشانی کے عالم میں کھڑی ہے کہ دلارام آ جاتی ہے۔ بہت مغموم اور افسردہ ہے۔ ثریا کو دیکھ کر ٹھٹھکتی ہے۔ ذرا دیر تینوں خاموش اور بے چین سی رہتی ہے۔)

(انارکلی ثریا کو اِشارے سے روکنے کی کوشش کرتی ہے۔)

(تنبیہ کے انداز میں)

(پروا نہ کرتے ہوئے)

(معلوم نہ تھا، کہ ثریا اس دوران میں سلیم سے مِل چکی ہے۔ گھبرا سی جاتی ہے۔)

(سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہے۔)

(توقف)

(متانت سے)

(قطع کلام سے روانی جاتی رہتی ہے۔)

(انارکلی بے اختیار ہو کر آہ بھرتی ہے۔)

(ثریا سے نظر ملتی ہے۔ وہ بھویں چڑھائے مضحکہ انگیز متانت سے باتیں سن رہی ہے۔)

(کڑک کر)

(دلارام کے سامنے ہو کر اور کمر پر ہاتھ رکھ کر)

(تامّل کے بعد)

(کچھ دیر سر جھکائے خاموش رہتی ہے۔ آخر سر اُٹھا کر)

(اُنگلی اُٹھا کر)

(غم سے سر جھکا لیتی ہے)

(متاثر ہو کر)

(غم ناک انداز سے سر ہلا کر)

(گھٹنوں کے بل ہو کر انارکلی کا دامن پکڑ لیتی ہے)

(انارکلی دلارام کو اُٹھاتی اور گلے لگا لیتی ہے)

(چپکی ہے)

(جو انارکلی کو متاثر ہوتے دیکھ کر اس دوران میں بڑی بے قرار رہی ہے۔ یک لخت دلارام کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے۔)

(مظلومی کے انداز میں)

(بگڑ کر)

(خاموشی سے چونک کر اکبر کو دیکھتی ہے)

(منہ موڑتے ہوئے کنیزوں سے)

(کنیزیں رُخصت ہو جاتی ہیں)

(آنکھیں بند کیے ہوئے)

(آنکھیں کھول کر چپ چاپ پڑا کچھ دیر سامنے تکتا رہتا ہے اور پھر سکون سے)

(پُر معنی انداز میں؟ کس کا قیاس جرأت کر سکتا ہے کیا چاہت ہوں۔)

(طنز کے خفیف تبسم سے)

(خواب ناک نظروں سے سامنے کہیں دُور تکتے ہوئے)

(اکبر کا منہ تکتے ہوئے)

(کسی قدر بے تاب ہو کر)

(مناسب جواب کی کوشش میں)

(گرم ہو کر)

(فہمائش آمیز متانت سے)

(گرم ہو کر)

(کسی قدر برافروختہ ہو کر)

(اُٹھ کھڑا ہوتا ہے)

(جانا چاہتا ہے)

(نیم دراز ہو جاتا ہے)

(بیٹھ جاتا ہے)

(بے پروائی سے)

(کروٹ لیتے ہوئے)

(رانی تالی بجاتی ہے)

(ایک خواجہ سرا رُخصت ہو جاتا ہے)

(کسی قدر چڑ کر)

(دُلارام حاضر ہو کر مجرا بجالاتی ہے)

(دلارام کے دماغ میں سلیم اور انارکلی کے خیالات اس قدر گھومتے رہتے ہیں کہ وہ سن کر کھوئی سی جاتی ہے۔)

(اکبر آنکھ کھول کر دلارام کی طرف دیکھتا ہے)

(دلارام رقص شروع کرتی ہے۔ مگر رقص کے دوران میں بھی وہ سوچ میں ہے اور ذہنی مصروفیت کے باعث اس

ُ کے رقص میں نقص نظر آ رہے ہیں)

(اکبر اور پیچھے پیچھے سہارانی جاتی ہے)

(جیسے سوچ میں سن کھڑی رہ جاتی ہے)

(جو کنیز پیدل بنی ہوئی ہے۔ اشارہ پاتے ہی چھن چھن کرتی چلتی ہے اور اگلے جانے میں جا کھڑی ہوتی ہے)

(جو کنیز شاہی بنی ہوئی ہے حکم کی تعمیل میں آگے بڑھتی ہے)

(اسپ اس خانے میں جاتا ہے جس کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے)

(فرزین پیچھے تیسرے خانے میں جاتا ہے)

(سلیم یہ سمجھ کر کہ اب اکبر کے لیے مات بچانا ناممکن ہے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے)

(سلیم اس غیر متوقع چال پر حیرت کے عالم میں تخت پر بیٹھ جاتا ہے)

(سلیم جھک کر تسلیم بجالاتا ہے۔) (کافور داخل ہوتا ہے۔)

(خواجہ سرا بساط کو تکلف سے تہ کرتے اور لے جاتے ہیں۔ان کے رُخصت ہو جانے کے بعد دلارام آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی ہوئی اس جگہ آ کھڑی ہوتی ہے جہاں بساط بچھی ہوئی تھی۔)

(باہر آتش بازی چلنی شروع ہوگئی ہے اور شور وغل بڑھ رہا ہے۔)

(کھلے دروازے میں سے آتش بازی کی سبز روشنی آ کر اس کے چہرے پر کانپ رہی ہے۔)

(تصوّرات منہمک کر لیتے ہیں۔)

(یک لخت لال۔ پری اور پیلی روشنیاں اس پر پڑتی ہیں۔ رنگارنگ کے آتش بازی چھوٹنے پر باہر دادو تحسین کا شوروغل زیادہ ہو رہا ہے)

(چہرہ اُونچا کر کے آنکھیں بند کر لیتی ہے)

(باہر تاشے اور ڈھول بج رہے ہیں)

(دروازوں کی طرف دیکھ کر)

(سلیم کا تخت اُٹھوا کر دوسری طرف رکھواتی ہے)

(دروازے پر ایک نظر ڈال کر مروارید کو تخت پر بیٹھا دیتی ہے)

(اسے ایوان کے بیچوں بیچ کھڑا کر دیتی ہے اور خود جا کر اکبر کے تخت کی سیڑھیوں پر کھڑی ہو جاتی ہے اور سر آگے پیچھے کر کے آئنوں کو دیکھتی ہے۔ بے اطمینانی سے سر ہلاتی ہے۔ سیڑھیوں پر سے اُتر آتی ہے)

(پچھلی دیوار کے ساتھ ایک بڑا حلبی آئینہ کھڑا ہے۔ غیر کی مدد سے اسے سرکاتی ہے)

(پھر تخت کی سیڑھیوں پر چڑھتی اور غور سے کبھی آئینے اور سلیم کے تخت کو دیکھتی ہے۔ چہرے پر اطمینان کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔)

(تینوں پھر ایوان کے درمیان میں کھڑی ہو جاتی ہے۔ دلارام مسرور نظر آتی ہے۔ عنبر اور مروارید حیران ہیں۔)

(آتش بازی کی روشنیاں تمام ایوان میں ناچ رہی ہیں۔)

(چابی مروارید کو دیتی ہے۔)

(عنبر، مروارید گومگو کے عالم میں دلارام کا منہ تک رہی ہیں۔)

(باہر ٹانٹوں باجوں کے غل میں گولے چھوٹ رہے ہیں اور ہر گولے کے بعد تماشائیوں کا نعرۂ تحسین سنائی دیتا ہے)

(سلیم جلدی جلدی قدم اُٹھاتا ہوا داخل ہوتا ہے۔)

(عنبر مروارید سے)

(ذرا دیر دلارام کو دیکھ کر جو تسلیم و رضا کی تصویر نظر آ رہی ہے)

(مطلب سمجھ چکی ہے)

(رُک جاتی ہے)

(کسی قدر حجاب سے)

(سر جھکا تعظیمی ہے۔ دونوں خاموش ہیں سلیم شرمایا ہوا سا ہے۔)

(باہر شہنائیاں بج رہی ہیں غبارے چھوڑے جا رہے ہیں۔ شور و غل کسی قدر کم ہو گیا ہے)

(اشتیاق سے)

(سلیم جواب میں مسکرا کر سر ہلاتا ہے۔ ثریا دلارام کو دیکھ کر کبیدہ سی ہو جاتی ہے)

(محض بات کرنے کی خاطر)

(ثریا کے آ جانے سے بے چین سی ہے۔ ذرا توقف کے بعد)

(جلدی سے چلی جاتی ہے)

(دلارام کے اوجھل ہوتے ہی)

(زعفران اور ستارہ اندر آ کر کورنش بجا لاتی ہے۔ دونوں نے اس تکلف سے سنگھار کر رکھا ہے کہ شرماتی جاتی ہیں)

(ستارہ کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا منہ ثریا کی طرف کر دیتی ہے)

(اپنے خیال میں تھی یک لخت دیکھتی ہے کہ سب اس کی طرف متوجہ ہیں۔ جلدی سے نہ بوا مجھے بیچ میں نہ گھسیڑ!)

(ثریا کو آنکھ مارتی ہے)

(چٹکیاں بجا بجا کر)

(ثریا کی طرف بڑھتی ہے۔)

(ثریا ہنستی ہوئی بھاگ جاتی ہے۔ستارہ منہ پھلا کر کھڑی ہو جاتی ہے۔)

(نیچے جھک کر ستارہ سے آنکھیں چار کرتی ہے)

(کافور داخل ہوتا ہے)

(جلدی سے رُخصت ہو جاتا ہے۔کافور چلنا چاہتا ہے۔)

(زعفران کی نظروں میں شوخی دیکھ کر مدعا سمجھ جاتی ہے۔)

(کافور مسکرا کر تھم جاتا ہے۔)

(کافور اشتیاق سے زعفران سادہ کافور کا منہ چڑا کر بھاگ جاتی ہے)

(دلارام جلدی جلدی قدم اُٹھاتی ہوئی آتی ہے)

(کافور اسے دیکھ کر گھبرا جاتا اور لجاجت سے مسکرا کر رُخصت ہونا چاہتا ہے۔)

(کافور گھبرا کر رُخصت ہو جاتا ہے۔دلارام سارے ایوان پر ایک نظر ڈال کر اپنا اطمینان کرتی ہے۔ پھر ظلِ الٰہی کے استقبال کو مڑنا چاہتی ہے کہ عنبر اور مروارید داخل ہوتی ہیں۔)

(عنبر اور مروارید جلدی سے دوسری طرف جاتی ہیں۔ دلارام دروازے کی طرف بڑھتی ہے۔نفیس پول کی آواز تیز تر ہوتی جارہی ہے۔عصا بردار داخل ہو کر اپنے مقام پر مؤدب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ان میں سے دروازے کے دائیں بائیں ٹھہرتے ہیں۔اکبر۔رانی۔ سلیم شہزادیاں اور بیگمات داخل ہوتی ہیں۔سب کے داخل ہو چکنے کے بعد ایوان کے پردے کھنچ دیئے جاتے ہیں۔اکبر تخت کی سیڑھیاں چڑھ کر ایک لمحے کو ایوان پر نظر ڈالتا ہے اور پھر بیٹھ جاتا ہے۔باجے زور زور سے آخری مرتبہ بج کر بند ہو جاتے ہیں اور دُور فاصلے کی شہنائیاں اور سرنائیاں بجنی شروع ہو جاتی ہیں۔ بیگمات اور شہزادیاں کورنش بجالا کر چوکیوں اور فرش پر بیٹھ جاتی ہیں۔کنیزیں دست بستہ کھڑی رہتی ہیں۔)

(ایک خواجہ سرا تحائف کے تخت کے پاس جا کھڑا ہوتا ہے۔)

(سلیم رانی کے تخت کے قریب ایک چوکی پر بیٹھنا چاہتا ہے۔)

(دلارام کے قریب آ جاتا ہے۔اور سرگوشی میں باتیں کرتا ہے۔)

(تخت کے طرف اِشارہ کرکے)

(مسکرا کر خاص تخت پر بیٹھ جاتا ہے جو دلارام نے اس کے لیے مخصوص کر رکھا ہے)

(آنکھ سے اِشارہ کرکے)

(اس دوران میں رانی سے گفتگو کر رہا تھا۔ بات ختم کرکے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ سلیم کہاں ہے۔)

(کھڑے ہوکر)

(سلیم آنکھوں آنکھوں میں دلارام کا شکریہ ادا کرکے بیٹھ جاتا ہے۔)

(رقاصہ داخل ہوتی ہے اور رقص شروع کرتی ہے۔ رقص میں رادھا کے جذبات فراق اور شیام کے انتظار میں اس کی بے تابیوں کا نہایت مؤثر اظہار ہے۔ رقص کے دوران میں عنبر اور مروارید واپس آتی ہیں۔ دلارام سرگوشیوں میں ان سے گفتگو کرتی ہے۔

رقاصہ جب ناچتی ناچتی اکبر کے قریب پہنچی تو وہ اس خواجہ سرا کو اِشارہ کرتا ہے جو تحائف کے تخت کے قریب کھڑا ہے۔ وہ تخت پر سے ایک دوشالہ لے کر اکبر کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اکبر دوشالہ رقاصہ کی طرف پھینکتا ہے۔

رقاصہ اسے اُٹھا کر دوزانو ہو جاتی ہے اور سر جھکا کر دائیں ہاتھ کی پشت زمین سے لگاتی اور آہستہ آہستہ پیشانی تک اُٹھاتی ہے۔)

(اس دوران میں عنبر سے۔)

(عنبر دلارام کے کہے کی تعمیل کرتی ہے۔)

(انارکلی۔ اس کی ماں۔ ثریا۔ زعفران اور ستارہ داخل ہوکر کورنش بجالاتی ہیں۔ انارکلی دلارام کے بیان کے مطابق نک سے سک بناؤ سنگھار کیے شعلہ جوالہ معلوم ہو رہی ہے۔ دلارام اسے دیکھتے ہی دوسری طرف اس کے قریب جاتی ہے۔)

(انارکلی شرما جاتی ہے اور اُٹھ کر مجرا بجالاتی ہے۔)

(آہستہ سے دلارام سے؟ اری کم بخت اب کہہ بھی۔)

(دلارام زعفران کو غصے کی نظروں سے دیکھ کر خاموش کرنا چاہتی ہے۔)

(مسکرا کر)

(انارکلی شرمائی ہوئی کھڑی ہو کر مسکرا پڑتی اور مجرا بجالاتی ہے۔)

(زعفران اور ستارہ رقص کی تیاری کرتی ہیں۔ سلیم ثریا کو اِشارہ سے بلاتا ہے۔ ثریا اِدھر اُدھر دیکھتی ہے۔ ایک خواجہ سرا خاصدان لیے کھڑا ہے۔ خاصدان اس کے ہاتھ سے لے لیتی ہے اور پان پیش کرنے کے بہانے سلیم کے پاس جاتی ہے۔ سلیم سرگوشیوں میں گفتگو کرتا ہے۔)

(خاصدان میں سے پان کا بیڑا لیتا ہے۔)

(ثریا واپس جا کر خاصدان خواجہ سرا کو دے دیتی ہے۔ اور انارکلی سے کان میں بات کرتی ہے۔ انارکلی سلیم کی طرف دیکھ کر نظریں جھکا لیتی ہے۔

زعفران اور ستارہ رقص شروع کرتی ہیں۔ رقص میں دولڑاکا بہنوں کے تعلقات کا اظہار ہے۔ جن کی کبھی بنتی ہے کبھی بگڑ جاتی ہے۔ بنتی تھوڑی اور بگڑتی زیادہ ہے ذرا کمر میں ہاتھ ڈالا گلے ملیں، رُخسار سے رُخسار ملایا اور بگاڑ کی کوئی وجہ پیدا ہوگئی۔ ایک نے دوسری کا زیور دیکھ کر بُرا سا منہ بنالیا۔ اس نے جواب میں منہ چڑا دیا۔ بس مرغیوں کی طرح ایک دوسری سی گتھ گئیں۔ اس نے اس کی چٹکی بھری۔ اس نے اس کی چٹیا کھینچی۔ خوب لڑائی ہوئی۔ ایک ہار گئی اور دوسری جیت کر ہنس دی۔ ذرا دیر ہنسنے والی کو رحم آیا۔ روتی بہن کو جا منایا۔ آنسو پونچھے گلے لگایا صلح صفائی ہوگئی۔ اب رونے والی نے آرسی دیکھی۔ ناز سے بھویں چڑھائیں۔ پھر بہن کے سامنے آرسی یوں کردی گویا کہہ رہی ہے اپنی صورت تو دیکھو۔ اس پر دوسری جل گئی۔ پھر لڑائی کی ٹھن گئی۔ اس نے چپت جڑی۔ اس نے کاٹ کھایا۔ خوب جوتی پیزار ہوئی۔ غرض بار بار یوں ہی بنتی بگڑتی رہی۔ یہاں تک کہ دونوں بے دم ہو کر گر پڑیں۔)

(تمام محفل نے ہنس ہنس کر اس رقص کی داد دی)

(زعفران اور ستارہ تخت کے قریب جاتی ہے۔ اکبر ایک بھاری کام کا دوپٹہ انعام میں دیتا ہے۔ انارکلی دوزانو ہو کر شکریہ ادا کرتی ہے۔)

(مروارید آہستہ آواز میں۔)

(گیت شروع کرنے سے پہلے پھر آداب بجالاتی ہے۔)

(گیت ختم کر کے پھر آداب بجالاتی ہے۔)

(آہستہ سے مروارید سے جو انارکلی کے گیت کے دوران میں عرق کا شیشہ لے کر واپس آ گئی ہے۔)

(انارکلی رقص کی تیاری کر رہی ہے کہ مروارید عراق کا شیشہ رومال میں چھپائے اس کی ٹولی میں جا کھڑی ہوتی ہے۔)

(دلارام کو اِشارے سے قریب بلا کر)

(آہ بھر کر)

(انارکلی ناچتی ہے)

(سب مسحور ہو کر یہ رقص دیکھ رہے تھے۔ انارکلی کے گرتے ہی کئی شہزادیاں اپنی جگہ سے اُچھل پڑیں۔ سلیم گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہو گیا ہے لیکن ذرا دیر بعد جب انارکلی سر اُٹھا کر کورنش بجالائی تو رقص کے اس سحر نے داد و تحسین کی صورت اختیار کر لی۔)

(ہیروں کی ایک بیش قیمت مالا لے کر ہاتھ بڑھاتا ہے۔ انارکلی کی قریب جاتی ہے اکبر وہ مالا خود اس کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ انارکلی بڑھ کر دامن کو بوسہ دیتی ہے۔)

(سلیم سے سرگوشی میں)

(یک لخت کھڑے ہو کر)

(انارکلی سلیم کی طرف آتی ہے۔ سلیم موتیوں کا ایک بیش قیمت کنٹھا اُتار کر اسے دیتا ہے۔ انارکلی نظریں نیچے رکھ کر لے لیتی ہے۔)

(انارکلی تسلیم بجالاتی ہے)

(انار تعمیل ارشاد کی آمادگی میں سر جھکا دیتی ہے)

(فوراً شیشہ میں سے عرق نکال کر)

(انارکلی عرق پی لیتی ہے۔ دلارام غور سے اسے تک رہی ہے)

(عنبر سے)

(دوسری طرف مروارید سے)

(ادھر دلارام سے)

(انارکلی کو تکتے تکتے)

(دلارام انارکلی کی طرف جاتی ہے)

(ادھر ثریا سے)

(انارکلی کے قریب پہنچ کر آہستہ سے)

(انارکلی نشہ کے ہلکے ہلکے اثر میں سلیم کی طرف دیکھ کر مسکرا پڑتی ہے)

(انارکلی نشہ میں کھوئی کھوئی سی کھڑی ہے۔ اس کی ماں اور ٹولی کی سب لڑکیاں اس تامل اور بے پروائی پر حیران

ہیں۔)

(پھر آہستہ سے)

(چونک کر آہستہ سے)

(دُلارام انارکلی کا ہاتھ تھام کر اسے درمیان میں لے آتی ہے چلتے وقت کان میں کہتی ہے۔)

(غزل شروع کرتی ہے۔گانے کے دوران میں شراب کا نشہ تیز تر ہوتا جاتا ہے۔اس کی توجہ صرف سلیم کی طرف ہے۔بہت جلد وہ بھول جاتی ہے کہ میرے اور سلیم کے سوا کوئی اور بھی محفل میں موجود ہے۔اکبر آنکھیں بند کیے نیم دراز ہے۔انارکلی کا رُخ سلیم کی طرف ہے۔اس لیے اس کا چہرہ اکبر، رانی اور بیگموں سے اوجھل ہے لیکن جو شہزادیاں اور کنیزیں اسے دیکھ سکتی ہیں۔ وہ اس کے نرت پر حیران ہیں اور ان کی نظریں بار بار بے اختیار اکبر کی طرف اُٹھتی ہیں۔)

(انارکلی ترک غمزہ زن کا اِشارہ کر کے نشستہ کا مخاطب پھر سلیم کو بناتی ہے۔سلیم کی گھبراہٹ بڑھ رہی ہے اور وہ تخت پر بار بار پہلو بدل رہا ہے۔)

(نہیں رہا جاتا)

(پریشان نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کوئی اور تو نہیں دیکھ رہا)

(انارکلی کو تکتے تکتے)

(سلیم آنکھ کے خفیف اِشاروں سے ناخوشی ظاہر کر کے اسے روکنا چاہتا ہے)

(انارکلی من کا اِشارہ اپنی طرف اور نشستہ کا پھر حلیم کی طرف کرتی)

(دلارام عنبر سے سرگوشی کر کے اکبر کی طرف جاتی ہے)

(انارکلی بے پاک ہوتی جارہی ہے۔سلیم سراسیمگی کے عالم میں آنکھوں کے اشاروں اور سر کی حرکت سے اسے روکنے کی کوشش کر رہا ہے۔

دلارام تخت پر اکبر کے پیچھے پہنچ کر اسے انارکلی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔اکبر سنبھل کر بیٹھ جاتا ہے۔ایک نظر دلارام کا چہرہ دیکھتا ہے اور سب کچھ سمجھ کر انارکلی کی جرأت پر حیران رہ جاتا ہے۔دلارام آئینے کی طرف اِشارہ کرتی ہے۔ اس میں سلیم اِشاروں سے انارکلی کو روکتا ہوا نظر آتا ہے۔سازباز کے انکشاف پر اکبر سے نہیں رہا جاتا۔غیظ وغضب کے عالم میں کھڑا ہو جاتا ہے۔)

(اکبر کے کھڑے ہوتے ہی ساری محفل کھڑی ہوگئی اور جشن پر سکوتِ مزار چھا گیا۔انارکلی چونک کر اکبر کو دیکھتی ہے۔)

(وہ جیسے اضطراراً اکبر کی طرف دوڑتی ہے اور تخت کی سیڑھیوں پر سجدہ کرنے کی کوشش میں بے ہوش ہو کر گر پڑتی ہے۔ ثریا دوڑ کر بہن سے چمٹ جاتی ہے۔)

(سینہ تھامے ہوئے آگے آتی ہے)

(دبے ہوئے غصے سے)

(اُٹھ کر بے تابانہ اکبر کی طرف جاتا ہے)

(سلیم کو ہاتھ سے ایک طرف دھکیل دیتا ہے)

(سلیم کی طرف بڑھنا چاہتی ہے)

(ہاتھ اُٹھ کر)

(رانی اپنی جگہ سہم کر رہ جاتی ہے)

(دلارام کے پیچھے کھڑی ساکت نظروں سے جیسے اُفق کو تک رہی ہے)

(غصے سے منہ موڑ لیتا ہے)

(سامنے تکتے ہوئے)

(کھڑا ہو کر منہ دوسری طرف کر لیتا ہے)

(جل کر)

(غصے میں اٹھ کر کمرے کے پیچھے حصے میں چلا جاتا اور منہ دروازے کی طرف کر کے کھڑا ہو جاتا ہے)

(غصے سے مڑ کر)

(نفرت سے)

(سلیم کے قریب جا کر محبت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیتی ہے۔)

(مڑ کر مسند کے قریب آ جاتا ہے)

(وہیں پیچھے کھڑے کھڑے)

(توقف کے بعد)

(چیں بجبیں سامنے تکتا ہوا مسند پر بیٹھ جاتا ہے۔)

(قریب آ کر)

(بھرائی ہوئی آواز میں)

(دوزانو ہو کر سلیم کے قدموں کو چھوتی ہے اور دوزانو بیٹھی بیٹھی کہتی ہے)

(مضطرب ہو کر)

(یک لخت مڑتا ہے اور دور پیچھے جا کھڑا ہوتا ہے)

(اُٹھ کر پیچھے پیچھے جاتی ہے)

(بے قراری سے مڑ کر ثریا سے پیچھا چھڑانے کو پھر سامنے آ جاتا ہے)

(وہیں پیچھے کھڑے کھڑے)

(بغیر ثریا کی طرف دیکھے دیکھے)

(سر جھکائے رُخصت ہوتی ہے۔ سیڑھیوں پر جا کر رُک جاتی ہے۔)

(چیں بہ چیں اور سامنے گھورتے ہوئے)

(رُخصت ہو جاتی ہے۔)

(اسی محویت میں)

(آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ چہرے پر اذیت کے آثار ہیں۔)

(مڑتا ہے۔ کنپٹیوں کو ہاتھوں سے دبائے مسند تک جاتا ہے۔ کچھ دیر وہاں کھڑا رہتا ہے۔ آخر مسند پر گر پڑتا ہے۔)

(بختیار داخل ہوتا ہے۔)

(چونک کر اُٹھتا اور بختیار کی طرف بڑھتا ہے)

(بے تابی سے سر ہلا کر)

(رحم آلود نظروں سے سلیم کو دیکھتے ہوئے)

(بے چینی سے منہ موڑ کر)

(پھر اس کی طرف رُخ کر کے)

(کسی قدر ملول ہو کر)

(سر کی جنبش اثبات کے ساتھ)

(سوچتے ہوئے مسند کے قریب آتا ہے)

(بیٹھ کر توقف کے بعد)

(آخری الفاظ پر معنی انداز میں کہے جانے سے چونکتا اور سلیم کو دیکھتا ہے)

(آنکھیں تنگ ہوتی جارہی ہیں)

(اندیشہ ناک نظروں سے)

(کچھ دیر حیرت سے سلیم کا منہ تکتا رہتا ہے اور پھر جلدی سے اس کے قریب آ کر)

(پریشانی کے عالم میں سلیم کے سامنے بیٹھ کر)

(آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں)

(سراسیمہ ہوکر)

(کھڑا ہو جاتا ہے)

(کھڑے ہوکر حیرانی سے)

(خاموش کرنے کو ہاتھ اُٹھا کر)

(ذرا دیر بے حد اندیشہ ناک تفکرات میں غرق رہ کر)

(ملامت کے انداز میں)

(نہیں جانتا کیا کہے۔ بے قراری سے مڑ کر ذرا فاصلے پر جاتا اور گم سم رہتا ہے)

(بے بسی کی متوحش نظروں سے اِدھر اُدھر تکتا کچھ کہنا چاہتا مگر بے سود۔ سمجھ کر نہیں کہتا دوسری طرف ٹہل جاتا ہے۔ کچھ دیر فاصلے پر خاموش کھڑا رہتا ہے۔ آخر رہا نہیں جاتا۔ بے قرار ہو کر مڑتا اور سلیم کے قریب آتا اور بڑے درد اور خلوص سے کہتا ہے۔)

(ساکت کھڑا جیسے اُفق میں اپنا مستقبل دیکھ رہا تھا۔ بختیار کا خلوص آخر اسے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ سلیم کے چہرے پر ایک مردہ سا تبسم آ جاتا ہے۔)

(آنکھیں بند کر لیتا ہے۔)

(سلیم ہاتھ پھیلاتا ہے۔ بختیار کچھ دیر گم سم کھڑا اسے تکتا رہتا ہے۔ آخر سلیم کی محبت بے قابو کر دیتی ہے۔ آنکھیں اشک آلود ہو جاتی ہیں۔ بڑھ کر دوزانو ہوتا ہے اور سلیم کی ٹانگوں سے لپٹ جاتا ہے۔ سلیم اسے اُٹھا کر سینے سے لگا لیتا ہے۔)

(دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر بے قراری سے سر ہلاتی ہے۔)

(چونک کر سہم جاتی ہے۔ تہ خانے کا اُوپر کا دروازہ کھلنے کی آواز آتی ہے۔)

(دوڑ کر دروازے کی طرف جاتی اور اسے کھیلتی ہے۔)

(سہم کر سکڑی ہوئی کھڑی ہے۔ کسی کی سیڑھیوں پر سے اُترنے کی آواز آتی ہے۔ خطرے کے احساس سے سراسیمہ ہو کر کبھی چھپنے کے لیے کونوں میں چھپنا چاہتی ہے۔ کبھی بھاگ جانے کو پھر دروازے کی طرف رُخ کرتی ہے۔ ایسی متوحش ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا کرے۔ منہ سے ایک مدھم سا کانپتا ہوا شور نکل رہا ہے۔ آخر چکر کھا کر گر پڑتی اور بے ہوش ہو جاتی ہے۔ ڈیوڑھی میں روشنی اور سائے نظر آتے ہیں۔ ذرا سی دیر میں سلیم اور اس کے پیچھے پیچھے داروغۂ زنداں داخل ہوتا ہے۔ سلیم نے فرغل پہن رکھی ہے۔ داروغۂ زنداں نے روشنی کے لیے ایک دوشاخہ اُٹھا رکھا ہے۔ اس کی مدھم روشنی میں اس دُبلے پتلے سیاہ فام شخص کی کھچڑی داڑھی۔ عقاب نما ناک اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں خوف ناک معلوم ہوتی ہیں۔ داروغۂ زنداں دوشاخہ کو ایک طاق میں رکھ دیتا ہے۔)

(مڑ کر)

(تامّل سے)

(دکھائی سے)

(کڑ کر)

(مرعوب ہو کر)

(حقارت سے)

(جاتے جاتے)

(ان سنی کر کے)

(ڈیوڑھی میں سے)

(داروغہ تہ خانہ کی سیڑھیوں کی طرف مڑ جاتا ہے)

(غصے سے)

(مڑ کر اِدھر اُدھر انارکلی کو دیکھتا ہے)

(آگے بڑھتا ہے۔ انارکلی سے ٹھوکر لگتی ہے)

(خداوندا، زمین پر جلدی سے بیٹھ جاتا ہے۔)

(ہلا کر)

(اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیتا ہے)

(بولتی ہے۔ مگر آنکھیں بند ہیں)

(نیم وا آنکھوں سے)

(پریشانی سے اسے تکتے ہوئے)

(بیٹھ جاتی ہے)

(اُنگلی ہونٹوں پر رکھ کر)

(سہم کر سلیم سے چمٹ جاتی ہے)

(سلیم کا منہ تکتے ہوئے)

(مضطرب ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کیا کرے۔ بے بسی کے عالم میں انارکلی کا منہ تکنے لگتا ہے۔)

(ہاتھ اس کے گرد ڈال کر)

(سوچتے ہوئے)

(سلیم کو تکتے ہوئے)

(انارکلی سکڑ کر سلیم کے ساتھ لگ جاتی ہے۔)

(اِدھر اُدھر دیکھ کر)

(پیشانی پر ہاتھ رکھ لیتی ہے)

(سر جھکا لیتی ہے)

(دروازے پر ایک نظر ڈال کر کھڑا ہو جاتا اور اپنے ساتھ انارکلی کو بھی کھڑا کر لیتا ہے)

(جذبات سے بے تاب ہو کر انارکلی کو بازو میں لی لیتا ہے)

(بے تابی سے)

(فرغل میں سے تلوار نکال کر)

(ڈر جاتی ہے)

(گھبرا کر)

(سلیم کے ساتھ لگ کر)

(کچھ دیر سلیم کا منہ تکتی رہتی ہے)

(سلیم بازو کھول دیتا ہے انارکلی اس سے لپٹ جاتی ہے۔ وہ دائیں ہاتھ میں تلوار لیے اور بایاں ہاتھ انارکلی کے گرد

ڈالے درانہ ڈیوڑھی کی طرف بڑھتا ہے یک لخت سیڑھیوں پر سے کسی کے اترنے کی آواز آتی ہے۔)

(ہانپتا کانپتا ڈیوڑھی میں داخل ہوتا ہے۔اس قدر خوف زدہ اور سراسیمہ معلوم ہوتا ہے کہ بات نہیں کرسکتا۔)

(بے انتہا پریشانی کے عالم میں)

(انارکلی آنکھیں پھاڑے داروغہ کو تک رہی تھی۔ظلِ الٰہی کا نام سنتے ہی ایک آہ بھر کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔سلیم کے ایک ہاتھ میں تلوار ہے دوسرے ہاتھ سے اس نے انارکلی کو سنبھال رکھا ہے۔)

(سوچ میں پڑ جاتا ہے)

(تن کر کھڑا ہو جاتا ہے)

(دوزانو ہوکر اور ہاتھ جوڑ کر)

(پیروں کو ہاتھ لگا کر)

(سلیم کے قدموں میں سر رکھ کر)

(متفکر نظروں سے)

(تذبذب کی پریشانی میں اس کا منہ تکتے ہوئے)

(سینے پر ہاتھ رکھ کر)

(اسے شبہ کی نظروں سے دیکھتے ہوئے)

(کھڑے ہوکر)

(سر کی جنبش نفی سے)

(پس وپیش کے عالم میں)

(مضطرب ہوکر ڈیوڑھی میں جاتا اور لوٹ کر آتا ہے)

(مایوسی سے سر ہلا کر)

(سر پیٹ کر)

(زمین پر بیٹھ کر رونے لگتا ہے)

(کھڑے ہوکر آنسو پونچھتے ہوئے)

(توقف کے بعد)

(سر جھکا کر)

(بات کاٹ کر)

(سیڑھیوں ہی میں سے)

(واپس جاتا ہے)

(گھبرا کر)

(جلدی سے اندر آ کر)

(ڈیوڑھی میں جاتے ہوئے)

(انارکلی کو فرش پر لٹا کر)

(آگے آگے داروغہ اور پیچھے پیچھے سلیم جاتا ہے۔ سیڑھیوں پر سے ان کے قدموں کی آواز غائب ہونے کے تھوڑی دیر بعد انارکلی ہوش میں آتی ہے۔)

(لیٹے لیٹے)

(بیٹھ کر)

(سیڑھیوں پر سے پھر کسی کے اُترنے کی آواز آتی ہے۔ انارکلی خوف کے بارے کھڑی ہو کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازے کی طرف تکتی ہے۔ داروغۂ زنداں آتا ہے اور کواڑ بند کر کے ایک قہقہہ لگاتا ہے۔)

(ڈرتے ڈرتے)

(داروغۂ زنداں کچھ جواب نہیں دیتا۔ ایک اور قہقہہ لگاتا ہے اور سیڑھیاں چڑھ جاتا ہے۔)

(دوڑتی ہے اور دروازے پر جا کر دیوانہ وار اسے دھکیلنے کی کوشش کرتی ہے۔ روتے ہوئے۔)

(چلا کر)

(ہانپتے ہوئے)

(بے دم ہو کر)

(بے ہوش ہو کر دروازے کے سامنے اوندھی گر پڑتی ہے)

(دبے ہوئے جوش سے)

(سر جھکائے ہوئے)

(سر اُٹھا کر)

(جل کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ ضبط کی کوشش کرتی ہے۔ مگر رہا نہیں جاتا۔ پھٹ پڑتی ہے)

(منہ موڑتے ہوئے)

(چڑ کر)

(سر ہلاتا ہوا میز کے دوسری طرف چلا جاتا ہے)

(مڑکر رانی کو دیکھتا ہے)

(رانی کو تکتے ہوئے)

(سامنے مڑکر ہاتھ پیشانی پر رکھ لیتا ہے)

(سر جھکا کر خاموش ہو جاتی ہے۔ ذرا دیر بعد سر اُٹھا کر)

(مایوسی کے قلق اور غصے سے)

(غم سے سر جھکا کر)

(رانی کو تکتے ہوئے)

(کچھ دیر سامنے دیکھتا رہتا ہے)

(توقف کے بعد)

(مایوس ہو کر چلتی اور پلنگ کے قریب پہنچ کر رُک جاتی ہے)

(خاموش کرنے کو ہاتھ اُٹھا کر)

(انارکلی کی ماں دیوانہ وار اندر گھس آتی ہے)

(حیرت اور غصے سے)

(دوزانو ہو کر)

(اُٹھ کر رانی کے پاؤں پکڑ لیتی ہے)

(دروازے کی طرف رُخ کر کے)

(خواجہ سرا داخل ہو کر اُسے اُٹھاتا ہے)

(اکبر سر جھکائے خاموش کھڑا رہتا ہے)

(اکبر بے قراری سے سر ہلاتا ہے۔ خواجہ سرا انارکلی کی ماں کو زور سے کھینچتے ہیں)

(خواجہ سرا چیختی چلاتی کو زبردستی لے جاتے ہیں۔ پیچھے پیچھے رانی آنسو پونچھتی ہوئی خاموش چلی جاتی ہے۔)

(توقف کے بعد سر آسمان کی طرف اُٹھا کر)

(آنکھیں بند کر کے سر جھکا لیتا ہے)

(گہری آہ بھر کر)

(توقف کے بعد بے قراری سے)

(سوچتے ہوئے ملول نظروں سے)

(ہاتھ پیشانی پر رکھ لیتا ہے)

(انتہائی مایوسی کے عالم میں مڑ کر تخت تک پہنچتا ہے اور اس کے قریب خاموش کھڑا ہو جاتا ہے)

(مڑ کر تالی بجاتا ہے)

(خواجہ سرا داخل ہوتا ہے)

(خواجہ سرا اُلٹے پاؤں واپس جاتا ہے)

(تخت پر بیٹھ کر)

(انتہائی صدمہ کے بارے سر جھکا لیتا ہے)

(دلارام داخل ہو کر مجرا بجالاتی ہے)

(کچھ دیر چپکا اسے دیکھتا رہتا ہے)

(سراسیمگی سے)

(پر معنی انداز میں)

(سہم کر)

(بڑھ کر دوزانو ہو جاتی ہے۔ لجاجت سے)

(دلارام کی گردن دونوں ہاتھ سے پکڑ کر)

(سہمی ہوئی آواز میں)

اِدھر اُدھر دیکھکر)

(اکبر کے پیروں کو ہاتھ لگا کر)

(کھڑی ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتی ہے)

(دلارام کو تکتے ہوئے)

(لجاجت سے)

(کڑک کر)

(تامُّل کے بعد)

(دُلارام پر یوں نظریں گاڑ کر گویا سب کچھ اس کے جواب پر منحصر ہے)

(گرج کر)

(پیروں میں گر کر)

(بالوں سے پکڑ کر دلارام کا چہرہ اُوپر کرتا ہے)

(اکبر دلارام کو چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایذا کے احساس سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اس کا بدن آگے پیچھے یوں جھوم رہا ہے گویا پیروں میں جسم کو سنبھالنے کی تاب نہیں رہی۔ آخر لڑکھڑا کر تخت پر بیٹھ جاتا ہے)

(صدمے کے مارے من سا یوں بیٹھا ہوا ہے گویا اس بھری دُنیا میں اکیلا اور تہی دست رہ گیا ہے۔ آہستہ سے)

(ملال سے)

(خواجہ سرا آتا ہے)

(منہ دوسری طرف کر کے)

(توقف کے بعد خواجہ سرا سے)

(ذرا دیر خاموش رہ کر)

(خواجہ سرا اُلٹے پاؤں واپس جاتا ہے)

(توقف)

(لجاجت سے)

(یکا یک بے تاب ہو کر)

(دلارام مجرا بجالا تا کر چلی جاتی ہے۔)

(اکبر خاموش اور ساکت بیٹھا رہتا ہے۔ مگر اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی ہیں۔)

(داروغۂ زنداں داخل ہو کر مجرا بجالاتا ہے۔ اس کا سانس پھول رہا ہے اور وہ منتظر ہے کہ اکبر اس سے سوال کرے)

(ہاتھ جوڑ کر)

(اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر)

(ہانپتے ہوئے)

(پاگلوں کی طرح داروغہ کا منہ تکتے ہوئے)

(کھڑا ہو جاتا ہے)

(تحیر کے عالم میں ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں)

(توقف کے بعد کوشش کر کے سکون سے)

(دوسری طرف منہ کر کے)

(تھوڑے سے توقف کے بعد ڈرتے ہوئے)

(گرج کر)

(سامنے گھورتے ہوئے)

(اکبر کو متاثر دیکھ کر)

(یک لخت داروغہ کا گریباں پکڑ کر)

(ذرا دیر سمجھ نہیں سکتا کیا کہے۔ آخر سراسیمگی سے)

(داروغہ کا گریباں چھوڑ کر قہر آلود نگاہیں اس پر ڈالتا ہے۔)

(اکبر اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کرتا ہے۔ مگر نہیں سنبھل سکتا۔ اوندھا گرنے لگتا ہے۔ داروغہ بڑھ کر اسے تھام لیتا ہے اور تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ اکبر ذرا دیر بعد نظر اس کی طرف اُٹھاتا ہے۔)

(کمزور آواز میں)

(منہ ہی منہ میں)

(سوچتے ہوئے 'پُر معنی انداز میں)

(اکبر کچھ جواب نہیں دیتا۔ ساکت و جامد بیٹھا ہے۔ توقف غیر محدود معلوم ہوتا ہے۔)

(کچھ دیر بعد سکون سے)

(بڑھتے ہوئے جوش سے)

(داروغہ رُخصت ہو جاتا ہے۔ اکبر بولتا کھڑا ہو گیا تھا اور اس کا جوش جیسے اس کے قابو سے نکل گیا تھا۔ تھک کر نیم بے ہوشی کی حالت میں مسند پر گر پڑتا ہے۔)

(اندر سے)

(کچھ دیر خاموشی سے سلیم کو تکتی رہتی ہے)

(سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیتی ہے۔تھوڑی دیر بعد سر اُٹھاتی اور سامنے تکنے لگتی ہے۔)

(سلیم کو تکنے لگتی ہے۔)

(سلیم پھر کروٹ بدلتا ہے۔دلا رام پھر حرم کے دروازے کی طرف بڑھتی ہے اور ورلے دروازے کے پردے کے پیچھے چھپ جاتی ہے۔)

(آنکھوں پر ہاتھ پھیرتا ہے۔)

(کھڑا ہوتا ہے مگر لڑکھڑا کر بیٹھ جاتا ہے۔)

(سوچنے لگتا ہے)

(سوچتے سوچتے یک لخت چونک پڑتا ہے)

(اِدھر اُدھر یوں دیکھ کر جیسے بدن میں بجلی سی بھر گئی ہے)

(پہلو میں دیکھتا ہے۔تلوار نہیں ہے)

(جس میز پر تلوار رکھی رہا کرتی ہے وہاں جا کر دیکھتا ہے نیام خالی ہے)

(پھینک دیتا ہے)

(باہر جانے کے لیے دروازے کی طرف بھاگتا ہے)

(دروازے میں سے ایک سپاہی تلوار لیے ہوئے نکل آتا ہے اور جھک کر تعظیم بجالاتا ہے)

(سلیم اسے حیرت کے عالم میں تکتا ہوا پیچھے ہٹتا ہے)

(جلال کے عالم میں)

(اسی سکون سے)

(بے بسی کے احساس سے غضبناک ہو کر)

(اسی سکون سے)

(کچھ دیر سوچتا رہتا ہے اور پھر شدتِ غم سے آنکھیں بند کر لیتا ہے)

(مسند پر گر پڑتا ہے)

(سپاہی جاتا ہے)

(بے چارگی کے احساس سے مغلوب ہو کر سر تکیے پر رکھ دیتا ہے)

(بے قراری سے سر ہلا کر)

(بیٹھ کر مٹھیاں آسماں کی طرف اُٹھا دیتا ہے)

(تکیے پر سر رکھ کر رونے لگتا ہے)

(سر اُٹھا کر)

(کھلی آنکھوں سے سوچتے ہوئے)

(پھر تکیے میں منہ چھپا کر رونے لگتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سر اُٹھاتا ہے۔ آنسو پونچھتا ہے اور استقلال کی تصویر بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ موت ہے تو پھر یوں ہی ہو میں حرم میں گھس جاؤں گا۔ ظلِ الٰہی کے رُوبرو اور خدا ہی جانتا ہے پھر کیا ہوگا۔)

(حرم میں جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتا ہے لیکن دو سیڑھیاں چڑھنے پاتا ہے کہ ڈیوڑھی کی طرف کا پردہ کھلتا ہے اور بختیار داخل ہوتا ہے چہرہ پر فکر و تردد ہے۔)

(لپک کر اس کے قریب جاتا اور اس کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام لیتا ہے۔)

(سلیم کو حسرت ناک نظروں سے دیکھتے ہوئے)

(نظریں جھکا کر)

(منہ موڑتے ہوئے)

(بختیار کا ہاتھ چھوڑ کر سر جھکا لیتا ہے)

(مایوس و دلِ شکستہ اشک آلود آنکھوں کے ساتھ سیڑھیاں اُترتے اُترتے)

(بے قراری سے اس کی طرف مڑ کر)

(آنسو چھپانے کو منہ دوسری طرف کر لیتا ہے)

(آنسو دیکھ لیتا ہے)

(لپک کر اس کے قریب آتا اور شانوں سے پکڑ کر اس کا منہ اپنی طرف کر لیتا ہے۔)

(سلیم سے نظریں چار کرنے کی جرأت نہیں پڑتی۔ بھرائی ہوئی آواز میں۔)

(بختیار سے آنکھیں ملانے کی کوشش کرتے ہوئے۔)

(سلیم کو ہلا کر)

(کچھ دیر بعد آہستہ سے)

(اسی طرح پڑے پڑے ہلکے سے)

(کچھ دیر بے حس وحرکت پڑا رہتا ہے۔ بختیار آنسو بھری آنکھوں سے اسے تک رہا ہے۔ آخر نقاہت سے۔)

(بختیار بے حس وحرکت بیٹھا اندیشہ ناک نظروں سے سلیم کو دیکھتا رہتا ہے)

(سلیم پر نظریں گاڑے ہوئے)

(اسی طرح تکتے تکتے آہستہ سے)

(اُٹھ کر سلیم کے سامنے آبیٹھتا ہے)

(چہرے پر دُکھ لکھا ہے)

(غصہ سے)

(سلیم کے غصے سے ڈر کر کھڑا ہو جاتا ہے)

(یوں اُٹھ کھڑا ہوتا ہے جیسے رُک جانے کے بعد زندگی ریلا کر کے اس کے جسم میں واپس آ گئی ہو)

(بختیار کو نکالنے کے لیے اس کی طرف بڑھتا ہے)

(حرم کے دروازے سے ثریا داخل ہوتی اور سامنے چبوترے پر چپ چاپ کھڑی ہو جاتی ہے)

(سلیم ثریا کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے)

(سلیم ثریا کی طرف بڑھتا ہے)

(وہیں کھڑے کھڑے ہاتھ اُٹھا کر)

(حیرت میں)

(آنکھیں پھٹی پڑ رہی ہیں)

(پاگلوں کی طرح کبھی کبھی اپنے آپ سے کبھی بختیار سے)

(سلیم کو آغوش میں لے کر)

(سلیم بختیار کے آغوش سے یک لخت الگ ہو کر دیوانہ وار دروازے کی طرف بڑھتا ہے)

(اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے)

(مڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہے)

(پردہ دیوار پر سے نوچ ڈالتا ہے۔ دیکھتا ہے تو پیچھے دلارام سہمی ہوئی کھڑی، اس کے جنون کو دیکھ کر کانپ رہی ہے۔ سلیم پاگلوں کی طرح اسے تکتا رہتا ہے)

(خوف کے مارے گلا خشک ہے)

(تھر تھر کانپتے ہوئے)

(لپک کر اس کی گردن دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے اور دبانا شروع کرتا ہے)

(سلیم کو الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے)

(دلارام پر سلیم کی گرفت بہت مضبوط ہے)

(گھبرا کر اکبر کو اطلاع دینے جاتا ہے)

(گرفت ڈھیلی کر دیتا ہے)

(ایک خشک اور بے رس قہقہہ لگا کر دلارام کو نیچے پٹخ دیتا ہے۔ خود مسند پر بیٹھ کر ہانپنے لگتا ہے۔ ثریا چبوترے پر آنکھیں بند کیے چپ چاپ کھڑی ہے)

(اکبر باہر کے دروازے سے گھبرایا ہوا داخل ہوتا اور جلدی جلدی سیڑھیاں اُتر کر سلیم کے قریب آتا ہے)

(کچھ دیر چپ چاپ اکبر کو تکتا رہتا ہے)

(فکر مند نظروں سے)

(سر ہلا کر منہ موڑ لیتا ہے)

(ایک رنگ چہرے پر آتا اور دوسرا جاتا ہے)

(دلارام کی طرف اِشارہ کرتا ہے)

(آنکھیں بند کر کے)

(کھوئی ہوئی نظروں سے سامنے تکتے ہوئے)

(غضب ناک ہو کر)

(غصے میں سیڑھیاں اُتر کر اکبر کی طرف بڑھتی ہے۔ مگر پاس پہنچنے کے بعد جب اکبر اس پر نظر ڈالتا ہے تو سہم جاتی ہے اور آہ کہہ کر بے ہوش ہو جاتی ہے)

(سلیم کی طرف بڑھتا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتا ہے۔ سلیم سکڑا ہوا آنکھیں بند کر لیتا ہے)

(ہلکی آواز میں)

(یک لخت کانپ اُٹھتا ہے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے)

(۔۔۔اکبر کو دیکھ کر)

(اُٹھ کر دوزانو ہو جاتا ہے)

(آنکھوں میں آنسو اُمڈ آتے ہیں)

(اکبر ہاتھ پھیلاتا ہے۔ سلیم کھڑا ہو جاتا ہے اور ذرا دیر باپ کو دیکھتا رہتا ہے)

(سلیم منہ موڑ لیتا ہے۔ اور ہاتھ پیشانی پر رکھ کر خاموش مسند پر بیٹھ جاتا ہے۔ اکبر کے ہاتھ مایوسی سے گر پڑے ہیں)

(آنسو اور زیادہ اُمڈ آتے ہیں)

(اکبر سسکیاں بھرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے اور ضبط کی کوشش کرتا ہے)

(رانی گھبرائی ہوئی حرم کے دروازے سے داخل ہوتی ہے۔ جلدی جلدی سیڑھیاں اُتر کر اندر آتی ہے اور مسند پر بیٹھ کر سلیم کو آغوش میں لے لیتی ہے۔ سلیم ہوا میں بے معنی نظروں سے تک رہا ہے۔)

(آگے جھک کر)

(آہستہ سے)

(بے تاب ہو کر)

(آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے)

(اکبر آنسو پونچھتا ہوا بھاری قدموں سے سیڑھیوں کی طرف جاتا ہے)

(ماں سے لپٹ کر روتے ہوئے، اماں، انارکلی! اماں، انارکلی)

(سلیم کو لپٹا کر اپنا رُخسار اس کے سر پر رکھ کر)

(سلیم ماں کے سینہ سے سر لگائے رو رہا ہے۔ ماں اس کے سر پر شفقتِ مادر کا سکوں ریز ہاتھ پھیر رہی ہے۔)

(اکبر دِل شکستہ اور آنسو بہاتا ہوا یوں سیڑھیاں چڑھ رہا ہے گویا اس کے اُوپر نامرادی اور غم نصیبی کا ویرانہ ہے اور اس نے اپنے لیے اسی کو پسند کر لیتا ہے۔)

ندائیہ

رموز واوقاف کے مطابق جب کوئی خوشی، غمی، دکھ، حیرانگی کی بات کی جائے تو اس دوران مستعمل الفاظ کے سامنے جو علامت لگائی جاتی ہے اسے ندائیہ کہا جاتا ہے۔

توبہ!

واہ!

چڑیل!

عنبر!

اے مروارید!

اری او ساہ پارہ!

اے اللہ!

اری کم بختو!

دیکھا!

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے!

انارکلی!

نادرہ آپا!

صاحب عالم!

صاحب عالم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے!

پھر اس کا انجام کیا ہوگا!

ثریا چپ دیکھ سن!

کچھ بھی تو نہیں!

تو نے مجھے کیا بتا دیا!

کاگ!

میری اچھی آپا!

میری پیاری ثریا!

اور کیا نہیں بھی!

وہ خود!

پھول!

پھر چھپائے کیوں!

انار کے پھول!

کس قدر عمدہ تراش!

تم تو ویسے ہی خاموش ہو!

قسمت کا ستارا!

ہئی ہے!

یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو آپا؟

سلیم!

تمہیں کیا مل گیا!

کیوں سلگتی ہوئی چنگاری کو دہکا دیا!

بس کنیز سے ہنسی!

اس قیامت کی ہنسی!

اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا!

کون!

تم کھڑی ہو گئیں انارکلی!

اے نازنین!

مذاق!

خدایا آہیں اتنی بے اثر آنسو!

اتنے بے ثمر!

ہندوستان کا نیا چاند ایک چکور کو چاہتا ہے کیسی ہنسی کی بات!

کیسی ہنسی کی بات!

تو اے انار کلی!

اے اس دِل کی ملکہ!

آہ! آہ!

صاحب عالم! صاحب عالم!

اللہ یہ ممکن ہے!

پھر اس کا انجام کیا ہوگا!

اللہ اس کا انجام کیا ہوگا!

سنو!

اللہ! میرے اللہ!

میرے اللہ!

میرے اللہ یہ کیا ہوگیا!

کتنی جلدی!

کیا کچھ!

ہائے اب کیا ہوگا!

ہائے دیکھ لیا!

آپا ہم کیا کریں!

آپا!

آپا تیری آپا!

شہزادے میرے شہزادے!

اب رُخصت!

میری اپنی انارکلی!

آہ! آہ!

اللہ!

اتنا بڑا راز اور اس سے ایک کنیز واقف!

خدا جانے کیا ہوگا!

میں بتاؤں حضور!

اور مجھے کچھ معلوم نہیں انار کلی۔۔۔اس غریب کی کیا حالت

ہوگی بختیار!

ٹھہرو دلارام!

ہا۔۔۔خدایا!

شہزادے میرے شہزادے!

کمینی!

اس قدر دلیری!

چڑیل!

ہماری نرمی کا یہ اثر!

لیکن سلیم گواہ حاصل کر چکا ہے!

بختیار!

کب تک۔اللہ کب تک!

نادرہ!

اماں!

میری جان۔نادرہ!

تو ابھی حجرے سے باہر نہیں نکلی!

آپا! آپا!

اب کاہے کا ڈر ہے آپا!

دلارام صاحب عالم کو چاہتی ہے!

آہا!

آہ!

انارکلی! بہن!

خواب!

کیا صاحب عالم!

ہاں!

اور کون جانے!

فرزین لے لیا!۔۔۔ بہت خوب!

خوب!

ہم سمجھتے ہیں تم کس فکر میں ہو۔۔۔فیل کا تیسرا خانہ!

اسپ شاہ کے سامنے!

فرزین پیچھے تیسرا کانہ!

تیسرا خانہ!

رُخ پر!

کونے کا خانہ!

شیخو جب خود چال چلو تو اس کے ساتھ دوسرے کی چال کا بھی خیال کرو!

ادھر دیکھو!

کشت! مات!

مہابلی!

نئے مہرے اور نئی بازی!

لیکن بازی! بازی!

اور پھر جو ہوا!

وہ کیسی!

بہت خوب! بہت خوب! آ جاؤ!

اخاہ! آج تو بڑے ٹھاٹھ ہیں زعفران!

ستارہ!

جلدی سے نہ بوا مجھے بیچ میں نہ گھسیٹو!

کپڑلتا آخر ہوتا کس دِن کے لیے ہے!

یہ بات بھلا کسی اور میں کہاں!

خاموش! ظلِ الٰہی!

شیخو!

ہاں اب رقص!

ہاں! تم انارکلی!

رقص ما کیاں!

اور اے فردوس کی بلبل!

بے مثل! بے نظیر!

مگر اے جنتِ ارضی کی حور!

خدایا!

عنبر!

میری رگوں میں یہ کیا دوڑ رہا ہے!

ہاں انارکلی!

توقف کے بعد نادرہ!

جی اماں جی!

انارکلی یہ کیا کر رہی ہے!

ہو!

کافور!

مہابلی! مہابلی!

ظلِ الٰہی خدا کا واسطہ!

خاموش بڑھیا!

ظلِ الٰہی ابا جان!

ننگ خاندان!

مہاراج!

خبردار!

اولاد پر ظلم!

ماں باپ تجھ پر ظلم کریں گے!

بچے! سلیم!

میرا بچہ!

اماں!

آہ انکار!

یہ کس آگ کی سوزش کس شعلے کی جلن ہے!

تو ثریا!

صاحب عالم! صاحب عالم!

شہزادے! شہزادے!

میری اماں! میری اماں!

آہ میرے خواب! وہ ایک عورت کے عشووں سے بھی انداں تھے!

کیا کہتے ہیں مہاراج!

انارکلی کا فیصلہ! میری غریب بچی کا فیصلہ! اسے بخش دے

ظلِ الٰہی! اے شہنشاہ! اے غریبوں کی قسمت کے والی!

بغیر اجازت یہاں آنے کی جرأت!

رحم! رحم!

میری نادرہ!

اِس کے لیے جس نے ایک حسینہ کی آنکھوں پر باپ کو فروخت کر ڈالا!

آہ میرے خواب! میرے خواب!

آہ شیخو!

کمینی جھوٹ!

بول!

کہے جا!

کمینی دُور ہو جا!

بیان کر!

دیوار!

موت!

میری ہڈیوں میں کیوں گونج رہی ہیں!

لیکن میرا کیا قصور!

پر تم جاگ کر کیا کرو گے شہزادے!۔۔۔اس خبر کو سن کر آنسو بہاؤ گے یا جنون میں کھلکھلاؤ گے!

بہاؤ گے یا جنون میں کھلکھلاؤ گے!

کیا ہو گیا ہے!

میرا اپنا ایوان!

خداوندا!

نہیں تو کیا ہو چکا ہو گا! میری انارکلی! میری اپنی انارکلی!

میری تلوار!

میری تلوار! میری تلوار!

خالی!

یہ کیا!

تیر کی طرح جا!

ظلِ الٰہی کا فرمان!

تقدیر! تقدیر!

یہ بے بسی! یہ مجبوری!

اس کے لیے کیا ہو گا!

آہ تم بختیار!

میرے دوست میرے مخلص! میری اُمید!

یہ کیسے ہوسکتا ہے!

تم سے کتنی مختلف بات!

جان سے عزیز دوست!

آنسو خداوند!

''سلیم! سلیم!

میرے شہزادے! میرے بادشاہ! میری رُوح! ہوش میں آؤ۔۔۔مرد بنو!

جواب دو سلیم۔۔۔سلیم!

انارکلی! بختیار انارکلی!

ثریا۔۔۔

دُور کھڑا رہ!

تیمور کی نامراد اولاد! ہندوستان کے بزدل ولی عہد!

جھوٹے! تو نے اس کو بچالینے کا وعدہ کیا تھا۔ بے حیا اس کوشش میں تو نے اپنی جان تک دے دینے کو کہا تھا!

اور تو یہاں پردوں میں گدیلوں پر جان کو لیے بیٹھا ہے!

زندہ دیوار میں!

میری آنکھوں کے سامنے چڑیل تو نے کس ہیبت کا نقشہ کھینچ دیا!

سلیم سلیم تمہیں کیا ہوگیا!

خوشامدی کتے!

انارکلی تو دیواروں ہی دیواروں میں سے میرے پہلو میں آ پہنچی!

اندھے! یہ انارکلی ہے یا وہ سموم جس نے انارکلی کو پھونک ڈالا!

دلارام!

مار! مار!

میرے سلیم! میرے شہزادے!

تمہاری سانس میں نقش کی بو ہے!

تمہارا کچل ڈالنے والا پتھر!

خداوند! کیا معلوم تھا یوں ہوگا! شیخو! میرے مظلوم بچے! میرے مجنوں بچے!

انارکلی! اماں۔ انارکلی!

سن رہا ہے چاند!

گنتی کا استعمال

امتیاز علی تاج نے انارکلی کے متن میں گنتی کا استعمال مختلف طریقے سے کیا ہے بعض جگہوں پر گنتی اکائی کے طور پر استعمال ہوئی ہے اور بعض جگہوں پر جفت کے طور پر۔ اس کی مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

دو گھڑی کا آرام

ایک بار نہیں ہزار بار

ڈھائی پہر کی بادشاہت

ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جانا

ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ

دو بول

سو سو نام دھرے گا

ایک دوسرے

چار دیواری

دس بارہ دِن

پھر ایک بار گم شدہ فردوس

دوسری طرف

دونوں سے سینہ تھامے کھڑی ہے

ایک ایک

ایک بے بس چیز

ایک کنیز

دوسری طرف

پہلی مرتبہ

دو زانو ہو کر

دونوں ہاتھوں

منظر دوم

تین تین

سہ دری

دونوں باہر تکنے لگتی ہیں

تینوں اور بے چین رہتی ہیں

آنکھیں چار کرنے کی جرأت نہیں پڑتی

اور دوسری بار؟

ایک دو مرتبہ

دو تارے

وہی دو تارے

مگر ایک دہکتا ہوا

اور دوسرا ٹوٹ کر بجھا ہوا

جشنِ نوروز

منظر چہارم

یک شاخوں دو شاخوں

تین سیڑھیاں

تیسرا خانہ

چار خواجہ سرا

چار مرتبہ تالی بجتی ہے

یک لخت

دونوں خاموش ہیں

سو دِن سنار کا ایک دِن لوہار کا

موتیوں کا ایک بیش قیمت ہار

اور اب ایک ۔۔۔

سہ پہر

منظر دوم

ایک دروازہ

تہ خانے

دو سیڑھیاں

پال کا ایک ڈھیر لگا ہے

دونوں ہاتھ

ایک دوشاخہ

دوشاخہ

ایک دوسرے

دروازے پر ایک نظر ڈال کر

دوسرے ہاتھ سے اس نے بے ہوش انارکلی کو سنبھال رکھا ہے

ہندوستان ایک عورت سے زیادہ قیمت نہیں رکھتا

ایک لفظ نہیں

اس کے سوا ایک لفظ نہیں

تیرا دوسرا غیر ضروری لفظ

ایک طرف باپ ہے اور دوسری طرف محبوب

ایک المناک داستان سنانے کو

منظر چہارم

دونوں ایک طرف حبشی خواجہ سرا ننگی تلواریں لیے بت بنے کھڑے ہیں۔ دو اور خوف ناک صورت حبشی خواجہ سرا داخل ہوتے ہیں۔

ایک چیخ کی آواز آتی ہے۔

دونوں خواجہ سرا تلوار نکالتے ہیں۔

منظر پنجم

دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیتا ہے۔

ایک لمحہ سکتے

یک لخت

ایک سپاہی تلوار لیے ہوئے نکل آتا ہے۔

ایک بے بس قیدی سے بہت زیادہ۔

زندگی کی کل کا ایک بے کار پرزہ معلوم ہو رہا ہے۔

ایک کام کر دو۔

ایک خنجر لا دو۔

اس کی گردن دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے۔

ایک خشک اور بے رس قہقہہ۔

ایک رنگ چہرے پر آتا اور دوسرا جاتا ہے۔

مختلف رنگوں کا جملوں میں استعمال

سید امتیاز علی تاج نے انارکلی ڈراما میں جہاں مختلف قسم کی مہارتیں اپنائی ہیں وہاں پر رنگوں کا استعمال بھی انتہائی خوبصورتی سے کیا ہے جس کے ذریعے سے کیفیت اور حالات کا صحیح ادراک باآسانی ہوسکتا ہے۔ مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆ سیاہ رنگت آنکھوں کے نیچے اور باچھوں پر ایسی جھریاں جن سے عیاری ظاہر ہے۔

☆ پندرہ سولہ سال کی نازک اندام لڑکی جس کے چمپئی رنگ میں اگر سرخی کی خفیف سی جھلک نہ ہو تو شاید بیمار سمجھی جائے۔

☆ بارہ دری میں سے باغ کے جو سرو دکھائی دیتے ہیں ان کی سبزی سیاہ پڑ چکی ہے۔

☆ بس یہ سنتے ہی ان کا چہرہ گلابی ہو گیا۔

☆ بیرونی منظر کی سرسبزی و شادابی کے باعث ایسا دِلکشا اور فرحت زا مقام بن گیا ہے کہ کوئی بھی فعل اپنے اوقات فرصت گزارنے کے لیے تمام محل میں سے اس ایوان کے سوا دوسرا مقام منتخب نہ کرسکتا۔

دور جہاں غروبِ آفتاب نیلی آسمان میں ارغوانی رنگ آمیزی کر رہا ہے۔ گھنے پیڑوں کے طویل سلسلے میں سے کھجوروں کے سربلند اور ساکت درخت کالے کالے نظر آرہے ہیں۔ راوی ان دور کی رنگینیوں کو اپنے دامن میں قلعے کی دیوار تک لانے کی کوشش کر رہا ہے۔

☆ برج کے مغربی جھروکے میں سے ایک مسجد کے سفید گنبد اور سرخ میناروں کا کچھ حصہ نظر آتا ہے۔

☆ یوں باغ کا یہ حصہ چار سرسبز قطعوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔

☆ سامنے کی سہ دری اور اس کے آس پاس لمبے لمبے اور تیلے سرو فاصلے پر ایک سیاہ تصویر نظر آرہے ہیں۔

☆ سلیم۔ جب وہ ہوش میں آئی اس کا چہرہ نعش کی طرح پیلا تھا۔

☆ اور اس طرح اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ زر سرخ سے پر کرنے کی آرزومند ہو تو سلیم قارون کا خزانہ بھی وفا نہیں کرسکتا۔

☆ ہلکے رنگ کی دیواروں کا مختصر سا حجرہ ہے۔

☆ جس پر سبز اطلس کی سوزنی بچھی ہے۔

☆ اُوپر آسمانی مخمل کے چھوٹے بڑے تکیے بے ترتیب پڑے ہیں۔

☆ اُوپر سبز ریشم کا پلنگ پوش پڑا ہے۔

☆ غف نیلے پردے جن پر سبز ریشم سے مغلیہ محرابوں میں سرو بنے ہیں۔

☆ قطعہ لاہور میں سفید پتھر سے بنا ہوا ایک بلند مگر نہایت سادہ اور دِلکش ایوان جسے دیکھنے سے دماغ پر ایک فرحت افزا

خاموشی اور خنکی کا سا اثر ہوتا ہے۔

☆ زہرہ جمال بیگمیں اور شہزادیاں ہلکے ہلکے رنگوں کے خوش وضع شلواروں پر جھلمل جھلمل کرتی پشوازیں پہنے۔

☆ زہرہ جمال بیگمیں اور شہزادیاں ہلکے ہلکے رنگوں کے خوش وضع شلواروں پر جھلمل جھلمل پشوازیں پہنے۔

☆ کوئی سیدھی کوئی بل کھاتی ہوئی سفید اور رنگین کافوری شمعیں روشن ہیں۔ زریں وسیمیں مجمروں میں سے عود وعنبر اور رُوح افزا کے نکہت بیز بادل اُٹھ رہے ہیں۔

☆ کھلے دروازے میں سے آتش بازی کی سبز روشنی آ کر اس کے چہرے پر کانپ رہی ہے۔

☆ یک لخت لال۔ ہری اور پیلی روشنیاں اس پر پڑتی ہیں۔ رنگا رنگ کی آتشبازی چھوٹنے پر باہر داد و تحسین کا شور زیادہ ہو رہا ہے۔

☆ سونے میں پیلی موتیوں میں سفید ہو رہی ہے۔

☆ زعفرانی جوڑا پہن کر نکلی ہیں۔

☆ اور اس پار زرد چہرہ۔

☆ تہ خانے میں سیاہی مائل پتھر کا فرش ہے۔

☆ اس کی مدھم روشنی میں اس دُبلے پتلے سیاہ فام شخص کی کھچڑی داڑھی۔

☆ کالے اور اندھیرے دھوئیں نے ہمیں ایک دوسرے سے کھو دیا۔

☆ دیواروں کا بیشتر حصہ قرمزی مخمل کے بھاری بھاری پردوں سے جن پر سیاہ ریشم سے بڑے بڑے نقش بنے ہیں چھپا ہوا ہے۔

☆ محراب کے جھروکے میں سے نیلے آسمان پر چند تارے ٹمٹمارہے ہیں۔

☆ رنگت زرد ہے۔

☆ باہر نیلے آسمان اور مسجد کے گنبد اور میناروں پر دھوپ کہہ رہی ہے کہ دن چڑھ چکا ہے۔

☆ ان گالوں کی سرخی اور تازگی کیا ہوئی؟

☆ زلزلے نہ اُٹھیں لیکن یہ چنگاری جسے دوزخ کی ہوائیں سرخ کر رہی ہیں۔

جانوروں اور پرندوں کے نام

امتیاز علی تاج کے ہاں سماجی شعور پایا جاتا ہے۔ جہاں پر ہمارے سماج میں انسان رہتے ہیں وہاں پر بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر مختلف عناصر فطرت ہیں جن سے وہ متاثر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ڈراما انارکلی میں مختلف جانوروں اور پرندوں کے نام استعمال کئے گئے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔

☆ انارکلی، کاگ!

☆ بیش قیمت جواہرات سجائے کوئی شبنم کا دوپٹہ اوڑھے کوئی سر پر کلغی دار بانکی پگڑی رکھے باغِ اِرم کی تیتریاں معلوم ہو رہی ہیں۔

☆ دلارام، کیا بکتی ہے چڑیل۔ اب انارکلی گائے گی۔

☆ بس مرغیوں کی طرح ایک دوسرے سے گتھ گئیں۔

☆ جنگل کی مورنی کا رقص جسے شکاریوں نے گھیر لیا ہے اور جس کا نرافراتفری میں اس سے کھو گیا ہے۔

☆ سلیم۔ اسی رات میں صبار فتار گھوڑے اسے کسی ایسے محفوظ مقام پر پہنچا دیں گے۔

☆ سلیم۔ اور انارکلی کو تم خونی بھیڑیوں کے رحم پر چھوڑ جاؤں؟

☆ انارکلی۔ یہاں نہ کوئلوں کی کوک ہے نہ پھولوں کی خوشبو۔

☆ ثریا۔ خوشامدی کتے! میری بہن کی رُوح دوسرے جہان میں اس کے لیے بے تاب ہے۔

لباس

اُردو ڈراما چونکہ مغلیہ تہذیب کی آئینہ داری کرتا ہے۔ اس لیے اس عہد میں جو لباس عوام و خواص میں پہنے جاتے تھے۔ ان کے نام دیے گئے ہیں۔ ان میں کنیزیں، شہزادیاں، بادشاہ اور بیگمیں بھی شامل ہیں جو لباس اور زیورات کو پہنتے ہیں۔ ان کی چند ایک مثالیں یہ ہیں۔

☆ کبھی چھالیہ کترتے کترتے آرسی میں مسی کی دھڑی کا معائنہ کر لیتی ہے۔ جنھیں بیگموں سے سلیقے اور سگھڑاپے کی داد ملتی ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی شہرت برقرار رکھنے کی فکر میں سر گندھوا رہی ہے۔ کوئی پرانے دوپٹے کو نئے مرے سے رنگوا کر اس پر لچکا ٹانک رہی ہے۔

آرسی میں مسی دیکھنا

سر گندھوانا

دوپٹے پر لچکا ٹانکوانا

☆ عنبر۔ ہوتی کیونکر رات کو جشن تھا۔ نادرہ نے میدان جو تم سے خالی دیکھا تو خوب بن ٹھن کر جا شامل ہوئی۔

☆ مروارید۔ نہیں بھئی ایمان ایمان کی کہو۔ نادرہ تو الگ تھلگ رہتی ہے۔ اس کی ماں اس کا بناؤ سنگھار کر کے لے گئی تھی۔

بن ٹھن۔

بناؤ سنگھار۔

☆ مروارید، اور اس کے گانے اور حاضر جوابی سے خوش ہو کر اپنا موتیوں کا ہار انعام میں بکشا۔

موتیوں کا ہار۔

☆ ایک تکیے کے نیچے سے اسے انارکلی کے پھولوں کا رومال مل جاتا ہے۔ دلارام اِدھر اُدھر دیکھ کر رومال کھول لیتی ہے۔

☆ بختیار داخل ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک جڑاؤ انگشتری ہے۔

☆ انھوں نے اپنے ملک کے ڈھنگ پر اس انگشتری کا نگینہ تراشا ہے۔ دیکھو تو کتنا بڑا کس قدر خوبصورت، لاؤ میں تمھیں پہنا دوں۔ (ہاتھ پکڑ کر انگشتری پہنا دیتا ہے۔)

☆ جھروکے میں سے موسمِ بہار کی صبح کا آسمان شگفتگی اور تازگی کا نور برساتا نظر آ رہا ہے۔

ایوان میں سلیم ہے اور بختیار۔ سلیم کے بال پریشان ہیں۔ خط نہیں بنا۔ معلوم ہوتا ہے منہ نہیں دھویا۔ چہرے سے بے خوابی اور فکر کے آثار نمایاں ہیں۔ ایک کشمیری کی فرغل پہنے تکیے کے سہارے مسند پر نیم دراز رات کا واقعہ بختیار کو سنا رہا ہے۔

☆ زہرہ جمال بیگمیں اور شہزادیاں ہلکے ہلکے رنگوں کے خوش وضع شلواروں پر جھلمل جھلمل کرتی پشوازیں پہنے۔ بیش قیمت جواہرات سجائے کوئی شبنم کا دوپٹہ اوڑھے کوئی سر پر کلغی دار بانکی پگڑی رکھے باغِ ارم کی تتلی معلوم ہو رہی ہیں۔

☆ ماتھے پر تلک ہے۔ لباس سادہ مگر جواہراتِ انمول دوسری طرف سلیم پر تکلیف لباس پہنے ج دھج نکالی گلزارِ شباب کا نوشگفتہ پھول ایک نسبتاً نیچے تخت پر دوزانو بیٹھا ہے۔ اکبر کے دائیں ہاتھ ایک تخت پر رانی بیٹھی ہے۔ بائیں ہاتھ ایک لمبے سے تخت پر مالائیں۔ دوشالے دوپٹے اور دوسرے بیش قیمت تحفے سلیقے سے چنے ہیں۔

☆ اور اپنے سر کے لباس سے شناخت کی جا سکتی ہیں۔

☆ دلارام۔ اس کا سنگار آج تو بہ شکن ہے۔ سونے میں پیلی موتیوں میں سفید ہو رہی ہے۔

☆ زعفران۔ (شوخی سے) خبر مانگے تانگے کا دوپٹہ تو نہیں اوڑھ رکھا۔

☆ انارکلی دلارام کے بیان کے مطابق نک سے سک بناؤ سنگار کیے شعلہ جوالہ معلوم ہو رہی ہے۔ دلارام اسے دیکھتے ہی دوسری طرف اس کے قریب جاتی ہے۔

اکبر۔ ہاں! تم انارکلی! ماہ کامل کو ننھے ستاروں پر فتح حاصل کرنے کے لیے ہالے کی ضرورت نہیں۔ تو پھر اے نازنین یہ رزق برق پوشاک کس لیے۔

☆ سلیم موتیوں کا ایک بیش قیمت کنٹھا اُتار کر اسے دیتا ہے۔

فرہنگ

باب اوّل: عشق

متن میں مستعمل الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو ظاہر کرنے کیلئے فرہنگ لازمی ہے۔انارکلی ڈراما میں مستعمل الفاظ کی فرہنگ پیش کی جاتی ہے۔

منظر اوّل: مشکل الفاظ

ستونوں : شاہی خلوت گاہ، خلوت خانہ، حجرہ۔

محرابوں : وہ قوس نما جگہ جہاں امام مسجد کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے۔ڈاٹ، گول دروازہ۔

استراحت : آرام۔آرائش۔چین۔سکھ۔آرام کرنا۔

معمر : بوڑھے۔زیادہ عمر کے لوگ۔

خادمائیں : خدمت کرنے والی۔کام کرنے والے۔

رونق : چمک۔تاب۔درخشانی۔زیبائی۔خوبی۔تازگی۔لطف۔کیفیت۔چہل پہل۔بہار۔اچھی حالت۔رنگ رُوپ۔حسن۔تلوار کی آب۔صاف رکھنا۔

ہنگامی : مجمع۔بھیڑ۔اژدہام۔انبوہ

برپا : قائم۔ایستادہ۔(ف۔صف)

محل سراؤں : حرم سرا۔

نشاط وطرب : خوشی اور مسرت۔شادمانی۔انبساط وخرامی۔فرحت۔عیش وفرحت۔لطف۔حظ۔اُمنگ

بارہ دری : (ر۔امث) بارہ دروازوں کا ہوادار مکان جو باغ میں یا دریا کے کنارے بنایا جاتا ہے۔ہوادار مکان۔

خواصوں : خاص لوگ۔چنے ہوئے۔منتخب کئے گئے۔

مرغوب : دِل کو پسند آنے والا۔جو جی کو بھا جائے۔

آرام گاہ : آرام کرنے کی جگہ۔ستانے کا مقام۔

فراغت : فرصت۔فارغ وقت۔حرف گیری۔نیزے کی ضرب۔

طعنوں : طنز۔ملامت۔

مافیہا : جو کچھ اس میں ہے۔جو کچھ دُنیا میں ہے جو کچھ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

طلب والی : ڈھونڈنے والی۔ جستجو کرنے والی۔ حسرت رکھنے والی۔

داد : تحسین وآفرین۔ عطا۔ دِین۔ عدل۔ انصاف۔ فریاد سزا۔ پاداش۔ عوض۔ معاوضہ۔ بدلہ۔ انتقام

گرانباریوں : گرانباری کی جمع۔ زیر باری۔ پریشانی۔

خلوت : انتہائی علیحدہ۔ گوشہ نشینی۔ عزلت۔ حجرہ۔ کوٹھڑی۔ پوشیدگی۔

چنچل : شوخ۔ چست۔ چالاک۔

دلچسپی : شوق۔ رغبت۔ چاہت۔ مزہ۔ خوشی۔ لطف

بندھن (ھ۔ امذ): بندھ۔ بندش۔ پٹی۔ چھپر کی بندش۔ وہ رسی یا فتہ جس سے کوئی چیز بندھی ہوئی ہو۔ روک۔ رکاوٹ۔ لگاؤ۔ لاگ۔

نسبت : کسی چیز کی طرف منسوب لگاؤ۔ واسطہ۔ نظیر۔ بابت۔

تحسین باہمی : آپس میں مل کر تعریف کرنا۔ آفرین کرنا۔ مل کر کسی چیز کو سراہنا۔

سرگوشیاں : سرگوشی کی جمع۔ کانا پھوسی۔ کان میں بات کہنا۔ چغلی۔ غیبت۔

پیڑھی : چھوٹی چوکی کی طرح جس کی اُونچائی کم ہوتی ہے۔

پختہ حسن : مکمل خوبصورتی۔ مکمل حسن۔

ہمرازوں : رازدار۔ بھیدی۔ محرم۔ اسرار۔

ہزیمت : شکست۔ بھاگڑ۔ ہار۔

دُشوار : مشکل۔ کٹھن۔ دوبھر۔

بیچاری : لاعلاج۔ بے بس۔ عاجز

مصالحت : میل ملاپ۔ آپس میں صلح کرنا۔ (افعال۔ کرنا۔ ہونا)

جھڑپ : خفیف لڑائی۔ تندی۔ تیزی۔ جوش۔ گرمی۔

تبسم : مسکراہٹ۔ مسکرانے کی کم کیفیت۔

کنایوں : اشارے۔ رمز۔ پوشیدہ بات۔ مبہم بات۔ اِستعارہ۔ مجاز۔ منشا۔ مقصد۔ مطلب۔ الفاظ۔

جرأت : ہمت۔ طاقت۔ بہادری۔

شغل : مشغلہ۔ پیشہ۔ کام دھندا۔ تفریح طبع۔ خدا کا دھیان۔ خدا کی یاد میں مشغولیت۔

ناز برداری : نخرے اُٹھانا۔ بہت زیادہ خیال رکھنا۔

رازدار : راز رکھنے والا۔ بھید چھپانے والا۔

توقف : وقفہ۔ سکتہ۔ کچھ دیر بعد۔

متفکر	:	فکرمند۔رنجیدہ۔مغموم۔اُداس۔
کیونکر	:	کس طرح۔کس لیے۔کیسے
چونچلے	:	نخرے۔نازک مزاجی
پائیں	:	نیچے۔پائنتی۔سرہانے کی ضد۔
غل	:	شور۔ہلہ بازی
متامل	:	غوروفکر کرنے والا۔سوچنے والا
غارت	:	تباہ۔برباد۔غرق۔
بھنک	:	دھیمی آواز۔آہستہ آواز۔اُڑتی بات۔
مسکوٹ	:	صلاح مشورہ۔خفیہ سازش۔(افعال۔کرنا۔ہونا)۔
بدزبانیاں	:	(ف۔امث) گالی گلوچ۔گستاخی۔سخت کلامی۔
سرخاب	:	چکوا چکوی۔ایک آبی پرندہ۔
باریابی	:	(ف۔امث) دربار میں حاضری۔بارگاہ میں داخلہ۔
دھوکا	:	فریب۔دغا۔مکر۔غلط فہمی۔شبہ۔ہچکچاہٹ۔سراب۔
ہانکنا	:	چلانا۔دوڑانا۔بڑھانا۔
استغنا(مذکر)	:	ضرورت سے آزاد ہونا۔بے نیازی۔بے پروائی۔امارت۔تونگری۔قناعت۔صبر۔
بھڑاس	:	غصے کی باتیں۔
شامت	:	بدنصیبی۔برائی۔نحوست۔آفت۔
غضب	:	قہر۔غصہ۔آفت۔مصیبت۔بے انصافی۔لعنت۔مارا۔
عتاب	:	ظلم۔قہر۔غصہ۔غصب۔
پختہ عمر	:	پکی عمر۔زیادہ عمر۔
سلیم الطبع	:	حلیم۔نرم دِل۔دانش مند۔دُور اندیش۔
برتاؤ	:	سلوک۔طرزِ عمل۔روش۔
بھبکیوں	:	(ار۔محاورہ) ڈر جانا۔دھمکی میں آنا۔
انجان	:	
کتراتی	:	دانتوں سے کتراتی۔خورد برد کرتی۔بیچ میں رکھ لینا۔
اصرار(مذکر)	:	ہٹ۔تکرار۔ضد۔تاکید(کرنا ہونے کے ساتھ)۔(صرف خرچ کرنا)

خوشنودی : خوشی۔رضامندی۔

تاک : آڑ میں۔انتظار میں۔

آفتاب : سورج۔روشنی دینے والا۔

ماہتاب : چاند۔جورات کو روشنی دے۔

چندے : کچھ مُدّت۔کچھ روز۔غیر معین مقدار یا تعداد۔

بے ساختہ : (ف۔ص) فی البدیہہ۔بے خوض وفکر۔بے تکلف۔بے قصد۔بے اِرادہ۔فوراً۔

حاجت : ضرورت۔غرض۔خواہش۔اُمید۔آرزو۔

کم نصیب : کم بخت۔تھوڑے نصیب والا۔

سپرد : حوالے کرنا۔کسی کو سونپ دینا۔

اندیشناک : صفت۔خوفناک۔پُرخطر۔

آبرو : عزت۔بھرم۔

چمپئی رنگ : چمپا کے رنگ جیسا۔ہلکا زرد رنگ۔چھپ کر۔گھات لگا کر۔

خفیف : ہلکا۔سبک۔اوچھا۔ذلیل۔رُسوا۔

جھلک : روشنی۔چمک۔جلوہ۔عکس۔پانی کا دور سے نظر آنا۔

خدوخال : نقش ونگار۔

معیار : کسوٹی۔کھرا کھوٹا جاننے کا پتھر۔محک۔ناپنے یا وزن کرنے والا آلہ۔اندازہ۔پیمانہ۔قاعدہ۔ نصاب۔پرکھ۔جانچ۔

تخیل : قوتِ متخیلہ۔وہ قوت جو خیالی صورتیں بنا کر وہم کے آگے لا کھڑا کرتی ہے۔قصور قیاس۔

ترکیب : طریقہ۔مرکب کرنا۔بناوٹ۔ساخت تناسب۔ڈھنگ۔تدبیر۔علاج۔

موزوں : مناسب۔درست۔

نمناک : تر۔گیلا۔بھیگا ہوا۔مرطوب

جھانک : تاک۔نظر۔دزدیدہ نظر۔

حسرتیں : حسرت کی جمع۔افسوس۔تاسف۔آرزو۔ارمان۔

ملول : اُداس۔رنجیدہ۔غمگین۔

اُفسردہ : (ف۔صف) اُداس۔غمگین۔دلگیر۔پژمردہ۔(کرنا ہونا کے ساتھ)

مکھڑا : پیارا منہ۔پیارا چہرہ۔گیت کا پہلا شعر۔

پھبتا : بچنا۔ خوبصورت۔ مناسب۔
تبسم : مسکراہٹ۔
حرافہ : چالاک۔ تیز۔ شوخ۔
لدجانا : محاورہ۔ چلے جانا۔ گزر جانا۔
تکان : تھکن۔ ماندگی۔ کسل مندی۔ حرکت۔ جنبش۔
بگڑنا : خراب ہونا۔ برباد ہونا۔ ضائع ہونا۔ نقصان ہونا۔
توفیق : موافق۔ ہدایت۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کی خواہش کے مطابق نیک عمل بہم پہنچانا۔ ہمت۔ حوصلہ۔
جبر : ظلم وستم۔ دباؤ۔ جور وجفا۔
دکھاوا : دُنیا کے سامنے دکھانا۔ نمائش کرنا۔
دِلکش : دِل کو لبھانے والی۔ دِل کو اچھی لگنے والی۔ خوبصورت۔
سازش : کسی کے خلاف جوڑتوڑ۔ خلاف قانون۔ تال میل۔
ریشہ دوانیاں : شرارتیں اور فساد ڈالنے کی ترکیبیں۔
میانہ پن : ہوشیاری۔ چالاکی۔ عقلمند۔ دانا۔ بالغ سن تمیز کو پہنچا ہوا۔ بھوت پریت اُتارنے والا تعویذ کرنے والا عامل۔ بخیل۔ کنجوس۔
حرم : خانہ کعبہ کی چاردیواری۔ اندرونِ خانہ۔ زنا خانہ۔ زنانہ محلات۔
جوش : اُبال۔ اپھان۔ حرارت۔ تیزی۔ ہیجان۔ شہوت۔
ہمہ تن : محو گوش۔ سننا۔
محدود : رُکا ہوا۔ حد کیا گیا۔ گھرا ہوا۔ جدا کیا ہوا۔ ختم کیا ہوا۔ محصور۔ مقید۔ مقررہ۔ معینہ (افعال۔ کرنا۔ ہونا)
یک لخت : اکٹھے
قہقہہ : ہنسنے کی ایک کیفیت۔ اُونچی آواز میں سننا۔

باب اوّل: منظر دوم

ایوان : (ف۔ مذکر) محل۔ مکان۔ قصر۔ وہ مجلس جو قوانین بنائے۔
جھروکے دار : کھڑکی والا۔ دریچہ۔ روشن دان۔
منتخب : انتخاب کیا گیا۔ چنا گیا۔ چھانٹا گیا۔ پسندیدہ۔ عمدہ۔ اعلیٰ۔ چنا ہوا۔ برگزیدہ۔ نایاب۔ عجیب۔ یکتا۔
سربلند : اُونچے سروالے۔ بلند۔

ساکت : چپ۔خاموش۔بے حس وحرکت۔سنسان۔

رنگینی : شادابی۔

دامن : کوٹ قمیض وغیرہ کا وہ حصہ جو نیچے لٹکتا رہتا ہے۔جہاز کا پال۔کسی چیز کا کنارا۔پہاڑ کے نیچے کی زمین۔

صحرا یا شہر کے اردگرد کی زمین۔حروف کا دائرہ۔

محراب : وہ قوس نما جگہ جہاں مسجد میں امام کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے۔مسجد میں وہ کھان دار جگہ جو قبلہ رُخ بنی ہوئی

ہوتی ہے۔شاہی خلوت گاہ۔خلوت خانہ۔حجرہ۔

عریض : کھلا۔وسیع

بیش قیمت : بہت قیمتی۔اعلیٰ۔مہنگی۔

اطلس : ایک قسم کا چمکیلا ریشمی کپڑا۔سائن۔خوشہ ثریا میں سے ایک تارے کا نام۔ستاروں کے نقشے کا نمونہ۔

تجمل : خوبصورتی۔آرائش۔تزئین۔

مضائقہ : تنگی دُشواری۔حرج۔قباحت۔ڈر۔خف۔پروا۔ایک دوسرے کو تنگ کرنا۔

طمانچہ : تھپڑ۔

قطامہ : فاحشہ۔شہوت والی عورت۔

افوہ : (اُردو۔کلمۂ تعجب) تعجب۔تاسف۔بھول چوک کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

گویا : جیسا کہ۔

ضبط : حوصلہ۔جرأت۔ہمت۔

مصنوعی : بنایا ہوا۔جو قدرتی نہ ہو۔بناوٹی۔نقلی۔جعلی

کھسیانے پن : شرمندگی۔ندامت۔

منہ لگانا (محاورہ) : ہونٹوں سے چھونا۔

مسند : بیٹھنے کی جگہ۔تکیہ گاہ۔

مقرر : تقریر کرنے والا۔لیکچرار۔

تذکرہ : یاد کرنا۔نصیحت کرنا۔ذِکر۔بیان۔

تمکنت : قدرت حاصل کرنا۔قدرت۔خیال۔اختیار۔قابو۔

بھانپ لینا : تاڑ لینا۔معلوم کرنا۔شناخت کر لینا۔غور سے دیکھنا۔چہرہ دیکھ کر شناخت کر لینا۔

کل موہی : کالے منہ والی۔اچھی بات نہ بولنے والی۔

فاتحانہ : جیت کر۔فتح پا کر۔

ناکام : جو کام نہ کر سکے۔متوقع مقاصد نہ حاصل کر سکے۔

متوقع : توقع رکھنے والا۔صابر۔بھروسا کرنے والا۔

مہجور : جدا۔چھوڑ گیا۔فراق زدہ۔

فرخندہ ساعت : پرسکون گھڑی

مدھم : آہستہ۔دھیما۔درمیانہ۔اچھا نہ بُرا۔متوسط۔نیچا۔کم۔ہلکا۔خفیف۔بے آب۔پھیکا۔ماند۔گویوں کی اصطلاح میں سات سروں میں سے ایک سُر کا نام جسے ''ما'' بھی کہا جاتا ہے۔

دلشاد : خوش۔بشاش۔

ست : کاہل۔کام میں دیر لگانے والے۔ناتواں۔کمزور۔ملول۔اُداس۔نڈھال۔مضمحل۔کم شہوت۔نامرد۔

شفق زاد : سرخی جو شام کو یا صبح کو بوقتِ طلوع وغروبِ آفتاب آسمان پر ہوتی ہے۔ڈر۔مہربانی۔محبت۔

آہیں : سسکیاں۔رونے کی آواز۔

دُھندلکا : ہلکا سا اُجالا۔مبہم روشنی۔

تاریکی : تاریک کا اسم کیفیت۔سیاہی۔ظلمت۔اندھیرا۔

چبوترے : مربع یا مستطیل اُونچی جگہ جس پر بیٹھتے ہیں۔چبوترا۔کرسی۔منڈی۔حد کا نشان۔عدالت۔

مشعلیں : مشعل کی جمع۔روشنی کی جگہ۔چراغ دان۔بہت موٹی بتی۔

تعظیم : عزت۔بزرگ۔عظمت۔وقعت۔

خوش طبعی : ظریف۔بامذاق۔ہنس مکھ۔جو ہر وقت خوش رہے۔

خلوص : سچی دوستی۔وفاداری۔صفائی۔سچائی۔

مستغرق : غرق ہونے والا۔ڈوبنے والا۔

آرزومند : خواہش رکھنے والا۔خواہش کرنے والا۔

بانسری : مرلی۔منہ سے بجانے کا ایک ساز۔

بانس : (نون غنہ سے)(ہ۔اند)ایک لکڑی کی قسم جو اندر سے خالی اور باہر سے گرہ دار ہوتی ہے۔سوا تین گز کا ایک پیمانہ جس سے زمین کی پیائش کی جاتی ہے۔دراز قد۔اُونچا۔لمبا۔

ناداری : مفلسی۔تنگ دستی۔

ولی عہدی : جانشین۔وارث۔

رعنائی : خوش خرامی۔خوبصورتی۔زیبائی۔خودآرائی۔

نزاکت : نازک پن۔نازوادا۔آن وادا۔نازکی خوش اسلوبی۔باریکی۔خوبی۔لطف۔نفاست۔نازک مزاجی۔

کمزور۔ناتوانی۔

تصور : خیال۔دھیان۔مراقبہ۔قیاس۔کسی چیز کا خیال کرنا۔

سنگھاسن : راج گدی۔تخت شاہی۔

پوجا(ہ۔امث) : پرستش۔عبادت۔بندگی۔سیوا۔خدمت۔ٹہل۔نذرنیاز۔بھینٹ۔منت۔چڑھاوا۔قربانی

مدبر : تدبیر کرنے والا۔عقلمند۔دانشمند۔مشیر۔صلاح کار۔منتظم۔وزیر۔گورنر۔ڈائریکٹر۔

کیفیت : حالت۔احوال۔حقیقت۔عالم۔رنگ۔ڈھنگ۔شرح۔تفسیر۔لطف۔بہار۔رونق۔

دُوربین : دُوراندیش۔عقلمند۔دور کی بات سوچنے والا۔دُور دیکھنے والا سائنسی آلہ۔

معاملہ فہم : معاملے کو سمجھنے والا۔کام سے آشنائی رکھنے والا۔کاروبار سے جانکاری۔

جاسوس : مخبر۔رازجو۔سراغ رساں۔خفیہ پولیس۔

دودمان : خاندان۔قبیلہ۔کنبہ۔

نجس : نجس۔ناپاک۔

انگارہ : آگ کا دہکتا ہوا ٹکڑا۔چنگاری۔جلتا ہوا کوئلہ۔جلتی ہوئی لکڑی۔سنگل۔ویروار۔

تاُمّل : سوچ۔غور۔بچار۔توقف۔ڈھیل۔وقفہ۔دیر۔

استقبال : (ع۔مذکر) آگے جانا۔آگے بڑھنا۔پیشوائی۔مہمان کو لینے کے لیے آگے بڑھنا۔

خوش شکل : اچھی شکل وصورت والا۔خوبصورت۔حسین۔دِلرُبا۔

حلم : بردباری۔تحمل۔برداشت۔نرم دِلی۔

محتاط : احتیاط کرنے والا۔وہ جو بہت احتیاط رکھے۔ہوشیار۔

مجبور : ناچار۔بےبس۔تنگ۔دق (افعال۔کرنا۔ہونا)

عالی ہمت : جرأت والا۔طاقت والا۔

دہانہ : منہ۔دہن۔کوئی چیز جو منہ کے مشابہ ہو۔موری۔

تکمیل : تمام کرنا۔پورا کرنا۔تمام۔انجام۔

مستعدی : آمادگی۔تیاری۔موجود۔کمربستہ۔چست۔چالاک۔ہوشیار۔(افعال۔کرنا۔ہونا)

تحقیر : حقیر سمجھنا۔ ذلت۔ بے حرمتی۔

اُلفت (مونث): محبت۔ چاہ۔ پیار۔ پرت۔ پریم۔ انس۔ (عادی ہونا)

کبیدگی : رنجیدگی۔

پدرانہ فہمائش : باپ جیسی محبت۔ باپ جیسی نصیحت۔ باپ کی طرح۔ اچھی بات۔

علیل : بیمار۔ لاغر۔ ناتواں۔

مضمحل : محو ہونے والا۔ گم ہونے والا۔ کمزور۔ دُبلا پتلا۔ ناتواں۔ لاغر۔ اُداس۔ دِل گیر۔

شاکی : شکایت یا گلہ کرنے والا۔

ماں : ماں کی محبت۔ اُلفت مادرانہ۔ اُلفت۔ شفقت۔ پیار۔

عذر : بہانہ۔ معذرت۔

مجنون : دیوانہ۔ پاگل۔ سڑی۔ سودائی۔ خبطی۔ باؤلا۔ قیس عامری کا لقب جو لیلیٰ کا عاشق تھا۔ شیدا۔ عاشق۔

ہوس : حرص۔ شدت کی خواہش۔

سر بریدہ نعش : سر کٹی ہوئی لاش۔

اشک شوئی : (مؤنث) آنسو پوچھنا۔ رونا۔ رونے کے آنسو پوچھنا۔ تسلی دینا۔ دلاسا دینا۔ (کرنا۔ ہونا کے ساتھ)

تراش : خراش۔ ڈھنگ۔ وضع۔

فرنگی جوہر : یورپ کے زیورات کے تاجر۔

ڈھنگ : طریقہ۔ سلیقہ۔ ڈول ڈال۔

خفگی : ناراضگی۔ غصہ۔

غافل : لاپروا۔

بابِ اوّل: منظر سوم

غلام گردش : تنگ گلیاں۔ برآمدہ۔

شور و غل : غل غپاڑہ۔ ہلڑ بازی۔ ہنگامی۔ فغاں۔ شہرت۔ دھوم۔ عشق۔ ولولہ۔

کڑھنا : رنج کرنا۔ افسوس کرنا۔ غم کرنا۔ ہمدردی کرنا۔ دِل سوزی کرنا۔

سوگ : دُکھ۔ غم۔ افسوس۔

دیوانہ : پاگل۔ سودائی۔ مجنوں۔

پاسنگ : پھندا۔ پھانسی۔ پچھاڑی۔ رسّی۔ بھوسا وغیرہ باندھنے کی جالی بہلیا چڑی مار۔ چوپایوں کے پانی پینے کا حوض۔

قیامت : روزِ حشر۔ حساب کتاب کا دِن۔

چین : امن۔ سکون۔

سما : منظر۔ کیفیت۔ حالت۔ نظارہ۔

حجرہ : کوٹھڑی۔ خلوت خانہ۔ مسجد کے ایک طرف رہائشی کمرہ۔

چونک : بھڑک۔ وحشت۔ چمک۔

بشاش : (ع۔ صف) ہنس مُکھ۔ خنداں رو۔ خوش وخرم۔

کھلکھلا کر ہنسنا : (محاورہ) قہقہہ مارنا۔ زور سے ہنسنا۔

بھینچتی : بند کرنا۔ ہاتھ کی ایک مٹھی میں دبانا۔

ارادہ (ع۔ مذکر) : قصد۔ عزم۔ مقصد۔ ارتھ۔ نیت۔ مرضی۔ مطلب۔ منشا۔ مدعا۔ منصوبہ۔ خواہش مراد رہنا۔ (کرنا۔ ہونا۔ رکھنا کے ساتھ)

مغلوب : غلبہ کیا گیا۔ ہارا ہوا۔ مفتوح۔ شکست خوردہ۔ دبا ہوا۔ عاجز۔ زیر۔ (افعال۔ کرنا ہونا)

برہنہ : (ف۔ صف) ننگا۔ عریاں۔ بغیر کپڑوں کے۔

محویت : خیال میں گم ہونا۔ غرق ہونا۔ استغراق۔

رتھ : ایک قسم کی دیسی گاڑی جس کے اُوپر برجی سی بنی ہوتی ہے۔ دیوتاؤں کی ایک قسم کی عمدہ گاڑی کی سواری۔ سواری۔ قلعہ۔ کوٹ۔ حصار۔

بے تاب : (ف۔ صف) بے چین۔ بے کل۔ مضطرب۔ کمزور۔ ناتواں۔ جس میں برداشت کی قوت نہ ہو۔

رقیب (ہ۔ امذ) : ہم چشم۔ حریف۔ ایک معشوق کے عاشقوں میں سے کوئی ایک محافظ نگہبان۔ خدا کا ایک نام۔

پراسرار : جادوئی طریقے سے۔

باب اوّل: منظر چہارم

رعنائی (ع۔ امث) : خوش خرامی۔ خوبصورتی۔ خودآرائی۔ زیبائی۔

کیف ومستی : نشے وخمار سے۔ امن وسکون سے۔

دلآویز : دِل کش۔ دِل کو لبھانے والا۔

منقش : نقش کیا گیا۔ کھودا گیا۔ نقش ونگار کیا گیا۔ بیل بوٹے دار۔ (افعل۔ کرنا۔ ہونا)

خوش قطع : سڈول۔خوش وضع۔موزوں۔اچھا قطع کیا ہوا۔

بے وضع : بدوضع۔بے ڈھنگا۔جو دیکھنے میں اچھا نہ ہو۔

غارت : وہ حملہ جو دشمن کے ملک میں کیا جائے۔لوٹ کھسوٹ۔بردباری۔تباہی۔اکارت۔

عالی مرتبت : عالیشان۔اُونچے مقام والا۔

سکتہ : ایک بیماری جس میں انسان بردہ کی طرح بے ہوش ہو جاتا ہے۔شعر کی روانی میں وزن کی وجہ سے نقص پڑا جان۔

آہنی : لوہا۔فولاد۔

ناگوار : ناپسند۔خلاف طبع۔بدمزہ۔مکروہ۔

مخل : خلل ڈالنے والا۔حارج۔مفسد۔فتنہ۔فساد۔جو اپنا وعدہ نہ پورا کر سکے۔

جھجک : بھڑک۔خوف۔حیا۔شرم۔اندیشہ۔وہم۔خوف۔خطرہ۔

آسائش : آرام۔چین۔سکھ۔سکون

نازنین : نازک۔نازنخرے والی۔خوبصورت۔

حیران (ع۔صف): گھبرایا ہوا۔سٹ پٹایا ہوا۔ہکا بکا۔دنگ۔برگشتہ۔پریشان۔خراب۔بھٹکنے والا۔

لامتناہی : جس کی کوئی حد نہ ہو۔غیر متعین۔

جانباز : جان پر کھیل جانے والا۔دلیر۔جفاکش۔

گوشہ چشم : آنکھ کا کنارا۔

شبہ : شک۔گمان۔وہم۔وسواس۔[افعال۔اُٹھانا۔کرنا۔ہونا۔اُٹھان۔گزرنا]

چنگل (ف۔اند) : درندے کا پنجہ۔شکاری پرند کا پنجہ۔آدمی کا پنجہ۔ہاتھ پکڑ اور پنجے کی گرفت۔مٹھی بھر کسی چیز کی۔

انجام (ف۔مذکر) : انتہا۔خاتمہ۔نتیجہ۔مآل۔حاصل۔تکمیل۔مکمل کرنا۔پورا۔مرنا۔موت۔ایمان کے ساتھ مرنا۔خاتمہ اچھا ہونا۔پورا ہونا۔تکمیل کو پہنچنا۔

تباہی (ف۔اث) : خرابی۔بربادی۔ذِلت۔رُسوائی۔مصیبت۔آفت۔(افعال۔آنا۔پڑنا)

سرک : ایک طرف کرنا۔آہستہ سے حرکت کے جگہ تبدیل کرنا۔

شیریں : میٹھا۔لذیذ۔دلپسند۔دِل کو اچھا لگنے والا۔نرم۔عزیز۔پیارا۔فرہاد کی معشوقہ کا نام بھی شیریں تھا۔

سراسیمہ : ہکا بکا۔حیران۔گھبرایا ہوا۔بے قرار۔پریشان۔

روش (ف۔اث) : طور طریقہ۔تراش خراش۔ڈھنگ۔باغ کی پٹڑی۔رسم ورواج۔قانون۔قاعدہ۔چلن۔رویہ۔طرح۔طرز

اضطرارا : کسی کام کو کرنے پر مجبور ہو جانا۔ بے اختیاری۔ بے بسی۔ بے چینی۔ بے قراری۔

دزدیدہ : چرایا ہوا۔ چھپایا ہوا۔

تعظیم (ع۔ امث): عزت کرنا۔ بزرگی۔ عظمت۔ عزت۔ قدر و منزلت۔ وقعت۔

مبہوت : حیران۔ متحیر۔ ہکابکا۔ دیوانہ۔ باؤلا۔ نشہ میں چور۔ مخمور۔ مدہوش۔

رُسوائی : (ف۔ امث) فضیحت۔ ذلت خواری۔ بدنامی۔ بے عزتی۔

تیرہ بختی (ا۔مث): بد نصیبی۔ بد قسمتی۔ بد بختی۔

اندیشہ (مذکر) : فکر۔ خوف۔ تردّد۔ ڈر۔ کھٹکا۔ دھڑکا۔ بیم۔ ہول۔ باک۔ ہراس۔ دہشت۔

خوف ناک : ڈراؤنا۔ جس کو دیکھ کر ڈر لگے۔

ذِلت : بے عزتی۔ تنگ دست۔ غیر معتبر۔

اشک : آنسو۔ قطرہ۔ پرہیز گار۔ رشی خاندان۔

کرب : اضطراب۔ بے چینی۔ سخت۔ تکلیف۔ غم۔ رنج۔

آثار : جمع اثر۔ احادیث رسول اللہ۔ سنتِ رسول۔ صحابہ کرام کے اقوال و افعال۔ سایہ۔ نشان پا۔

خدشہ : خطرہ۔ خوف۔ ڈر۔

کینہ : حسد۔ بغض۔ عداوت۔

پیاس (ر۔امث) : پانی پینے کی خواہش۔ آرزو۔ تمنا۔ بچوں کی ایک بیماری جس میں تشنگی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

نوچنا : ناخن مارنا۔ پنجہ مارنا۔ بال کھینچ لینا۔ لوٹ لینا۔ پھاڑ کھانا۔ آڑے ہاتھوں لینا۔

مخلصی : رہائی۔ آزادی۔ چھٹکارا۔ نجات۔ خلاصی۔

خفیف : ہلکا۔ آہستہ۔ سبک۔ تھوڑا۔ کم۔

مہلت : دیر۔ وقفہ۔ ڈھیل۔ توقف۔ فرصت۔ چھٹی۔ تعطیل۔ (افعال۔ دُنیا۔ ملنا)

نقش : نگار۔ صورت۔ شبیہ۔ مورت۔ تصویر۔ چھاپ۔ مہر۔ ٹھپا۔

تفصیل : (ع۔ امث)، جدا کرنا۔ بیان کرنا۔ تشریح۔ توضیح۔ فہرست۔ فرد۔ [افعال۔ کرنا۔ دینا]

خطرہ : اندیشہ۔ آفت۔ ضرر۔ دُشواری۔

انکشاف : (ع۔ مذکر)۔ کھولنا۔ کھلنا۔ ظاہر ہونا۔ اظہار۔ افشاء راز۔ پردہ دری۔

فرزند : جان نشین۔

واقف : جاننے والا۔ شناسا۔

منحصر : انحصار کرنے والا۔ جس پر بھروسہ کیا جائے۔ جس پر اُمید کی جائے۔

نان بائی	روٹی پکا کر بیچنے والا پیشہ ور۔ روٹی اور شوربا بیچنے والا
مفلوج	وہ شخص جسے فالج ہو۔فالج کا مارا ہو۔فالج کا مریض
بزدلی	کم ہمتی۔کم دِلی۔ڈرپوک پن۔ڈرنا۔
تدبر(ع۔امث)	غور کرنا۔انجام سوچنا۔عاقبت اندیشی۔عقل۔سمجھ۔
چہ میگوئیاں	قیاس آرائی۔رائے زنی۔گپ شپ۔
تہمت	(ع۔امث)۔الزام۔بہتان۔شک وشبہ۔بری رائے۔بدگمان۔جھوٹی بدنامی۔ [افعال۔لگنا۔تراشنا۔جوڑنا۔دھرنا۔دینا۔رکھنا۔لگانا۔لینا]
کھسیانی	رونی صورت والی۔رودینے والا۔چڑچڑا۔شرمندہ۔خجل۔نادم۔
اطاعت	مطابقت۔فرمانبرداری۔تعمیل حکم(کرنا۔ہونا)،(طلوع۔حکم۔مانن)
عزلت	علیحدگی۔تنہائی۔گوشہ نشینی۔
بے پروا	(ف۔صف)،بے نیاز۔بےخوف۔غافل۔
ضبط اور ایثار	قربانی۔احساس۔مخلصی۔
دروغ گو	جھوٹا۔
انبار(مذکر)	ڈھیر۔تودہ۔ٹال۔رس۔ذخیرہ۔خرمن۔گدام۔مخزن۔
تاریک	(ف۔صف)۔سیاہ۔کالا۔مکدر۔دھند۔اندھیرا۔
یاس	خیال۔وہم۔گمان۔
لپاٹن	زیادہ باتیں کرنے والی۔جھوٹی باتیں کرنے والی۔
ڈیوڑھی	دروازے کے آگے چھوٹی سی گلی۔
گفتگو	بات چیت۔
گومگو	ناگفتی۔پوشیدہ۔مخفی۔
یک مشت	اکٹھے۔ایک بار۔
چوکنا(ا۔صف)	ہوشیار۔باخبر۔دُوراندیش۔گھبرایا ہوا۔متوحش کرنا۔(افعال بہ ہونا)
محتاج	حاجت مند۔ضرورت مند۔آرزومند۔خواہش مند۔غریب۔مفلس۔طلبگار۔خواہاں۔ہاتھ پاؤں سے معذور۔پابند۔وابستہ۔منحصر۔موقوف۔
تقدیر(ع۔امث)	نصیب۔قسمت۔مقسوم۔وہ اندازۂ قدرت جو حق تعالیٰ نے روزِ ازل سے ہر شے کے لیے مقرر کر دیے ہیں۔

دلیر : بہادر۔ ہمت والا۔

عائد : لاگو۔ گنی جاتی ہیں۔

تعظیم (ع۔مث) : عزت کرنا۔ بزرگی۔ عظمت۔ عزت۔ قدر و منزلت۔ وقعت۔

اناڑی : بے سلیقہ۔ پھوہڑ۔ ناواقف۔ جاہل۔ گھامڑ۔ مبتدی۔ نو آموز۔ ناآزمودہ کار۔ ناتجربہ کار۔ خام۔ بھدا۔ بے ڈھنگا۔ احمق۔ نادان۔

بساط : وہ چیز جو پھیلائی جائے۔ پھیلاوٹ۔ وسعت بچھونا۔ وہ کپڑا جس پر شطرنج کھیلا جائے اور خانے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ حوصلہ۔ حیثیت۔ سرمایہ۔ ہستی۔ طاقت۔ قدرت۔ پونجی۔ مال تجارت۔

باب اوّل: منظر دوم

معمر : عمر رسیدہ۔ بوڑھا۔ ضعیف۔ بڑی عمر کا۔ کہن سال۔

سوزنی : سوز کی جمع۔ جلن۔ سوزش۔ دُکھ۔ درد۔ مرثیہ خوانی کی ایک طرز۔ فارسی مصدر سوختن سے صیغہ امر جو کسی اسم کے بعد آ کر اسے اسم فاعل ترکیبی بنا دیتا ہے اور جلانے کے کام آتا ہے۔

مخمل : ایک قسم کا کپڑا جس کی ایک طرف نہایت مدغم اور روئیں دار ہوتی ہے۔ ایک پھول جو چولائی کے پودے پر لگتا ہے۔ (صفت) ملائم۔ نرم

پلنگیری : چھوٹا پلنگ جو سونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تبدیل ہونا : (ع۔مث) ایک چیز کو دوسری چیز کی جگہ رکھنا۔ دگرگوں کرنا۔ پلٹنا۔ تغیر کرنا۔ نقل مکان۔ بدل۔ فرق۔ تغیر۔ پلٹ۔ پھیر پھار۔

باسی (ھ۔صف) : رہنے والا۔ بسنے والا۔ تازہ کا ضد۔ مرجھایا ہوا۔ رات کا بچا ہوا کھانا۔ جس پر رات گزر جائے۔ ناشتا۔

دھک : حیران۔ منحصر۔ صدمہ۔ خوف۔ ڈر۔

عاجزی : دھیماپن۔ انکساری۔

تشویش : (ع۔مث) گھبراہٹ۔ پریشانی۔ بے قراری۔ بے چینی۔ بیکلی۔ اضطراب۔ سوچ فکر۔ تردّد۔ [افعال۔ کرنا۔ ہونا]

لجاجت : شرما کر۔

پاگل : دیوانہ۔ مجنوں۔ سڑی۔ خبطی۔

استفسار : مذکر۔ سوال کرنا۔ پوچھنا۔ دریافت کرنا۔ کسی بات کا پوچھنا۔

اطمینان بخش : سکون دینے والی۔چین۔شانتی والی۔

اوجھل (موث) : آڑ۔پردہ۔حجاب۔اوٹ۔جو چیز دیکھنے سے روک دے۔سایہ۔حفاظت۔پوشیدگی۔چھپانا۔ خلوت۔

تنہائی۔تخیلہ۔چھپا ہوا۔اوٹ میں۔

جلن : جلن کی کیفیت۔تپک۔سوزش۔گرمی۔حدت۔

اثبات : ثابت کرنا۔ثبوت۔تصدیق۔برمان۔دلیل۔تیقن۔علم الیقین۔ثبت کرنا۔ثابت۔(مذکر)

بیزار (ف۔صف): ناراض۔ناخوش۔افسردہ۔پریشان۔[افعال۔کرنا۔ہونا]

مغموم : غم زدہ۔دُکھ سے لاچار۔تباہ حال۔پریشان۔دُکھی۔

افسردہ : خاطر یا دل (صفت)۔غمگین۔رنجیدہ۔پژمردہ۔

چمک کر : بھڑک کر۔جھلک۔روشنی۔تاب۔تجلی۔درخشانی۔

روانی : بہاؤ۔تیزی۔صفائی۔

قطع کلام : آپس میں بات چیت نہ کرنا۔

متانت : مضبوطی۔استواری۔پختگی۔سنجیدگی۔تہذیب۔خیالات کی درستی۔زبان کا بیہودہ الفاظ اور خیالات سے پاک ہونا۔

آڑ میں : اوٹ میں۔پہلو میں۔

شاکر : شکر گزار۔شکر کرنے والا۔صابر۔

قصور : جرم۔ذمہ دار۔غلط کام کرنے والا۔

اُدھیڑ بن : بے چینی و انتظار۔

بابِ اوّل: منظر سوم

دِل کشا : روشن۔فراغ۔دِل کو شگفتہ کرنے والا۔دِل کو خوش کرنے والا۔

فرحت زا : سکون بخش۔چین۔سکھ۔شانتی۔

خنکی : سردی۔ٹھنڈک۔

خالی الذہن : کھوکھلا دماغ۔تنہا سوچ۔نکما دماغ۔

مضمحل : محو ہونے والا۔گم ہونے والا۔کم زور۔پتلا۔ناتواں۔لاغر۔اُداس۔دِل گیر۔(افعال۔کرنا۔ہونا)

نورتن : نو جواہرات۔لعل۔موتی۔پکھراج۔زمرد۔مونگا۔لاجورد۔نیلم۔ہیرا۔یاقوت۔بازو کا ایک قسم کا

زیور

آوارہ : بے مقصد۔ اِدھر اُدھر گھومنے والا۔

تلوے : ایڑی اور پنجے کے درمیان کا حصہ۔ کفِ پا۔

آہنی استقلال : مضبوط قوتِ برداشت۔ عزمِ مصمم۔

بے اعتنا : بے پروا۔ بے توجہی۔

ارمان : آرزو۔ خواہش۔ تمنا۔ مراد۔ شوق۔ رغبت۔ اُمید۔ آشنا۔ حسرت۔ دریغ۔ حوصلہ۔ مقصد۔ افسوس۔ تاسف۔ رنج۔ غم۔ پشیمانی۔ پچھتاوا۔

اشتیاق : شوق۔ آرزو۔ تمنا۔ محبت۔

فہمائش : تلقین۔ نصیحت۔ ہدایت۔

برافروختہ : غصے میں بھرا ہوا۔ جلا ہوا۔ ناراض۔

منہمک : انہاک۔

خوش آئند : اچھا لگنے والا۔ خوش گوار۔

تشخیص : نشاندہی۔ شناخت

سونا : ای مفرد زرد رنگ کی دھات جو پانی سے تقریباً ۱۹ گنا بھاری ہے اس کے زیورات اور سکے بنتے ہیں۔ اس کے ورق بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ زر۔ طلا۔

اہتمام : انتظام۔ بندوبست۔ انصرام۔ سرانجام (کرنا ہونا کے ساتھ)

تازگی (ف۔ امث) : سرسبزی۔ طراوت۔ جدت۔ نیاپن۔ رونق۔

ہدایت : توفیق۔ ہمت۔ طاقت۔ استطاعت۔۔

علیل : بیمار۔ ناتواں۔ لاغر۔ کمزور۔

مرہم : وہ گاڑھی، نرم چکنی دوا جو زخم پر لگائی جاتی ہے۔ کی قسم کا علاج۔

بابِ اوّل: منظر چہارم

جشنِ نوروز : نو دِن کا جشن۔ نو دِن کی خوشی۔

تنعم (ع۔ امث) : ناز و نعمت سے زندگی بسر کرنا۔ امن۔ چین۔ ناز و نعمت۔

متوالے : مست۔ مدہوش۔ نشہ میں چور۔ مخمور۔ مدھ ماتا۔ مغرور۔ گھمنڈی۔ وہ بڑا گول پتھر جو قلعہ کی دیوار پر سے دشمن کو دفع کرنے کے واسطے لڑھکاتے ہیں۔

خمار	:	نشہ۔ گہری نیند۔ سکون۔
تجمّل (ع۔ امث)	:	شان وشوکت۔ جمال وآرائش دکھانا۔ حسن۔ ٹھاٹھ۔ زیب وزینت۔ عظمت۔ وقار۔ جلال۔ جلوہ۔ تزک۔ چشم۔ قدم۔ مال ومتاع۔
فانوس	:	روشنی کے چھوٹے چھوٹے بلب۔
قالین	:	جوفرش پر زیب وزینت کے لیے بچھائے جاتے ہیں۔
قمقمہ	:	لاکھ کا گولہ جس میں عبیر وگلاب بھرتے ہیں۔ چھوتی قندیل۔ شیشے کا گولہ جو چھتوں پر زیبائش کے لیے لگاتے ہیں۔
رسموں	:	رسم کی جمع۔ کوئی چیز مقرر کرنا۔ نشان چھوڑنا۔ نقش کرنا۔ نشان کرنا۔ تجویز کرنا۔ مذہبی شعار۔ چلن۔ روشن رویہ۔
ریت (ہ۔ امث)	:	رسم۔ رواج۔ طور۔ طریقہ۔ وضع۔ تراش۔ چلن۔ طور طریقہ۔ قاعدہ۔ قانون۔ تجویز۔ ترکیب۔ تدبیر۔
مقربین	:	مقرب کی جمع۔ قریب کیا گیا۔ بزرگی دیا گیا۔ وہ شخص جس سے قربت ہو۔ خاص دوست۔ ہمراز۔ منہ چڑھا۔
ہجوم	:	جھمگٹا۔ لوگوں کا اکٹھا ہونا۔ رش کی کیفیت۔
خوش وضع	:	خوش شکل۔ خوش لباس۔ اچھی جگہ پر بنا ہوا۔
سوانگ	:	شعبدہ۔ تماشا۔ کھیل۔ نقل۔ بہروپ۔
مکرنیاں	:	مکرنی کی جمع۔ ایک قسم کی چار مصرعوں کی پہلی جس میں پہلے کسی چیز کا اشارہ کر کے پھر اس سے منکر ہو مضمون کو دوسری طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ امیر خسرو اس کے موجد ہیں۔
مجمروں	:	مجمر کی جمع۔ وہ برتن جس میں خوشبودار چیزیں جلاتے ہیں۔
نوشگفتہ	:	نیا کھلا ہوا پھول۔
انمول	:	نایاب۔ کم یاب۔ قیمتی۔ آسانی سے نہ ملنے والا۔
مؤدب	:	ادب سکھانے والا۔ اتالیق۔ اُستاد۔
عصا	:	چھڑی۔ سوٹی۔ وہ چھڑی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں پھینکی۔
مہتمم	:	اہتمام کرنے والا۔ منتظم۔ سربراہ۔
فرزین	:	دانا۔ عاقل۔ شطرنج کے کھیل میں وزیر کا مہرہ۔
فیل	:	مکر۔ فریب۔ شرارت۔

کشت : قتل۔خونریزی۔

تاشے : ڈھول کی ایک قسم جو گلے میں ڈھال کر بجایا جاتا ہے۔

مہرے : مہرے کی جمع۔کاغذ وغیرہ گھوٹنے کا آلہ۔شطرنج کا آلہ۔گوٹ۔کوڑی۔سیپ۔صدف۔تریاق۔

کانپ : خوف سے لرزنا۔تھرا جانا۔بدن میں کپکپی ہونا۔کانپنا اُمر ہے۔

جھانجھیں : ایک قسم کا پاؤں کا زیور۔

حلبی آئینہ : عقبی آئینہ۔

نمودار : ظاہر ہونا۔

موزوں : جچا ہوا۔تلا ہوا۔پھبتا۔شعر جس کے بحر وغیرہ ٹھیک ہوں۔مقبول۔پسندیدہ۔

صحافت : سخت بے وقوفی۔نادانی۔احمق۔بے عقلی۔

حجاب : پردہ۔لوٹ۔حیا۔شرم۔لحاظ۔

فراغت : فرصت۔فارغ ہونا۔

توبہ شکن : (ع ف امذ) توبہ توڑنے والا۔مجازاً معشوق۔

کبیدہ : رنجیدہ۔آزردہ۔

تاکید (ع۔امث): اصرار۔ضد۔ہٹ۔تقاضا۔کوشش۔بار بار کہنا۔زور دینا۔سخت حکم کرنا۔

کترانا : گھوم کر جانا۔ٹیڑھا چلنا۔راستے سے بچ کر چلنا۔راستہ کاٹ کر جانا۔ساتھ سے بھاگنا۔راہ میں موافقت نہ کرنا۔راہ سے جدا ہو جانا۔بچنا۔کنارہ کرنا۔

کورنش : خمیدگی۔جھکاؤ۔تسلیم۔بندگی۔آداب۔جھک کر سلام کرنا۔

مدعا : مقصد۔مطلب۔مراد۔طلب۔غرض۔خواہش۔مرضی۔مال۔ملکیت وہ عورت جس کی خواہش ہو۔

جوبن (ہ۔امذ) : جوانی۔اُٹھتی جوانی۔خوبصورتی۔حسن و جمال۔عالم کیفیت۔بہار۔رونق۔شادابی۔تازگی۔

بخیہ (ف۔امذ) : دوہرا ٹانکا۔ایک قسم کی مضبوط سیلون، جو پاس پاس اور دوہری ہوتی ہے۔(افعال۔کرنا۔ہونا)

قلعی : چونا۔بناؤ سنگھار کی ایک جدید قسم جسے فیشیل کہا جاتا ہے۔

سرمونڈی : وہ عورت جس کا سر مونڈا ہوا ہو۔بیوہ۔

عصابردار : چوب دار۔جو امیروں یا بادشاہوں کی سواری کے ساتھ چلتے ہیں۔

دست بستہ : ہاتھ باندھ کر۔ہاتھ جوڑ کر۔منت کر کے۔اطاعت کمال کر کے۔

سرنائیاں : سرنائی کی جمع۔مشک جسے پھلا کر پانی پر تیرتے ہیں۔

فراق : جدائی۔

شعلہ جوالہ : وہ شعلہ جس کو جلا کر گول چکر کی صورت میں گھماتے ہیں جلتی ہوئی بنیٹی کا چکر۔ کنایۃً معشوق۔

نازنین : دِل فریب۔ دِل رُبا۔ نازک اندام لڑکی۔ خوش وضع۔

پوشاک : لباس۔ کپڑے۔

مجرا : سلام کرنا۔ بادشاہ کے حضور احترام میں جانا۔

خاصدان : گلوریاں رکھنے کا ظرف۔

بگاڑ : بربادی۔ رنجش۔ تکرار۔ نقص۔ ضرر

بے مثل : بے نظیر۔ لاجواب۔

بے نظیر : بے مثال۔ لاجواب۔ لاثانی۔ لاجواب۔ بے بدل۔ بے مانند۔

غنیمت : لوٹ کا مال۔ مفت ملی ہوئی چیز۔ قابل۔ قدر۔ عمدہ۔

ساق : پنڈلی۔ ڈنٹھل۔ درخت کا تنا۔ ساگ پات کا ڈنٹھل۔ ڈنڈی۔

بلوریں (ف۔ مف): بلور کی طرح چمکیلا۔ شفاف۔ بلور کا بنا ہوا۔

بوسہ : چومنا پیار کرنا۔ چوما۔ (افعال۔ لینا۔ دینا)

مفرح : فرحت دینے والا۔ خوش کرنے والا۔ فرحت بخش۔ اصطلاح طب میں وہ دوا جو طبیعت کو فرحت دے۔

فرت : رقص۔ ناچ۔

گڑی : دبی ہوئی۔

اُفق : وہ جگہ جہاں زمین و آسمان ملتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آکاس گربھ۔ نظر گھیر۔ وہ دائرہ عظیم جو کرۂ آسمان کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے جو دِکھائی دے اسے شطر اعلیٰ اور دوسرے کو شطر اسفل کہتے ہیں۔

طشتِ از بام : زبان زدِ عام۔ ہر زبان پر۔ ہر کوئی ایک ہی بات کہے۔

منتیں : عاجزی۔ خوشامد۔ چاپلوسی۔ احسان۔ بھلائی۔ سلوک۔ شکریہ۔ شکر گزاری۔

خوشامدیں : منتیں۔ چاپلوسی۔ بھلائی۔ عاجزی۔

چہ میگوئی : قیاس آرائی۔ رائے زنی۔ گپ شپ۔

سفارش : کسی کے حق میں کلمۂ خیر۔ وسیلہ۔ امداد۔ سہارا۔ سپردگی۔

تفکرات : فکر کی جمع۔ سوچ۔ اندیشہ۔ سوچنا۔ بچار۔

بپھرا : غصہ۔ ناراض۔ آگ بگولا ہونا۔ خفا۔

خفا : فضول خرچ۔ بیہودہ بات۔ غرور۔ تکبر۔

شمشان : جہاں ہندو لوگ مردے جلاتے ہیں۔ مسان

خزاں	:	بہار کی ضد۔ پت جھڑ کا موسم۔ بے رونقی۔ زوال۔
اُمنگ	:	جوش۔ ولولہ۔ شوق۔ ترنگ۔ نہایت خوشی۔ انبساط۔ خرمی۔ شادمانی۔ کامیابی کا نشہ۔ فخر۔ تفاخر۔ خواہش۔ تمنا۔ آرزو۔ اشتیاق۔
آرزو	:	خواہش۔ حسرت۔ تمنا۔
پامال	:	خراب۔ خوار۔ پاؤں سے روندا ہوا۔
قربانی	:	مسلمانوں کا بقرعید جب اللہ کی راہ میں جانور کی قربانی دی جاتی ہے۔ ایثار۔ خلوص۔
زینت	:	خوبصورت۔ زیبائی۔ حسن۔
باگ	:	عنان۔ لگام۔ تلوار کا سر۔
تاڑ (ہ۔ امذ)	:	کھجور کی ایک قسم کا درخت جس کے پتے پنکھے سے مشابہ اور بڑے ہوتے ہیں۔ فراست۔ سمجھ۔
عشرت	:	عیش ونشاط۔ سکون۔ تماشے۔
سلطنت	:	بادشاہت۔ حکومت۔ عملداری۔
فردوس	:	عیش۔ جنت۔ سکون۔
پرنم	:	آنسو بھری۔
رُخصت	:	اجازت۔ منظوری۔ رضا۔ روانگی۔ کوچ۔ چلنا۔ جانا۔ وداع۔ جنازہ۔ اُٹھنے کا وقت۔ مہلت۔ چھٹی۔ فرصت۔ وقفہ برطرفی۔ بھیانک۔ خوفزدہ۔ ڈرانے والی۔
جنبش	:	حرکت۔ گردش۔ ہلنا۔
دوزانو	:	دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔
دھنی	:	ہمت والا۔ طاقت والا۔ جرأت۔
ششدر	:	چھ دروازے کا مکان۔ وہ جگہ جہاں رہائی مشکل ہو۔ تختہ۔ فرد کی بازی۔ کنایۃً حیران۔ پریشان۔ دُنیا۔ عالم
آثار	:	اُمید۔ ہلکا سا نقشہ۔
معاوضہ	:	بدلہ۔ بلٹنا۔ عوض۔ اُجرت۔ حق محنت۔ تاوان۔ ہرجہ۔ (افعال۔ دینا۔ دلانا۔ پانا۔ ادا کرنا۔ ہونا)
قاہر	:	جابر۔ ظلم وستم۔
بغاوت (ع۔ امث)	:	سرکشی۔ نافرمانی۔ غدر۔ بلوہ۔ روگردانی۔ مخالفت۔ بدامنی۔ لوٹ مار۔ (افعال کرنا۔ ہونا)
تمول	:	مالدار۔ امیر۔ دولت مندی۔
افلاس	:	غربت۔ مفلسی۔ محتاجی۔ عسرت۔ تنگدستی۔ تہیدستی۔ احتیاج۔ ناداری۔ (مفلس۔ غریب ہونا)

باغی : بغاوت کرنے والا۔ سرکش۔ نافرما۔ منحرف۔ فسادی۔

متوحش : وحشت میں ڈالنے والا۔ وحشت میں پڑنے والا۔ غیر مانوس۔ نفرت کرنے والا۔

باب سوم: منظر دوم

تہ خنہ (ف۔ اند) : سرد خانہ۔ زمین کے نیچے یا مکان کے نیچے جو کمرہ بنایا جاتا ہے۔

سیل : چھوٹا نیازا۔ تیر۔ ایک قسم کی مچھلی۔ بچوں کی مونچھوں کے نئے نکلنے والے بال۔

سیاہی : کالک۔ روشنائی جس سے لکھا جاتا ہے۔ تاریکی۔ اندھیرا۔ کالج۔ دھبا۔ داغ۔ کلنک کا ٹیکا۔

زائل : ضائع۔ خراب۔ جو کسی کام نہ آئے۔

شنوائی : سننے والا۔ توجہ دینے والا۔ دھیان دینے والا۔

بھنچی : سکیڑنا۔ دبانا۔ کچلنا۔ سلنا۔

رکھائی : بے التفاتی۔ بے پروائی۔ بے مروتی۔

مرعوب : رُعب میں آیا ہوا۔ ڈرا ہوا۔ ڈرنے والا۔

کوتاہی : کمی۔ نقص۔ کسر۔ تنگی۔ فرق۔

ٹھوکر (دار۔ امث) : پاؤں کو لگنے والی ضرب۔ پاؤں سے لگائی جانے والی ضرب۔ لات۔ مکد۔ صدمہ۔ ضرب۔ نقصان۔ ضرر۔ ٹکر۔ سنگ راہ۔ تباہی۔ بربادی۔ خرابی۔

جھنجھوڑ : کسی کو جگانے کے لیے زور سے ہلانا۔ تکلیف دینا۔ تنگ کرنا۔ نوچنا۔ کھسوٹنا۔ لعنت ملامت کرنا۔

بھونک : بلا وجہ غصے میں بولنا، فضول بات، باآواز بلند۔

تار : دھاگا۔ کسی دھات کا لمبا اور گول ڈورا۔ تانا۔ سلسلہ۔ ریزہ پارہ۔ قوام۔ چیپ۔ خطوط پرونے کا تار۔ تار برقی۔ چھلا۔ انگوٹھی۔ زیور کا حصہ۔ باولا۔ اندھیرا۔ تاریک۔

تن : جسم۔ بدن۔ جثہ

نعش : تابوت۔ ارتھی۔ لاش۔ میت

شکن : توڑنے والا۔ چین۔ جھول۔ جفتہ۔

سنگھاسن : شاہی تخت۔ راج گدی۔

معطر : خوشبودار۔ خوشبو میں بسنے والا۔

مفرور : بھاگا ہوا۔ فراری۔ روپوشی۔ وہ شخص جو کوئی جرم کر کے بھاگ جائے۔

درانا : چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔

بھیڑیے : بھیڑیا کی جمع۔ درندہ صفت جانور جو جنگلوں میں رہتا ہے۔

تذبذب (ع۔ اند): ڈگمگانا۔ تردّد کرنا۔ شک شبہ۔ دبدا۔ دودلا پن۔ ہچکچاہٹ۔ بے چینی۔ گھبراہٹ۔ حیرانی۔ پریشانی۔

شگون : نیک رسم، بشتا کام

اہل وعیال (مذکر): بیوی بچے۔ متعلقین۔

شاہد : گواہی دینے والا۔ سوچ بتانے والا۔

ماہی پشت : قبہ دار۔ محدب جو بیچ میں سے اُونچا اور کناروں سے نیچا ہو۔ بڑا ٹیلا۔ ایک قسم کا رچوب جو مچھلی کی پیٹھ سے مشابہ ہو۔

جھروکے (ر۔ اند): کھڑکی۔ دریچہ۔ روشن دان۔ ایسی کھڑکی جو پر منظر اطراف میں سیر یا پر منظر اطراف میں سیر یا نظارہ کی غرض سے رکھی جائے۔

رتن مالا : ہیرون یا موتیوں کا جال۔ ایک قسم کا پھول۔ علم نجوم پر کتاب کا نام۔

عطر بیز : خوشبو پھیلانے والا۔

مغز : دماغ۔ بھیجا۔ گری۔ گودا۔ کسی چیز کا اندرونی حصہ۔ مجازاً عقل۔ سمجھ۔ فہم۔ فراست۔ جڑ۔ انجام۔ اصل خلاصہ۔ تکبر۔ غرور۔ دماغ۔

جوشیلی : حرارت۔ تیزی۔ ہیجان۔ شہوت۔

قلق : اضطراب۔ بے قراری۔ سوچ۔ فکر۔

خطاوار : غلطی کرنے والا۔

کریم : بخشنے والا۔ مہربان۔ فیاض۔ بامروّت۔

رحیم : مہربان۔ رحم کرنے والا۔ خدا کا ایک صفاتی نام۔ اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام۔

ٹیسوں : درد۔ زخم۔ پھوڑے پھنسی کا درد۔ جز بندی۔ کتاب کی سلائی۔

سیر : ایک وزن جو ۱۶ چھٹانک ۸۰ تولے کا ہوتا ہے۔ اس وزن کا باٹ۔

ناشاد : ناخوش۔

عقاب : کالے رنگ کا بڑا شکاری پرندہ۔ ایک صورت سیارہ کا نام۔ نبی کریم ﷺ کا ایک جھنڈا۔ نوشادر۔

افشائے راز (مذکر): چھپی ہوئی بات کو ظاہر کرنا۔ بھید کھلنا۔ راز فاش کرنا۔ راز فاش ہونا۔

ایذا (مونث) : تکلیف۔ دُکھ درد۔ ضرر۔ ضرب۔ تصدیعہ۔ گزند۔ زیان۔ چوٹ۔ جرج۔ (اُٹھانا۔ اُٹھنا۔ پانا۔ پہچانا۔ جھیلنا۔ دینا۔ سہنا۔ کھینچنا۔ گزرنا۔ ہونا کے ساتھ)، (اذی۔ ناراض۔ ہونا)

ڈھنگ : طریقہ۔ سلیقہ۔ طور۔

تہی دست (ف۔مف): مفلسی۔غربت۔

بزور : طاقت کے سہارے۔ہمت کی وجہ سے۔جرأت والا۔

سماعت : سننے کی طاقت۔مقدمے کی پیشی یا کاروائی۔

سونپ : سپرد کرنا۔حوالہ کرنا۔امانت کے طور پر رکھنا۔

فتنہ : شرارت۔چالاکی۔فساد۔ہنگامی۔

لرزا : ارتعاش۔حرکت۔

اضمحلال (ع۔مذکر): کمزوری۔سستی۔پژمردگی۔کاہلی و مضمحل۔کم ہونا۔

کسل : سستی۔کاہل۔تھکان۔تھکاوٹ۔کمزوری

قفل : وہ لوہے کا آلہ جس سے دروازوں، صندوقوں کو بند کرتے ہیں جو بغیر چابی کے کھل نہیں سکتا۔

نیام : تلوار۔خنجر وغیرہ کا کور۔

ضعیف ونحیف : کمزور۔لاغر۔ناتواں۔دُبلا پتلا۔

منصوبہ : گھڑی ہوئی چیز۔تجویز۔تدبیر۔توڑ جوڑ۔حکمت۔دانائی۔اِرادہ۔مقصد۔منشا۔عندیہ۔

استقلال (مذکر) : ثابت قدمی۔ضبط وتحمل۔ثبات۔پائیداری۔قیام۔استحکام۔

تردّد (ع۔اند) : سوچ فکر۔اندیشہ۔شش پنج۔پس وپیش۔تذبذب۔گھبراہٹ۔پریشانی۔بےقراری۔انکار۔رد۔ محنت۔مشقت۔کام۔کاشت کار۔کسی سے پیچھے ہٹ جانا۔

سکوت : خاموشی۔امن۔(افعال۔کرنا۔ہونا)

فردوس : باغ۔جنت۔بہشت۔گلشن۔

مردنی : موت کے آثار۔علامت۔مرگ۔جو چہرہ پر خون خشک ہونے سے پائی جاتی ہے۔مرنا۔قضا۔ موت۔

مقررہ : قرار دیا گیا۔ٹھہرایا گیا۔چکایا گیا۔تعینات۔مامور۔معین۔عہد کیا گیا۔بلاشبہ۔یقیناً۔مزدور۔

شگاف : درز۔چیرا۔دراڑ۔جھری۔جس میں سوراخ ہو۔

نجس : ناپاک۔پلید۔

ہیبت : دہشت۔رُعب۔ڈر۔

اُگلنا : تھوکنا۔منہ سے نکالنا۔معدے سے باہر نکالنا۔حالات ظاہر کر دینا۔واقعات بتا دینا۔کھایا پیا مال واپس کر دینا۔پیدا کر دینا۔نکالنا۔تلوار کا میان سے باہر نکلنا۔

سموم : زہریلی ہوا۔گرم ہوا جو ریگستانوں میں چلتی ہے۔

رمق : کوئی تھوڑی سی چیز۔ سسکتی جان۔ آخری سانس۔

بوند : قطرہ۔ نطفہ۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس پر چتیاں ہوتی ہیں۔ نہایت اُونچا۔ بہت تیز۔ آب دار۔ (ہتھیار)

گرفت : پکڑ۔ قبضہ۔ دستہ۔ پکڑنے کی جگہ۔ گولی۔ اعتراض۔

کلید : چابی۔ کنجی۔

اُمنڈنا : اُمنڈ آنا۔ آپے سے باہر ہو جانا۔ جوش پر آنا۔ مجمع کرنا۔ ہجوم۔ حملہ آور ہونا۔ طغیانی آنا۔

مزدور : مزدوری کرنے والا۔ اُجرت پر کام کرنے والا۔ بوجھ اُٹھانے والا محنتی۔

قاہر : فاتح۔ زبردست۔ غالب۔ ظلم۔ جابر۔

حوالہ جات

۱۔ امتیاز علی تاج، سید، ''انارکلی''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸

۲۔ امتیاز علی تاج، سید، ''انارکلی''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۱۲

۳۔ امتیاز علی تاج، سید، ''انارکلی''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۴۴

۴۔ امتیاز علی تاج، سید، ''انارکلی''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۲۷

۵۔ امتیاز علی تاج، سید، ''انارکلی''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۱۴۸

۶۔ انور سدید، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی مختصر تاریخ''، لاہور، اے ایچ پبلشرز، ۱۹۹۶ء، ص ۳۸۰

۷۔ اے بی اشرف، ڈاکٹر، ''اردو سٹیج ڈراما''، ص ۴۲

۸۔ اے بی اشرف، ڈاکٹر، ''اردو سٹیج ڈراما''، ص ۲۵

۹۔ ایضاً، ص ۳۰

۱۰۔ اے بی اشرف، ڈاکٹر، ''اردو سٹیج ڈراما''، ص ۵۵

۱۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص ۴۰۱

۱۲۔ سنبل نگار، ڈاکٹر، ''اردو نثر کا تنقیدی مطالعہ''، لاہور، دارالنوادر، ۲۰۰۳ء، ص

۱۳۔ عبدالسلام، پروفیسر، ''فنِ ڈراما نگاری اور انارکلی''، کراچی، مکتبۂ نظامیہ، ۱۹۶۱ء، ص ۳۲

حاصل مطالعہ

ڈراما ''انارکلی'' ایک ایسا آئینہ خانہ ہے جس میں مغلیہ تہذیب و معاشرت کے بہت سے رنگ دیکھے جا سکتے ہیں۔ اردو تنقید نے ان تہذیبی رنگوں پر ایک توجہ مرکوز رکھی ہے اور اس میں Human Motif کی تلاش بھی کی، تلاش کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک انسان، انسان کی کہانی میں دل چسپی لیتا رہے گا۔

زبان انسانی شعور کا ایک بڑا مظہر ہے اور کہانیاں زبان ہی کی رہینِ منت ہوتی ہیں، اگر تمام بصری وسائل استعمال کیے جائیں تب بھی کہیں نہ کہیں زبان کا استعمال ضروری ہوتا ہے۔ ''انارکلی'' کی زبان اصل کہانی کے ساتھ ساتھ اردو زبان کی بھی کہانی بیان کرتی ہے۔ لسانی مطالعہ جہاں زبان و بیان کی خوبیوں اور خامیوں کی نشان دہی ممکن بناتا ہے وہیں نئے تاریخی، معاشرتی اور نفسیاتی مباحث کے آغاز کے لیے بھی مواد کی فراہمی کو ممکن بناتا ہے۔

یہاں اس امر کی صراحت بھی کی گئی ہے کہ ''ڈراما'' وہ واحد صنف ہے جسے عملی طور پر کر کے دکھایا جاتا ہے اس لیے اس کا تعلق براہ راست ابلاغیات سے بنتا ہے۔

اس مقالہ کا دوسرا باب ''سید امتیاز علی تاج'' کی شخصیت اور فن پر مبنی ہے۔ اس باب میں نہ صرف تاج کی زندگی کے مختلف رجحانات کا جائزہ لیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ان کی زندگی میں رونما ہونے والے عوامل کو بھی مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جس کی رونمائی کے بغیر ادبی شخصیت کبھی اپنے فن کی معراج کو نہیں پہنچ سکتی۔ کوئی بھی ادیب اور شاعر حالات و واقعات کی تبدیلی کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ایک فن پارہ صرف تخلیق کار کی پیداوار نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سماجی شعور، تہذیب و تمدن، مذہب، سیاسی رجحانات، تقابلی فضا اور مشترکہ سماجی رجحانات کا بھی عکاس ہوتا ہے۔ اسی طرح تخلیق کار کا مشاہدہ بھی وسیع ہونا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ وہ صرف خاص طبقے کی نمائندگی کرے بلکہ معاشرے میں موجود خواص و عوام کے انداز و رجحانات کو بھی فن پاروں میں بیان کرے۔ جس کی کامیابی سید امتیاز علی تاج کے یہاں واضح طور پر نظر آتی ہے۔

''انارکلی'' کلی طور پر طبع زاد تخلیق نہیں ہے تاج سے پہلے یہ ناول، لوک داستان اور افسانے کے روپ میں ملتی ہے اس لیے جب یہ ڈراما تحریر کیا گیا تو لاہور کے تین مورخوں، تین سیاحوں کے سفرنامے، فوق کا ناول اور مپال اختر کا افسانہ زیر نظر تھا۔

تاج کے اس ڈراما پر انگریزی ڈراما کی واضح چھاپ نظر آتی ہے۔ تاج کی مہارت یہ ہے کہ انہوں نے ڈراما کو بلندی پر پہنچایا ہے۔ شاید اتنا سفر طے کرنے میں صدیاں بیت جائیں۔ لیکن تاج نے اس میں ڈرامائی عنصر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا کہ ڈراما صرف ادبی صنف نہیں جس کو پڑھا جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسے اس قابل بنایا کہ ناظرین اسے دیکھ کر بھی محظوظ ہوسکیں اور اس کے تخلیق کار کو داد بھی دے سکیں۔

اس مقالہ کا تیسرا باب انار کلی کی فرہنگ، تنقیدی جائزے اور لسانی تجزیہ پر مشتمل ہے۔ اردو ادب میں فرہنگ نویسی کی روایت قدرے کمزور رہی ہے۔ تخلیق کار کا کام اپنے دور کے سماجی شعور اور فن پارے ہی بیان کرنا ہے۔ اس لحاظ سے بعض اوقات الفاظ کا مفہوم تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اصطلاحی معنوں اور لغوی معنوں میں الفاظ کے معنی منقسم کیے جاتے ہیں یا بعض اوقات ان الفاظ کے معانی میں ابہام بھی پایا جاتا ہے یا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ رائج الوقت معنی اور تخلیق کار کے یہاں مستعمل الفاظ کے معنوں میں تضاد پایا جاتا ہو لیکن متن کے لحاظ سے الفاظ کے مفہوم کو واضح کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جس کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔

جب کوئی نثر درجہ بلوغ تک پہنچ جاتی ہے تو اس میں محاورہ کے صحیح اور باسلیقہ استعمال کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے۔ محاورہ کا باسلیقہ استعمال محاورات کی بھرمار اور اسراف کا نام نہیں بلکہ یہ تو لفظی کفایت شعار کا ایک خوش نما عمل ہے۔ یعنی تھوڑے لفظوں میں اجتماعی اور انفرادی زندگی کا کوئی مرقع اگر پیش کرنا ہو تو اس کے لیے اچھے اور برمحل محاورے سے برتر کوئی وسیلہ نہیں۔ عمدہ اور زندہ نثر میں محاورہ بلایا نہیں جاتا بلکہ خود آ جاتا ہے۔ بھلے ہی مصنف نے کتنی ہی ریاضت اور مہارت سے کام لیا ہو۔ ''انار کلی'' میں محاورات لائے نہیں گئے بلکہ خود آ گئے ہیں۔ یہ آورد سے زیادہ آمد محسوس ہوتی ہے۔

لسانی تجزیے کے لیے بنیادی متن میں مستعمل محاورے، تلمیحات، تشبیہات، رموز و اوقاف، اشیائے خورونوش، تہوار، تہذیب و تمدن، انداز تکلم، سراپا نگاری، منظر نگاری، پرندوں اور جانوروں کا ذکر، لباس و زیورات تمام کا ذکر مفصل انداز میں کیا گیا ہے۔

کرداروں کے تنقیدی جائزہ بنیادی کرداروں کے ساتھ ساتھ ضمنی کردار بھی بخوبی بیان کیے گئے ہیں۔ انار کلی میں چار کردار تو بنیادی اور مرکزی حیثیت کے حامل ہیں۔ یعنی اکبر، سلیم، دلارام اور انار کلی، باقی تمام کردار ضمنی طور پر ڈرامے میں دکھائے گئے ہیں۔ مفاہمتی کرداروں میں بختیار، ثریا، داروغہ، زندال، راجی، انار کلی کی ماں، ڈرامے کو فعال بنانے میں سند رہے ہیں۔

امتیاز علی تاج نے ہر کردار سے اس کی شخصیت کے مطابق کام کیا ہے۔ کرداروں کے عقل و بصیرت کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے وہی کام کیا ہے جس کے وہ اہل ہیں۔ تاج نے لمبے چوڑے مکالمے لکھنے کی بجائے اختصار نویسی سے کام لیا ہے اور رمز و اشارہ کا وہ طلسم باندھا ہے کہ قاری کے ذہن میں حیرت و استعجاب کے دریچے کھلتے جاتے ہیں۔ مختصر سے جملوں میں سارا اصول، سازش، رجحان اور ذہانت و فطانت کو اسیر کر لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک بلیغ اور پراسرار اشارہ بھی اس میں پنہاں ہوتا ہے جو قاری کے ذہن کو بیدار اور آگے آنے والے حالات کے لیے تیار کر دیتا ہے۔

ڈرامے میں جس طرح پلاٹ کی وضاحت اور صراحت کے لیے کردار تخلیق کیے جاتے ہیں اسی طرح کرداروں کی فطرت، ان کی عادات اور خیالات کو مکالموں کی صورت میں واضح کیا گیا ہے۔ ڈرامے میں کردار نگاری اور مکالمہ نویسی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انار کلی میں تاج نے جہاں اعلیٰ درجے کی کردار نگاری کے نمونے پیش کیے ہیں وہاں ان کے مکالمے

اپنی چستی و برجستگی اور زبان کی موزونیت کے اعتبار سے ہماری توجہ فوراً اپنی طرف مبذول کرا لیتے ہیں۔ اچھے مکالمے کی یہ خوبی ہے کہ مکالمہ کرداری عادت اور فطرت اس کی سماجی حیثیت اور اس کے ماحول کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس اصول کو سامنے رکھیں تو انارکلی کے مکالموں سے تاج نے اپنے کرداروں کی زبان سے جو مکالمے ادا کروائے ہیں وہ نہ صرف ان کرداروں کی ذہنی و جذباتی کیفیات کو سامنے رکھ کر لکھے گئے ہیں بلکہ کرداروں کے مرتبہ و شان کو بھی پوری طرح پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اس لسانی مطالعے و تجزیے کا حاصل افعال و مصادر کی درجہ بندی ہے جن کے استعمال سے ''انارکلی'' میں لسانی تہ داری کی بعض انوکھی اور دل چسپ صورتیں پیدا کر دی ہیں۔

کتابیات

۱۔ ابواللیث صدیقی، ''امتیاز علی تاج'' کراچی، مکتبہ جامعہ تعلیم ملیرسٹی، باراول

۲۔ احمدی بیگم، ''حالات زندگی محمدی بیگم'' آہ! اباجان، شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی صاحب کا انتقال، اخبار، تہذیب نسواں، لاہور، جلد ۳۸، شمارہ ۳۵۔

۳۔ اردو میں ڈرامانگاری، دوسرا ایڈیشن، لاہور، ۱۹۵۰ء

۴۔ اسدار یب، ''بچوں کا ادب'' محولہ بالا ۶۲

۵۔ امتیاز علی تاج (مرتب)، ''انارکلی''، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، ۲۰۰۳ء

۶۔ امتیاز علی تاج (مرتب)، ''ڈاکوؤں کی کہانیاں، لاہور، دارالاشاعت پنجاب، بار چہارم ۱۹۴۷ء، حلم نمبری ۲ ۶۷، مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء

۷۔ امتیاز علی تاج (مرتب)، ''گڑیوں کی کہانیاں'' دیباچہ، لاہر دارالاشاعت، لاہور، باراول، ۱۹۳۹ء

۸۔ امتیاز علی تاج (مرتب، ''درویشوں کی کہانیاں'' دیباچہ، پیسالائبریری میگزین نمبر ۳۶، لاہور، دارالاشاعت پنجاب، باراو، ۱۹۴۱ء

۹۔ امتیاز علی تاج، ''ذریعہ عزت نہیں مجھے'' فلم سازی، تقریر شدہ، ازریڈیو پاکستان لاہور، تاریخ نشر ۸ دسمبر ۱۹۵۸ء

۱۰۔ امتیاز علی تاج، ''سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۳

۱۱۔ امتیاز علی تاج، ''فلمی کہانی کا مسودہ''، محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، سنگ میل پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱ء

۱۲۔ امتیاز علی تاج، ''فلمی کہانی کا مسودہ''، محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء

۱۳۔ امتیاز علی تاج، ''فلمی کہانی کا مسودہ''، محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء

۱۴۔ انجمن آراانجم، ''آغا حشر کاشمیری اور اردو ڈراما''، لاہور، اردو اکیڈمی پاکستان، ۲۰۰۲ء

۱۵۔ اے ہسٹری آف اردو لٹریچر، از رام بابوسکینہ

۱۶۔ اے، بی اشرف، ''آغا حشر اور ان کا فن'' پاکستان ٹائمز پریس لاہور، ۱۹۶۸ء

۱۷۔ سراج نظامی، تاج کی چند یادیں، ماہ نامہ کتاب لاہور، جلد ۴، شمارہ ۹، جون ۱۹۷۰ء تاج نمبر۔

۱۸۔ سراج نظامی، ''تاج کی چند یادیں'' ماہ نامہ کتاب لاہور، جلد ۴، شمارہ ۹، جون ۱۹۷۰ء تاج نمبر۔

۱۹۔ سراج نظامی، ''تاج کی چند یادیں''، ماہ نامہ کتاب لاہور، جلد نمبر ۴، شمارہ جون ۱۹۷۰ء تاج نمبر۔

۲۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء

۲۱۔ سہیل عباس بلوچ وڈاکٹر، ''بنیادی اردو قواعد''، مقتدرہ قومی زبان و پاکستان، ۲۰۱۰ء

۲۲۔ فلم ''پونجی'' اشتہار، نیرنگ خیال، لاہور، جلد ۴۴، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۴۶ء

۲۳۔ فلم ''سورگ کی سیڑھی'' اشتہار، ماہ نامہ ادبی دنیا، لاہور، جلد ۱۰، شمارہ ۶، ستمبر ۱۹۳۴ء

۲۴۔ گوہر نوشاہی، ''سید صاحب'' ماہ نامہ کتاب، لاہور، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر۔

۲۵۔ گوہر نوشاہی، ''سید صاحب'' ماہ نامہ کتاب، لاہور، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر۔

۲۶۔ گوہر نوشاہی، ''سید صاحب'' ماہ نامہ کتاب، لاہور، جون ۱۹۷۰ء، تاج نمبر۔

۲۷۔ محمد اسلم قریشی، اردو ڈرامے میں نئے رجحانات، لاہور، ۱۹۸۱ء

۲۸۔ محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، سید امتیاز علی تاج۔ ''زندگی اور فن'' مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۲ء

۲۹۔ محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، ''سید امتیاز علی تاج۔ زندگی اور فن''

۳۰۔ محمد سلیم ملک، ڈاکٹر، ''سید امتیاز علی تاج''، زندگی اور فن، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۲ء

۳۱۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، ''اردو ڈراما کی مختصر تریخ'' مقبول اکیڈمی وشاہراہ قائد اعظم، لاہور ۱۹۹۰ء

لغات

۱۔ جامع اللغات، جلد اول، دوم، مولف وترتیب خواجہ عبدالحمید، اردو سائنس بورڈ، وفاقی وزارت تعلیم، حکومت پاکستان لاہور، ۲۰۱۰ء

۲۔ علمی اردو لغت، وارث سرہندی ایم اے، علمی کتاب خانہ لاہور، ۱۹۹۰ء

انسائیکلوپیڈیا

۱۔ انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، باراوّل، مطبوعہ ۱۹۶۲ء

International Islamic University
CENTRAL LIBRARY
Islamabad